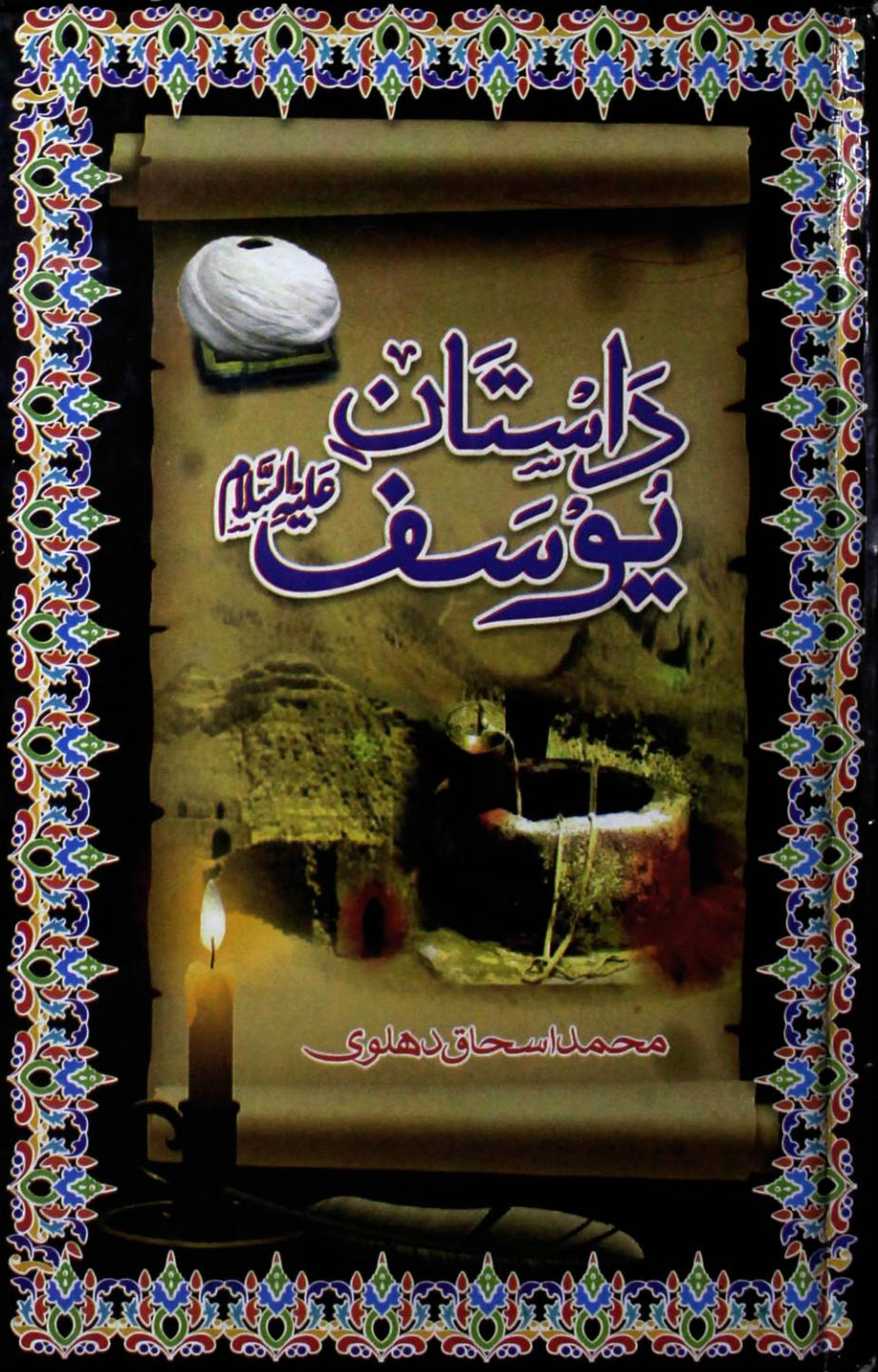

داستانِ یوسف علیہ السلام
محمد اسحاق دہلوی

اَحْسَنُ القَصَص

داستان یوسف علیہ السلام

تالیف

مولانا محمد اسحاق دہلوی

عظیم اینڈ سنز پبلشرز
المعراج سینٹر 22 اردو بازار لاہور
042-37231806, 37211207

2000ء
محمد عظیم بٹ نے
گنج شکر پرنٹرز سے چھپوا کر
الکریم مارکیٹ' اردو بازار' لاہور
سے شائع کی
قیمت :-/150

فہرست مضامین

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر	نمبر شمار	عنوان	نمبر صفحہ
۱	پیش لفظ	۵	۱۹	بھائیوں کی واپسی	۴۱
۲	حضرت یعقوبؑ	۸	۲۰	بھیڑیے پر تہمت	۴۲
۳	یوسفؑ کی پیدائش	۹	۲۱	بھائیوں کا نیک ارادہ	۴۷
۴	یوسفؑ کی پرورش	۱۰	۲۲	یوسفؑ کا کنویں سے نکلنا	۴۹
۵	یوسفؑ کا خواب	۱۱	۲۳	غسل یوسفؑ	۵۶
۶	بھائیوں کا حسد	۱۴	۲۴	زلیخا کا خواب	۵۷
۷	عصائے یوسفیؑ	۱۷	۲۵	پیام نکاح	۶۳
۸	ظلم کا مشورہ	۱۹	۲۶	زلیخا کی شادی	۶۴
۹	یوسفؑ کا سوال	۲۱	۲۷	یوسفؑ اور مصر کا داخلہ	۶۶
۱۰	ابلیس کی رائے	۲۳	۲۸	یوسفؑ کا نیلام	۶۷
۱۱	جنگل کی سیر	۲۵	۲۹	یوسفؑ کی دُعا	۷۴
۱۲	یوسفؑ کی وداع	۲۸	۳۰	محل میں داخلہ	۷۴
۱۳	یہودا کی حفاظت	۳۱	۳۱	حضرت یوسفؑ کی جوانی	۷۶
۱۴	یوسفؑ کی روانگی	۳۳	۳۲	حضرت یوسفؑ کی حالت	۸۴
۱۵	چاہ کنعان	۳۵	۳۳	ایک زبردست پھندا	۸۶
۱۶	یوسفؑ کا کنویں میں گرانا	۳۶	۳۴	خدا کی نشانیاں	۹۱
۱۷	یوسفؑ اور یہودا کی باتیں	۳۷	۳۵	یوسفؑ کا بھاگنا	۹۳
۱۸	کنویں کی حالت	۳۹	۳۶	حضرت یوسفؑ کی زینت	۹۶

نمبر شمار	عنوان	صفحہ	نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۳۷	مصر کی عورتیں	۹۹	۶۱	بادشاہ کی حضوری	۱۶۷
۳۸	عورتوں کا حال	۱۰۱	۶۲	مظالم کا نقشہ	۱۷۱
۳۹	قید کا حکم	۱۰۳	۶۳	حضرت یوسفؑ نقاب اُلٹ کر	۱۷۵
۴۰	قید خانے کا سماں	۱۰۷	۶۴	قافلے کی معذرت	۱۸۰
۴۱	قیدیوں کے خواب	۱۰۹	۶۵	بنیامین کی گرفت	۱۸۵
۴۲	حضرت یوسفؑ کا وعظ	۱۱۱	۶۶	کنعانیوں کا مشورہ	۱۹۲
۴۳	تعبیر کا پورا ہونا	۱۱۲	۶۷	اسرائیلؑ کو اطلاع	۱۹۳
۴۴	عجیب سوال و جواب	۱۱۵	۶۸	حضرت یعقوبؑ کی بیقراری	۱۹۷
۴۵	بادشاہِ مصر کا خواب	۱۱۷	۶۹	مناجات حضرت یعقوب علیہ السلام	۲۰۰
۴۶	حصہ دوم	۱۱۹	۷۰	حضرت جبرائیل سے باتیں	۲۰۲
۴۷	حضرت یوسفؑ کی تعبیر	۱۱۹	۷۱	خفیہ چٹھی	۲۰۷
۴۸	یوسفؑ اور نائب سلطنت	۱۲۷	۷۲	سوتیلے بھائی۔ محبت کی باتیں	۲۱۰ ۲۱۱
۴۹	مصر کی خوشحالی	۱۲۹	۷۳	حضرت یوسفؑ کا کرتہ	۲۱۳
۵۰	زلیخا اور خدا کا عشق	۱۳۶	۷۴	مصر کی آراستگی	۲۱۹
۵۱	مصر کی قحط سالی	۱۳۸	۷۵	ایک پُرجوش نظارہ	۲۲۰
۵۲	حسن کی یہ تاثیر	۱۴۰	۷۶	وصل الحبیب	۲۲۳
۵۳	حضرت یوسفؑ کا زہد	۱۴۱	۷۷	خواب کی تعبیر	۲۲۵
۵۴	کنعان میں قحط	۱۴۲	۷۸	گزشتہ کہانی	۲۲۷
۵۵	بھائیوں کی روانگی	۱۴۴	۷۹	تقصیر کی معافی	۲۲۸
۵۶	بادشاہ سے ہم کلامی	۱۴۷	۸۰	خزانوں کی سیر	۲۲۹
۵۷	مصر کی سرگزشت	۱۵۶	۸۱	حضرت یعقوبؑ کی رحلت	۲۳۱
۵۸	بنیامین کا سوال	۱۵۷	۸۲	حضرت یوسفؑ کا وصال	۲۳۳
۵۹	مصر کی منزل	۱۶۰			
۶۰	مصر کے دروازے	۱۶۲			

نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْکَرِیْمِ ؕ

پیشِ لفظ

حضرات! اس عاجز نے سورۂ حضرت یوسفؑ کی شرح نہیں کی ہے بلکہ تمام حالات حضرت یوسفؑ کا وہ سماں باندھا ہے جس سے اس ذیشان قصے کا ہر ایک واقعہ، واقعہ معلوم ہوتا ہے بلکہ اس کا تمام نقشہ آنکھوں کے سامنے پھر جاتا ہے اور ایک ایک پہلو اس قصۂ دلکش کا دل میں جاگزیں ہوتا ہے۔

یہ محض اس کا فضل ہے، ورنہ مجھے تو کچھ نہیں آتا۔ بہرحال اس کے لکھنے میں اس ناچیز نے جتنی اور جس قدر بھی محنت کی ہے اس کا صلہ مولا کریم سے چاہتا ہوں اور آپ حضرات سے صرف اتنی تمنا ہے کہ اس قصۂ ہوش رُبا یعنی "داستانِ حضرت یوسفؑ" کو پڑھ کر میرے حق میں ضرور دُعا فرمائیں اور ہر غلطی اور ہر سہو کی مجھے معافی دیتے ہوئے قلمِ اصلاح سے زینت بخشیں۔

مسلمانوں کا خادم

الراقم **محمد اسحاق**

مدیر "الواعظ" دہلی

قال اللہ تعالیٰ فی شان حبیبہ

لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مِّنْ

تمہارے پاس ہمارا ایک ایسا نمائندہ آیا ہے جو (بظاہر خود) تم (سب) ہی میں سے ہے۔ وہ (تم سے ایسی

أَنفُسِكُمْ عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ

شدید محبت کرنے والا ہے کہ) تمہاری ہر پریشانی اس پر بھاری ہے (کہ میرے محبوب کو یہ ہرگز گوارا نہیں کہ میری مخلوق راستے

حَرِيصٌ عَلَيْكُم بِالْمُؤْمِنِينَ

سے بھٹک کر دوزخ کا ایندھن بنے) تم مومنوں کی بھلائی کیلئے وہ بڑے حریص ہیں اور بڑے نرم دل و مہربان ہیں

رَءُوفٌ رَّحِيمٌ

(التوبہ ۱۲۸)

صدق اللہ العظیم

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

الٓرٰ

یعنی: اَللّٰہُ اَعۡلَمُ بِمُرَادِہٖ بِذٰلِکَ

رمز

الٓرا کے معنی اور اس کا مطلب اور اس کا رمز سوائے خدا کے اور خدا کے بتلانے سے سوائے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دوسرا نہیں کر سکتا اور نہیں بتا سکتا۔ بڑوں بڑوں نے الف اور لام اور را ان حروف مقطعات کے معانی اور مطالب بیان کئے ہیں لیکن ٹیپ کا بند سب نے یہی لکھا ہے کہ اَللّٰہُ اَعۡلَمُ بِمُرَادِہٖ بِذٰلِکَ یعنی خدا ہی جانتا ہے کہ اس نے ان حرفوں میں اپنے پیارے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کیا کیا باتیں کی ہیں اور اس کی نگاہِ لامحدود سے کیا کیا اشارے اور کنائے ہوتے ہیں۔ بقولِ شاعر

نگاہوں میں اقرار سارے ہوئے ہیں ہم ان کے ہوئے وہ ہمارے ہوئے ہیں

تِلۡکَ اٰیٰتُ الۡکِتٰبِ الۡمُبِیۡنِ ۞

یعنی سورۂ یوسف قرآن مجید کی چند آیتیں ہیں اور اللہ کی قدرت کی تھوڑی سی نشانیوں کا اظہار ہے جس نے محض اپنے فضل سے اپنے بندوں پہ آشکار فرمائیں۔

اِنَّاۤ اَنۡزَلۡنٰهُ قُرۡءٰنًا عَرَبِیًّا لَّعَلَّکُمۡ تَعۡقِلُوۡنَ ۝

یعنی مولیٰ فرماتے ہیں کہ ہم نے اس قرآن کو عربی زبان میں اس لئے نازل کیا کہ تم عرب کے لوگ مادری زبان ہونے کی وجہ سے اس کو بخوبی سمجھ سکو اور تمہارے ذریعہ سے دوسرے لوگ اچھی طرح اس کو سمجھ لیں۔

نَحۡنُ نَقُصُّ عَلَیۡکَ اَحۡسَنَ الۡقَصَصِ بِمَاۤ اَوۡحَیۡنَاۤ اِلَیۡکَ هٰذَا الۡقُرۡاٰنَ وَاِنۡ کُنۡتَ مِنۡ قَبۡلِهٖ لَمِنَ الۡغٰفِلِیۡنَ ۝

یعنی اے ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! ہم تمہاری طرف وحی کے ذریعہ یہ سورۃ بھیج کر تم کو اور تمہاری امت کو ایک بہتر سے بہتر قصہ سناتے ہیں۔ حالانکہ اس سورت کے نازل ہونے سے پہلے تمہیں اس قصہ حضرت یوسف علیہ السلام کی خبر نہ تھی۔

نظم

فی الحقیقت اے خدائے بے نیاز ایک بس تو ہی تو ہے دانائے راز

ہم کو کیا معلوم اے عالی تبار | علم ہے دریائے ناپیدا کنار
بس تو ہی ہے ایک علام الغیوب | جملہ مخلوقات سے واقف ہے خوب
علم تیرا دست تیرا اے کریم | فضل تیرا علم تیرا اے رحیم
تو نے اپنے فضل سے اے کبریا
علم یوسف، قصۂ یوسف دیا

حضرت یعقوب علیہ السلام

ابتدائے عالم یا زمانہ آدم علیہ السلام سے موسیٰ کلیم اللہ عٰ کے مبعوث ہونے تک تمام امتوں میں دو سگی بہنوں کا نکاح میں لانا جائز تھا۔ مگر اس کے بعد قیامت تک کیلئے ایک وقت میں دو بہنوں سے نکاح ناجائز اور حرام قرار دیا گیا۔ اور چونکہ حضرت یعقوبؑ کا زمانہ حضرت موسیٰ عٰ کے زمانہ سے بہت پہلے تھا اس لئے دو سگی بہنیں ان کے نکاح میں تھیں جن میں ایک کا نام لیا اور دوسری کا راحیل تھا۔ ماسوائے ان کے حرمیں یعنی لونڈیاں ان کا بلہا اور زلفہ بھی آپ کے گھر میں تھیں۔ جن کی نسبت جامع اعظم اور معارف میں لکھا ہے کہ چاروں عورتوں سے بارہ فرزند حضرت یعقوب علیہ السلام کے ہاں پیدا ہوئے۔ جن کی تفصیل اس طرح مرقوم ہے کہ پہلے چھ فرزند، یہودا، شمعون، روبیل، لاوی، ازبالع، بزولون بیوی لیا سے پیدا ہوئے۔ پھر دو فرزند ان یفتالی لونڈی کافلہ سے پیدا ہوئے۔ پھر دو فرزند کادا اور اشیر لونڈی زلفہ سے پیدا ہوتے۔ دو فرزند یوسف اور بنیامین راحیل سے پیدا ہوئے۔ پھر انہی ایام میں حضرت یعقوب علیہ السلام نے ایک عجیب و غریب خواب دیکھا وہ یہ کہ فضائے ہوا میں زمین سے آسمان تک نہایت عمدہ سیڑھی لگی ہوئی ہے۔ جس پر سے فرشتوں کی فوجیں چڑھ رہی ہیں اور اتر رہی ہیں کہ اتنے میں عرش معلی سے ایک ایسی خوش کیف ندا بلند ہوتی ہے جس کا فقرہ فقرہ اور حرف حرف جناب یعقوب علیہ السلام کے رونگٹے رونگٹے میں وجد و سرور کی لذت پیدا کر رہا ہے اور آپ اس صدائے خوش کیف میں محو ہو جاتے ہیں اور ندا کے الفاظ یہ ہیں۔

نظم

دیکھ اے یعقوب میری شان تو | ہو نہ اپنے دل میں بس حیران تو
میں ہی مالک میں ہی خالق ہوں ترا | میں نے ہی کونین کو پیدا کیا

جلوہ گر ہے ہر طرف رحمت مری　　ہے کرشموں سے بھری رحمت مری
میری شانِ کبریائی ہے فزوں　　دو جہاں ہیں میرے آگے سرنگوں
میں ہی ہوں معبود یکتا اور خدا
میں ہی ہوں سارے جہاں کا آسرا

یوسف علیہ السلام کی پیدائش

حضرت یعقوب علیہ السلام الملقب بہ اسرائیل شہر کنعان میں رہتے ہیں اور یہیں آپ کے تمام اہل و عیال اور مال و منال یعنی ہزار ہا بھیڑ بکریاں ہیں جن پر آپ کی اور آپ کے تمام خاندان کی گزر اوقات ہے اور آپ ایک عمدہ حالت میں ہیں کہ ایک مبارک سال آیا۔ جس میں حضرت یوسفؑ نے مادر راحیل کے بطن سے تولد فرمایا:

جن کا حسن و جمال جن کا حال　　دل مغموم بھی ہو حسن کے نہال

حضرت وہب ابن منبہؒ سے روایت ہے کہ دنیا میں عالم حسن کے دس حصے کرو۔ اور پھر ان دس حصوں میں حسن کا ایک حصہ تمام مخلوق کو دو اور نو حصے حسن حضرت یوسفؑ میں تصور کرو۔ چنانچہ ارشاد ہے: اِنَّ یُوْسُفَ کَاَنَّہٗ فِی اللَّیْلِ قَمَرًا وَّ فِی النَّھَارِ شَمْسًا وَّ فِی السَّحَرِ کَوْکَبًا۔

یعنی فی الحقیقت حضرت یوسف علیہ السلام کا چہرہ اندھیری رات میں چاند کی طرح چمکتا تھا۔ دن میں سورج کی طرح اور صبح صادق کے وقت ستاروں کی مانند چمکتا تھا۔ غرضیکہ جب آپ پیدا ہوئے تو تمام در و دیوار روشن ہو گئے اور حضرت راحیل کے نور عین حضرت یوسف علیہ السلام سے تمام شہر کنعان میں روشنی ہو گئی اور سب نے آکر حضرت یوسفؑ کی زیارت کی اور متحیر ہو کر کہنا شروع کیا۔

کیا ظہور قدرت یزداں ہوا انسان میں　　آج یہ کیا چیز پیدا ہو گئی کنعان میں
کیا ہویدا یہ ہوا راحیل تیرے بطن سے　　ہر گلی کوچہ در و دیوار روشن ہو گئے
آج کچھ ظاہر ہوئی حسن حقیقی کی جھلک
محو حیرت ہو گئے ہیں جس سے سب جن و ملک

پیارے حضرت یوسف علیہ السلام کا حسن و جمال دیکھ کر حضرت یوسف کی والدہ راحیل اور والد حضرت یعقوب علیہ السلام کے دل میں حضرت یوسفؑ کی محبت انتہا درجہ کی ہو گئی، دونوں کے دونوں پیارے حضرت یوسفؑ کو کسی آن و کسی لحظہ اپنی آنکھوں سے اوجھل نہ کرتے تھے، غرضیکہ حضرت یوسفؑ کی پیدائش سے دونوں

راحیل کے ہاں بنیامین پیدا ہوئے۔ چنانچہ ادھر یہ فرزند پیدا ہوئے ادھر راحیل کا انتقال ہوگیا۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَیْهِ رٰجِعُوْن

نظم

اب خدا حافظ ہے یوسفؑ اور بنیامین کا
ننھی ننھی پُتلیاں اور ماں کا سایہ اُٹھ گیا
کیا غنی اور کیسی بے پرواہ ہے ذاتِ مطلقا
خود ہی سب کو پالتا ہے اس سے یہ ظاہر ہوا
پرورش کچھ اس نے ماں باپ پر رکھی نہیں
بلکہ جس سے چاہے جو کچھ کام لے اے ہمنشیں

یوسف علیہ السلام کی پرورش

جب پیارے حضرت یوسفؑ و بنیامین کے سر سے ماں کا سایہ اُٹھ گیا تو حضرت یعقوبؑ نے دونوں بچوں کو اپنی حقیقی بہن کی پرورش میں دے دیا جو ان کو لیکر اپنے گھر چلی گئیں۔ اکثر ایسا ہوتا کہ حضرت یعقوبؑ اپنی بہن کے گھر چلے جاتے اور اپنے نورِ نظر کو دیکھ آتے۔ جب کئی سال گزر گئے تو حضرت یوسفؑ پیاری پیاری باتیں کرنے لگے۔ جنہیں سُن کر حضرت یعقوبؑ یہ تھوڑی سی فرقت بھی گوارا نہ کر سکے اور بے چین ہو کر اپنی بہن سے کہا کہ مجھے اپنی آنکھوں کی ٹھنڈک پیارے یوسف کی فرقت اب ذرا بھی گوارا نہیں اور چونکہ اب ہوشیار ہو گئے ہیں اور پیاری پیاری باتیں کرنے لگے ہیں اس لئے اب مجھے ان کو واپس دے دو۔ آپ کی بہن حضرت یعقوب کا سوال سُن کر بیحد غمگین ہوئیں اور صاف انکار کیا مگر حضرت یعقوبؑ کو حضرت یوسفؑ کی فرقت ایک لمحہ کیلئے بھی گوارا نہ تھی۔ لہٰذا حضرت یوسفؑ کو اپنے گھر لے جانے کیلئے سخت اصرار کیا۔

آپ کی بہن نے ذرا تامل کر کے کہا۔ اچھا کل تم حضرت یوسفؑ کو لے جانا میں اسے نہلا دُھلا کر اور کپڑے وغیرہ پہنا کر بھیجوں گی۔ یہ سُن کر حضرت یعقوبؑ اپنے مکان پر تشریف لے گئے۔ یہاں حضرت یعقوبؑ کی بہن نے حضرت یوسفؑ کو دینے کا وعدہ تو کر لیا مگر دل کی طرف خیال کیا تو اُسے یوسفؑ کی فرقت ایک لمحہ بھی گوارا نہ ہو سکتی تھی۔ فوراً ایک حیلہ یوسفؑ کے روکنے کا دل میں ٹھانا وہ یہ کہ ایک بابرکت کمربند جو نسلاً بعد نسل خاندانِ نبوت میں چلا آتا تھا جس کو حضرت ابراہیم خلیل اللہ نے حضرت اسحاقؑ کو دیا تھا اور حضرت اسحاقؑ سے حضرت یعقوبؑ کی بہن کو پہنچا تھا۔ غرضیکہ وہ کمربند حضرت یوسفؑ کی کمر میں باندھ کر اوپر سے کپڑے پہنا دیئے اور یہ راز سب سے پوشیدہ رکھا۔ آخر دوسرے روز حضرت یعقوبؑ آئے اور حسبِ وعدہ نورالعین حضرت یوسفؑ کو اپنے ساتھ لیکر چلے گئے۔ آپ کے گھر سے نکلتے ہی حضرت یعقوبؑ کی بہن نے اعلان کے ساتھ اس کمربند کی تلاش شروع کی اور کہا کہ افسوس میرا ایک متبرک

کمربند چوری ہوگیا۔ گھر میں سب کی تلاشی لی۔ پھر یہاں سے تمام کنبے رشتے میں پہنچ کر ایک ایک کی تلاشی لی۔ آخر حضرت یعقوبؑ کے مکان پر گئیں۔ اور سب کی تلاشی لیتے ہوئے سب کے بعد پیارے یوسف کی تلاشی لی تو ان کی کمر مبارک سے کمربند بندھا ہوا پایا۔ چونکہ اس وقت کی شریعت میں یہ دستور تھا کہ اگر کوئی شخص چوری کرتا تھا اور تلاشی کے وقت وہ چیز اس کے پاس سے برآمد ہوتی تھی تو اس چیز کے مالک کا ایک سال کے لئے یہ چوری کرنے والا غلام بنالیا جاتا تھا۔ لہٰذا اس طریق سے حضرت یعقوبؑ کی بہن نے پیارے یوسفؑ کو ایک سال کے لئے پھر لے لیا۔ اور انہیں بغل میں چھپا کر جلدی سے اپنے گھر لے آئیں۔ حضرت یعقوبؑ خوب سمجھ رہے تھے کہ یوسف معصوم ہرگز ایسا نہیں ہے کہ وہ کسی کی چیز کو چرائے۔ میری بہن نے اس کی مفارقت گوارا نہ کرکے یہ ایک حیلہ کیا ہے واس بہانہ سے میرے یوسف کو لے گئی ہے۔ خیر مرضیٔ مولیٰ از ہمہ اولیٰ۔

قضائے کار وہ سال پورا نہ ہونے پایا تھا کہ حضرت یعقوبؑ کی بہن نے انتقال فرمایا اور پیارے حضرت یوسفؑ کے سر سے جان نثار پھوپھی کا سایہ بھی اٹھ گیا جنہوں نے پرورش اور محبت میں ماں کو بھلا رکھا تھا۔

نظم

آہ وہ پھوپھی! وہ ماں جیسی رفیق ۔۔۔ گود میں رکھتی تھی جو ہر دم شفیق
ناز برداری سے جس کو کام تھا ۔۔۔ اور ماں سے بھی فزوں تھی مامتا
آنکھ سے اوجھل نہ کرتی تھی کبھی ۔۔۔ جان و دل سے ان پہ بس قربان تھی
اور بھلا رکھا تھا ماں کی گود کو ۔۔۔ تا کہ کچھ تکلیف یوسف کو نہ ہو
چل بسیں یوسف کو روتا چھوڑ کر ۔۔۔ اور کیا ہیہات دنیا سے سفر
جس کی آغوش محبت میں پلے ۔۔۔ پیارے یوسفؑ ماں سمجھتے تھے اسے

آج رخساروں پہ ہیں آنسو رواں
ماں کا رونا ہے، مگر ماں ہے کہاں

یوسفؑ کا خواب

تفسیر معالم التنزیل اور مواہب اللدنیہ وغیرہ میں مرقوم ہے کہ جب حضرت یوسفؑ کی عمر دس بارہ سال کی ہوگئی تو ایک رات انہوں نے خواب میں دیکھا کہ کوئی شہ سوار ان سے کہتا ہے کہ یوسفؑ! اٹھو اور اپنا عصا زمین پر نصب کرو۔ چنانچہ حضرت یوسفؑ نے اپنا عصا زمین پر نصب کر

دیا۔ پھر حضرت یوسفؑ کے بھائیوں نے اپنے اپنے عصا رعصائے یوسفی کے چاروں طرف نصب کر دیئے۔ پھر یکایک پیارے یوسف کا عصا ایک سرسبز و شاداب اور نہایت میوہ دار درخت بن گیا اور رنگ برنگ کے میوے اس سے جھڑنے لگے اور اس درخت میں سے نور کا ایک چمکارا پیدا ہوا۔ جس سے تمام عالم منور ہوگیا اور اس روشنی میں چن کر حضرت یوسفؑ کے بھائیوں نے میوے کھانے شروع کیے۔ پھر جب وہ خوب اچھی طرح میوے کھا چکے تو سب نے مل کر حضرت یوسفؑ کا بے حد شکریہ ادا کیا اور بہت تعریف و توصیف کی۔

دُوسرا خواب

پیارے حضرت یوسفؑ نے ایک رات خواب میں دیکھا کہ میں اور میرے تمام بھائی کسی میدان میں یا جنگل میں ہیں اور لکڑیاں چن کر سب نے ایک طرف انبار لگایا اور میں نے بھی چن کر لکڑیاں جمع کی ہیں۔ مگر ان کی لکڑیاں کالی ہیں اور میری لکڑیاں سفید۔ کالی لکڑیوں نے سفید لکڑیوں کو سجدہ کیا۔ اور پھر اسی وقت بزرگ صورت و بلند قامت ایک شخص ظاہر ہوا جس کے ہاتھ میں ایک بڑی ترازو ہے اور اس نے میرے تمام بھائیوں کی لکڑیاں ایک پلڑے میں رکھیں اور میری لکڑیاں دوسرے پلڑے میں رکھیں اور ترازو کو اٹھایا تو میرا پلڑا بھاری ہوا اور میرے بھائیوں کا پلڑا ہلکا ہوا جسے دیکھ کر میرے تمام بھائیوں نے میری لکڑیوں کی تعریف و خوبی بیان کی۔

تیسرا خواب

اِذْ قَالَ یُوْسُفُ لِاَبِیْهِ یٰۤاَبَتِ اِنِّیْ رَاَیْتُ اَحَدَ عَشَرَ كَوْكَبًا وَّالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ رَاَیْتُهُمْ لِیْ سٰجِدِیْنَ یعنی حضرت یوسفؑ نے اپنے والد سے کہا کہ اے والد بزرگوار! میں نے گیارہ ستارے اور چاند سورج کو دیکھا کہ مجھے سجدہ کر رہے ہیں۔

چنانچہ تاریخ روضۃ الصفا اور المواہب اللدنیہ میں اس خواب عجیب و غریب کے متعلق لکھا ہے کہ ایک رات جو جمعہ کی رات تھی پیارے یوسفؑ اپنے ناز بردار باپ کی گود میں سو رہے تھے کہ سوتے سوتے یکایک اٹھے اور نہایت سراسیمہ ہو کر بیٹھ گئے۔ یہ حالت زار دیکھ کر باپ بے چین ہو کر کہتے ہیں:

نظم

کیا ہوا تجھ کو میرے نورِ نظر کیوں کلیجہ کانپتا ہے اس قدر

کیا ہُوا اے راحتِ جانِ پدر | کیا ہوا ہے رشکِ مہ شمس و قمر
خیر ہے اے یوسفِ نازک بدن | خواب میں دیکھا ہے کیا رنج و محن
تجھ کو اللہ کی اماں اے میری جان | حال اپنا جلد کر مجھ سے بیاں
اے قرارِ جان اور دل کے سکون | تیری بے چینی سے میں بے چین ہوں
کچھ تو کہہ کیا تو نے دیکھا اے پسر | خواب کیا کوئی تجھے آیا نظر ؟

کر بیاں تو مجھ سے بے خوف و خطر
ڈر نہیں فرزند ، اندیشہ نہ کر

حضرت یوسف علیہ السلام نے کہا کہ اے والد بزرگوار مجھے خواب بہت نظر آتے ہیں جن سے میں ہر وقت خوفزدہ رہتا ہوں ۔ اس سے پہلے میں نے چند خواب دیکھے جس سے ضرور خائف ہوا مگر اس وقت ایسا خوفناک خواب میں نے دیکھا ہے جس سے میرا کلیجہ لرز گیا ۔ اور ڈر کے مارے میری آنکھ کھل گئی ۔ اے میرے والد بزرگوار ! وہ خواب جو میں نے ابھی ابھی آپ کی گود میں سوتے ہوئے دیکھا ہے ۔ وہ یہ ہے کہ گویا میں ایسے عظیم الشان پہاڑ پر بیٹھا ہوں جس کے چاروں طرف نہریں بہہ رہی ہیں اور وہ پہاڑ نہایت میوہ دار اور سرسبز و شاداب ہے اور کوئی شخص سارے جہان کے خزانوں کی کنجیاں مجھے دے رہا ہے اور اوپر نگاہ کرتا ہوں اور آسمان کے دروازے کھلے نظر آتے ہیں اور پھر یکایک آسمان کے گیارہ ستارے اور چاند سورج ان پہاڑوں پر آن اُترے ہیں اور وہ مجھے سجدہ کر رہے ہیں جس سے میرا دل دہل گیا اور میں سوتے سوتے اُٹھ بیٹھا اور میری آنکھ کھل گئی ۔ پس اے والد بزرگوار !

نظم

کچھ تسلی و تشفی دیجئے | درد کا کچھ میرے درماں کیجئے
دل ہلا جاتا ہے خوابوں سے مرا | اے پدر میرے مجھے یہ کیا ہوا
کچھ تو میرے قلب کو تسکین دو | باپ بھی تم ، ماں بھی تم ہی ہو
ہو گئے یعقوبؑ کے آنسو رواں | صدمۂ یوسفؑ کی واں طاقت کہاں
گود میں جلدی سے یوسفؑ کو لیا | اور لیا اپنے کلیجے سے لگا !
اور پھر پیار کر تسکین دی ! | اور تسلی پیار سے بھی ان کو دی
اور فرمایا کہ اے نورِ نظر | یہ مبارک خواب ہے ، اس سے نہ ڈر

سلطنت تجھ کو ملے گی بالیقین ، اک جہاں ہو گا ترا زیرِ نگیں
اور پیغمبر ہو گا تو اے نورِ عین ! وحی تجھ پہ آئے گی اے دل کے چین
میں حقیقی باپ اور سوتیلی ماں ، اور سارے بھائی تیرے بے گماں
سب کے سب ہوں گے تیرے طاعت شعار
تجھ کو عظمت دے گا ، وہ پروردگار

بھائیوں کا حسد

قَالَ یٰبُنَیَّ لَا تَقْصُصْ رُءْیَاكَ عَلٰۤى اِخْوَتِكَ فَیَكِیْدُوْا لَكَ كَیْدًا ؕ اِنَّ الشَّیْطٰنَ لِلْاِنْسَانِ عَدُوٌّ مُّبِیْنٌ ۔ یعنی حضرت یعقوب علیہ السلام نے پھر اپنے فرزند حضرت یوسف علیہ السلام سے فرمایا کہ اے میرے نورِ نظر اور میرے ننھے بچے ! دیکھ یہ اپنا مبارک خواب عموماً کسی سے اور خصوصاً اپنے سوتیلے بھائیوں سے ہرگز ہرگز بیان نہ کیجیو۔ کیونکہ مجھے اندیشہ ہے کہ مبادا تو ان سے یہ خواب بیان کر دے اور وہ سوتیلے بھائی ہونے کے سبب تجھ سے حسد و عداوت رکھنے لگیں اور تجھے تکلیفیں پہنچانے کی کوشش کریں۔ کیونکہ یہ شیطان واقعی دشمنِ انسان ہے اور وہ ایسی باتوں میں ضرور کود پڑتا ہے اور حتی الامکان آپس میں بغض و عداوت ڈلوا دینے کی پوری کوشش کرتا ہے۔

نام ہے ابلیس جس کا وہ لعین ، دشمنِ انسان ہے وہ بالیقین !
وہ اور اس کے جتنے پیرو ہیں تمام ، گھات میں رہتے ہیں وہ اسکے مدام
یعنی جس کو مرتبہ کچھ بھی ملا ، سب نے مل کر اس کا بس پیچھا کیا
جب یہ بڑھتا دیکھتے ہیں اور کا ، جان ہو جاتی ہے بس ان کی فنا
اسے کوئی کیوں بڑھے کیوں ہو عروج ، کرتے ہیں تقدیر پر گویا خروج
جب کسی کا مرتبہ پاتے ہیں یہ ، جل بھن کر خاک ہو جاتے ہیں یہ
بڑھنے والے کی نہیں ان کو سہار ، کیا بری تقدیر کی ہے ان کو مار
مرتبوں پر چڑھنے والے چڑھتے ہیں ، کچھ بھی کیجے بڑھنے والے بڑھتے ہیں
وہ گرانے سے کسی کے کیوں گرے ، جس کو مولائے غنی اعزاز دے

وَكَذٰلِكَ یَجْتَبِیْكَ رَبُّكَ وَیُعَلِّمُكَ مِنْ تَاْوِیْلِ الْاَحَادِیْثِ وَیُتِمُّ نِعْمَتَهٗ عَلَیْكَ وَعَلٰۤى اٰلِ یَعْقُوْبَ كَمَاۤ اَتَمَّهَا عَلٰۤى اَبَوَیْكَ مِنْ قَبْلُ اِبْرٰهِیْمَ وَاِسْحٰقَ ؕ اِنَّ رَبَّكَ عَلِیْمٌ حَكِیْمٌ ۔

یعنی پھر حضرت یعقوب علیہ السلام نے فرمایا کہ اے میرے پیارے یوسف تو نے جو یہ عجیب و غریب خواب دیکھا ہے انشاء اللہ پورا ہو کر رہے گا۔ یعنی کہ تیرا پروردگار تجھ کو میری تمام نسل میں برگزیدہ اور نہایت عزت مند کرے گا اور تجھ کو خواب کی تعبیر دینے کا خاص ملکہ عطا کرے گا اور خدا تعالیٰ نے تیرے دادا حضرت ابراہیمؑ اور اسحٰقؑ پر تجھ سے پہلے جیسے انعام و اکرام فرمائے تھے اور اپنی نعمتیں دی تھیں اسی طرح وہ تجھے بھی نوازے گا اور بڑی بڑی نعمتیں تجھے مرحمت فرمائے گا۔ نیز تیری اولاد میں بڑے بڑے اولوالعزم رسول پیدا کرے گا اور انہیں اپنی نعمتوں سے مالا مال کرے گا کہ وہ بڑا علم والا اور حکمت والا ہے۔

لَقَدْ كَانَ فِي يُوسُفَ وَإِخْوَتِهِ آيَاتٌ لِّلسَّائِلِينَ ۝ یعنی اسے ہمارے رسول (صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم) تمہارا امتحان لینے کی غرض سے اور تمہارے آزمانے کیلئے یہودی لوگ بنی اسرائیل کے مصر میں آباد ہونے کا سبب دریافت کرتے ہیں۔ ان سے کہو کہ حضرت یوسفؑ اور ان کے بھائیوں کے عجائب و غرائب میں درحقیقت اللہ تعالیٰ کی قدرت اور اسکی نشانیوں کا بہت اظہار ہے۔

سورۂ یوسفؑ آہ کیا سورت ہے تو ۔ دل میں رکھ لینے کی بس مورت ہے تو
کیا کشش ہے تیری ہر اک آن میں ۔ آہ تو کیا چیز ہے قرآن میں
محو حیرت تجھ سے ہیں پیر و جوان ۔ کس قدر دلکش ہے تیری داستان
حسن کا منظر دکھایا اس قدر ۔ عشق کا سودا لگایا کس قدر
حد و بس ہے داستانِ حسن و عشق ۔ رنگ ہیں سب نوحہ خوانِ حسن و عشق
درد فرقت کی کہانی الاماں ۔ سنگِ خارا کے بھی ہوں آنسو رواں
آہ کیا پر جوش ہے تیرا وصال ! ۔ محو لذت جس سے ہو گا بال بال

سن رہی تھی خواب اک سوتیلی ماں
جس نے بیٹوں سے کیا سب کچھ بیاں

حضرت یوسف علیہ السلام کا یہ پُر حیرت خواب اور حضرت یعقوب علیہ السلام کی یہ ذی وجاہت تعبیر جب تمام فرزندانِ یعقوبؑ کو اپنی والدہ لیا کی زبانی معلوم ہوئی تو ان سب کو بیحد قلق ہوا اور از روئے حسد آپس میں چہ میگوئیاں اور سرگوشیاں کرنے لگے۔ ہر ایک دوسرے سے کہتا ہے کہ لو صاحب اب تو آلِ اسرائیل میں بس حضرت یوسف ہی یوسفؑ دکھائی دیں گے اور کسی دوسرے فرزند کی کچھ اصل و حقیقت ہی نہ رہے گی۔ خدا کی شان ہے کہ راحیل کا بیٹا یعنی حضرت یوسف ایسے ایسے خواب دیکھے گا اور اپنے باپ حضرت یعقوبؑ کا دل لبھائے گا اور بھولے باپ

کو دیکھو کہ وہ بھی حضرت یوسفؑ کے جھوٹے اور بناتے ہوئے خواب سن سن کر کس قدر اس کے عاشق اور گرویدہ ہوتے جاتے ہیں۔ جن کی سمجھ میں یہ نہیں آتا کہ ایک نادان لڑکے کے لیے اولوالعزم ذیشان سچے خواب کیسے ہو سکتے ہیں؟ مگر انہیں تو حضرت یوسفؑ کی ایک ایک بات اور اس کے ایک ایک خواب کا پورا یقین ہے اور یہ جانتے ہیں کہ میرا یوسف بالکل صادق اور سچا ہے۔ افسوس اچھا پھر اس کی کوئی تدبیر ہونی چاہیئے۔ نہیں صاحب ہم سے یوسفؑ کی غلامی کا طوق اپنے گلے میں نہ ڈالا جائے گا اور دیکھتی آنکھوں میں یہ مکھی ہرگز نہ نگلی جائے گی۔ حضرت یوسفؑ اپنے باپ کے چہیتے اور پیارے ہو کر ہم پر فوقیت حاصل کر لیں! یہ ناممکن ہے اور ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا کہ ایک چھوٹا ہو کر بڑوں پر حکمرانی کرے اور ایک کمزور نحیف ہو کر ہم جیسے اولوالعزم اور قوی لوگوں پر سرداری کرے۔ اتنے میں ایک نے ان میں سے یہ کہا کہ افسوس اس وقت سب موجود ہیں مگر ہمارے سب سے زیادہ بزرگ وعقلمند، بھائی روحیل نہیں ہیں کہ وہ بھی اپنے سوتیلے بھائی حضرت یوسف کے یہ عجیب وغریب خواب سن کر مسرور ہوں۔ چلو سب مل کر ان کے پاس چلیں اور ان سے یہ بات کہیں کہ جناب آپ بھی حضرت یوسف علیہ السلام کو سجدہ کرنے کیلئے تیار ہو جائیے۔

چنانچہ سب مل کر اپنے بھائی روحیل کے پاس پہنچے اور حضرت یوسف علیہ السلام کے خواب کا حال اور اپنے سجدہ کرنے کا احوال روحیل سے بیان کیا جو سن کر حیرت میں رہ گیا۔ اور بے ساختہ اس عقلمند کی زبان سے نکلا۔ اِنِّیْ لَآ اَدْرِیْ وَجْهَهٗ مِنَ الْمُکَذِّبِیْنَ ہ یعنی

نظم

کس طرح یوسفؑ کو میں جھوٹا کہوں | عقل میری دنگ ہے حیران ہوں
وہ حسین و مہ جبیں جھوٹا نہیں! | کچھ نہ کچھ ہے بھید اس میں بالیقیں
کچھ تعجب تم نہ سمجھو بھائیو! | بلکہ تم اللہ پر شاکر رہو!
خواب مولا نے جو یہ سچا کیا | کیا چلے گی آپ کی میری بھلا
کوئی اس کو روکنے والا نہیں | کوئی اس پر زور والا نہیں
چاہے جس ادنیٰ کو وہ اعلیٰ کرے | چاہے جس اعلیٰ کو وہ ادنیٰ کرے

منحرف تم اس کی قدرت سے نہ ہو
بلکہ سچا خواب سمجھو بھائیو

روبیل کا یہ پاکیزہ خیال اور اس عقل مندی کی مبارک رائے سُن کر سب بھائی نہایت برہم ہوئے۔ مگر بھائی شمعون جیسے ایک دو نے راحیل کی رائے سے اتفاق کیا اور اپنے دل میں اس قادر قیوم کا کرشمۂ قدرت تصور کر کے یہ بھی کہا کہ تعجب ہے جو حضرت یوسفؑ کا خواب سچا ہو اور اس کی تعبیر فی الحقیقت ایسی ہی ہو کر رہے جیسے کہ والد ماجد حضرت یعقوبؑ فرماتے ہیں۔ مگر دوسرے بھائی ہیں کہ غصے میں بھرے ہوئے ہیں اور پیارے حضرت یوسفؑ کو بُرا بھلا کہتے ہیں۔ ان کے خواب کو بالکل جھوٹا بتا رہے ہیں۔ بلکہ غصہ میں آکر یہاں تک بھی کہہ اُٹھتے ہیں:

اِذْ قَالُوْا لَیُوْسُفُ وَاَخُوْهُ اَحَبُّ اِلٰٓی اَبِیْنَا مِنَّا وَنَحْنُ عُصْبَةٌ ؕ اِنَّ اَبَانَا لَفِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنِۚ ۖ یعنی سوتیلے بھائیوں نے کہا کہ ہمارے والد کی بیشک یہ غلط خیالی ہے کہ وہ حضرت یوسف علیہ السلام اور اس کے بھائی بنیامین سے اتنی الفت و محبت کرتے ہیں جو ہم سب سے بہت زیادہ بڑھی ہوئی ہے اور افسوس وہ ہم جیسے کام کے فرزندوں کے ہوتے ہوئے نکمے اور چھوٹے بچوں کے اتنے گرویدہ اور شیدا ہو گئے ہیں جس کا ٹھکانا نہیں اور یہ حضرت والد ماجد کی شان کے بالکل خلاف ہے۔

غرضیکہ اب رات دن حسد و عداوت میں گزرنے لگے۔ مگر کچھ بن نہ آئی اور اس میدانِ عداوت سے نکلنے اور یوسف کی محبت دل سے نکال ڈالنے کی صورت نظر نہیں آئی۔

نظم

بن نہیں آتی ہے کچھ مجبور ہیں ۔۔۔ باپ کے اقبال سے معذور ہیں:
خوف ہے کچھ، باپ کا ہے کچھ ادب ۔۔۔ دل ہی دل میں گھٹ رہے ہیں سب کے سب
پاس بیٹھے دیکھتے ہیں جب کبھی ۔۔۔ سُرخ ہو جاتے ہیں غصے میں سبھی:
اب نہیں باقی رہی دل میں سہار ۔۔۔ کیوں کریں یعقوبؑ یوسف کو پیار
وقت لیکن وہ ابھی آیا نہیں!
ظاہراً ہوتے نہیں چین بر جبیں

عصائے یوسفیؑ

حضرت یعقوب علیہ السلام شہر کنعان میں ایک بہت بڑے وسیع مکان میں رہتے تھے جس کے صحن میں ایک عجیب شان کا درخت تھا اور صفت اس درخت کی یہ تھی کہ جس روز اللہ تعالیٰ حضرت یعقوب علیہ السلام کو کوئی فرزند عطا فرماتا تھا اسی وقت اس درخت میں ایک ہی شاخ پیدا ہوتی

تھی۔ اسی فرزند کے ساتھ ساتھ بڑھتی تھی۔ ادھر وہ سنِ بلوغ کو پہنچا، اُدھر وہ شاخ بھی بڑھتے بڑھتے فرزند کے قد کے برابر ہو کر ٹھہر گئی۔ جسے حضرت یعقوبؑ اس درخت سے توڑتے اور بطورِ عصا اس فرزند کے حوالے کر دیتے تھے۔ یہ گویا جناب حضرت یعقوب علیہ السلام کا ایک معجزہ تھا۔ مگر جب تمام اولاد کے پیچھے حضرت یوسف علیہ السلام پیدا ہوئے تو اس درخت میں کوئی شاخ نہ پھوٹی۔ گویا اس درخت میں حضرت یوسفؑ کے نام کا اور یوسفؑ کے کام کا کوئی عصا پیدا نہ ہوا جسے پہلے فرزندوں کی طرح یعقوب علیہ السلام حضرت یوسف کو بھی دیتے۔ آخر کار جب یوسفؑ ہوشیار ہوئے اور سارے بھائیوں کے ہاتھوں میں ایک عصا دیکھا تو ایک روز شب کے وقت اپنے والد سے کہا کہ اے والد بزرگوار یہ وقت نہایت مبارک معلوم ہوتا ہے اس وقت آپ رب العالمین کی جناب میں دُعا کریں کہ مجھے جنت کا ایک عصا عطا فرما دے کہ میں جوانی سے بڑھاپے تک اُسے اپنے پاس رکھوں اور اس سے ہمیشہ کام لیتا رہوں۔ آپ نے اسی وقت حضور رب العزت میں دُعا کی۔ دُعا ختم نہ ہونے پائی تھی کہ باپ اور بیٹا دونوں ملاحظہ فرماتے ہیں کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام سامنے سے چلے آتے ہیں اور جنت کا ایک نہایت نفیس عصا ان کے ہاتھ میں ہے آئے اور آ کر وہ عصا حضرت یوسف علیہ السلام کو دیا۔

یہ حال معلوم کر کے حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائی اور بھی زیادہ مشتعل ہوئے اور اس تائید غیبی عصائے یوسفی سے ان کے سینے میں حسد کی آگ اور بھی زیادہ بھڑک اٹھی، مگر ابھی سوائے حسد اور عداوت کے کوئی انتقامی عملی صورت کسی کے پیشِ نظر نہیں ہے اور نہ باہم اس کے متعلق کوئی مشورہ ہے اتفاق سے تھوڑے ہی دنوں بعد حضرت یوسف علیہ السلام نے ایک عجیب خواب دیکھا۔ وہ یہ کہ میری انگلیوں سے پانی ٹپکتا ہے اور فضائے ہوا پر پہنچ کر مینہ کی طرح بھائیوں کے سروں پر برستا ہے۔ چنانچہ خواب صبح کو حضرت یوسفؑ نے اپنے والد ماجد سے بیان کیا۔ والد بزرگ نے اس کی یہ تعبیر دی کہ کسی وقت اندرون ملک سخت قحط سالی ہوگی جس کے سبب برادران یوسفؑ قحط سالی کا شکار ہوں گے۔ اور یوسفؑ کے ہاتھوں وہ قحط کی آفت سے مامون ہوں گے۔ اور یوسفؑ کے طفیل ہی انہیں خوشحالی اور فارغ البالی میسر آئے گی۔ نیز جناب یعقوبؑ نے یہ بھی فرمایا کہ اے نورِ عین حضرت یوسفؑ! خبردار یہ خواب اپنے سوتیلے بھائیوں سے ہرگز بیان نہ کرنا کہ وہ اور بھی زیادہ رشک کریں گے اور اپنے دل میں جلیں بھنیں گے مگر قسمت کی بات اور تقدیر کا لکھا۔

بھائیوں نے سن لیا یہ خواب بھی!　　جو خبر اُن کو نہ ہونی تھی ہوئی
باپ نے پردوں میں رکھا اس قدر　　راز کھلتا ہی گیا وہ سربسر

باپ پردے ڈالتے ہیں اس لئے
تاکہ یوسفؑ کو کوئی ایذا نہ دے

اور ادھر مولیٰ کو یہ منظور ہے !
رتبۂ یوسفؑ کسی سے کیوں چھپے

کام وہ چھپ کر کوئی کرتا نہیں !
جو کہ ہے معبود و رب العالمین

مہرباں یوسفؑ پہ ہے یہ کردگار
کیوں کسی سے کسے اس کو شرم و عار

پھر اس کی بس علی الاعلان ہے
کیا انوکھی اور نرالی شان ہے

بھائیوں کے رشک کی پروا نہیں
اور حسد کا ان کے کچھ کھٹکا نہیں

یہ حسد جتنا کریں گے آہ آہ !!
حال اپنا ان کا ہو گا بس تباہ

اخلاقی غزل

چھوڑ دو اے دوستو اچھا نہیں ہے یہ حسد
خاک کے پتلو! تمہیں زیبا نہیں ہے یہ حسد

کیوں گرفتار ہوتے ہو اس پر کیا بھلائی اس میں ہے
ہاں کوئی بازار کا سودا نہیں ہے یہ حسد

دیکھ کر اعلیٰ کو ادنیٰ دل میں یہ سمجھے ضرور
آہ رشک موت ہے لیلیٰ نہیں ہے یہ حسد

ذلت و دھتکار اور لعنت و ملامت اور سوگ
ساتھ ہیں اس کے بہت تنہا نہیں ہے یہ حسد

عقل ہیں یا نقل ہیں یا آدمیت میں ذرا
ڈھونڈ دیکھو تم کہیں آیا نہیں ہے یہ حسد

کر رکھی ہے کس قدر اس نے ہماری روک تھام
حیف ہے بڑھنے ہمیں دیتا نہیں ہے یہ حسد

کوئی بڑھتا ہے تو تم للہ بڑھنے دو اسے
کچھ مضرت اس کو دے سکتا نہیں ہے یہ حسد

آپ منصف ہیں تو بس پھر آپ ہی فرمایئے
دل جلانے کے لئے شعلہ نہیں ہے یہ حسد

تو پھر اپنے دل سے اے اسحاق بس اسکو نکال
چھوڑ اس کمبخت کو اچھا نہیں ہے یہ حسد

ظلم کا مشورہ

حضرت یوسفؑ کے بھائیوں کا رشک اور ان کا حسد جب حد سے زیادہ ہو گیا اور حضرت یعقوب علیہ السلام کی انتہائی شفقت و محبت جو آپ پیارے حضرت یوسف علیہ السلام کے ساتھ کیا کرتے تھے دیکھ سکے اور افضال الٰہی جو رات دن حضرت یوسف علیہ السلام پر اپنا نزول فرما رہے تھے اس پر

بھائیوں کے دلوں میں نہ رہا تو ایک روز یہ سب ایک جگہ جمع ہوئے اور آپس میں مشورہ کرنے بیٹھے اور زبانِ حال وقال سے کہا :

باپ کی یوسفؑ سے الفت، فضل ربّ — دوستو ہم سے سہے جاتے نہیں

بھائیو کیا کرنا چاہیے! ہم تو عاجز آ گئے۔ حضرت یوسفؑ کے خواب اور والد بزرگوار کا حد سے زیادہ حضرت یوسفؑ پر التفات اور پیار و محبت کی باتیں ہم سے نہیں دیکھی اور سنی جاتیں اور وائے ہے ہمارے حال پر کہ ہم ایسے قوی ہیکل اور شہ زور اور عقیل و مدبّر، لیکن اس ناگوار مرض کا علاج نہیں کر سکتے؟ اور اپنے اوپر سے یہ غم رفع نہیں کر سکتے۔ بڑے شرم کی بات ہے کہ ایک چھوٹا بچہ باپ کے اتنا منہ چڑھ جائے اور ہم تجربہ کار اور ہوشیار والد ماجد کی نظروں میں ہیچ اور مہمل ہو کر ان کے دل سے گر جائیں اور پھر ہم چین سے بھی بیٹھے رہیں۔ آخر جس درد سے ہماری راتوں کی نیند اور دن کا کھانا پینا تلخ ہو رہا ہے ہم اس کا علاج کر سکیں۔

بڑے افسوس کا مقام ہے بلکہ ڈوب مرنے کی جگہ ہے یارو! اگر اپنی زندگی کو باعزت گزارنا چاہتے ہو تو جلدی اس کا کوئی علاج کرو۔ اور حضرت یوسفؑ کو باپ سے عارضی یا ہمیشہ کے لئے بالکل علیحدہ کر دو کہ اتنے میں ایک بھائی نے ان میں سے کہا جسے اللہ تعالیٰ نقل فرماتے ہیں اُقْتُلُوا يُوسُفَ اَوِ اطْرَحُوْهُ اَرْضًا يَّخْلُ لَكُمْ وَجْهُ اَبِيْكُمْ وَتَكُوْنُوْا مِنْۢ بَعْدِهٖ قَوْمًا صَالِحِيْنَ ؕ یعنی حضرت یوسفؑ کو قتل کر دو۔ اور اگر قتل میں کوئی مشکل پیش آئے تو یہ کرو کہ کسی سنسان جنگل یا غار میں حضرت یوسف علیہ السلام کو لیجا کر پھینک آؤ۔ تاکہ حضرت یعقوب علیہ السلام کا رُخ تمہاری طرف پھر جائے اور پھر تمہارے سب کام درست ہو جائیں گے۔

قتل کی سُن کر ذرا چونکے سبھی — بھائی کی کچھ مامتا سی آ گئی!
پھر گیا ننھا سا چہرہ سامنے — اور لگے اپنے دلوں کو تھامنے
بولے یہ ہم سے نہیں ہو گا کبھی — بھائی ہے اور مامتا ہے باپ کی
رشک سے گو ہم یہاں تک آ گئے! — قتل کی سُن کر مگر تھرا گئے!
اور کچھ تدبیر سوچو دوستو! — اور کچھ رستہ نکالو دوستو!
مامتا کو چھوڑ کر یہ بھی تو ہے — خونِ ناحق کیوں کسی کا سر چڑھے
بے خطا بے جرم بے تقصیر کو! — قتل کر کے چین سے بھی رہ سکو
یہ نہیں ہو گا نہیں ہو گا کبھی — آخرش بھائی ہیں وہ کچھ بھی سہی

بھائی کا کچھ پاس تھا کچھ باپ کا
مشورہ آخر کو یہ رَد ہو گیا

قَالَ قَآئِلٌ مِّنْهُمْ لَا تَقْتُلُوْا يُوْسُفَ وَاَلْقُوْهُ فِیْ غَيٰبَتِ الْجُبِّ يَلْتَقِطْهُ بَعْضُ السَّيَّارَةِ اِنْ كُنْتُمْ فٰعِلِيْنَ ○ یعنی بعد غور و فکر کرنے کے ان میں سے ایک نے کہا کہ حضرت یوسفؑ کو قتل کرنا تو کسی مصلحت اور کسی وجہ سے بھی ٹھیک نہیں۔ البتہ ایسا کرنا چاہیے کہ اسے یہاں سے لے چلو اور سرِ راہ قریب کے جنگل میں کوئی ٹوٹا ہوا کنواں ہو، اس میں چھوڑ آؤ۔ کہ کوئی راہ چلتا مسافر پانی پینے کے لئے کنویں پر آئے گا اور وہ نکال کر لے جائے گا۔ بھائیو! اگر تمہیں کچھ کرنا ہے تو یہ کام کرو اور دوسرے تمام خیالات دل سے نکال ڈالو۔ چنانچہ اس مشورہ پر سب کی صدائے آفریں بلند ہوئی اور بالاتفاق سب نے اس رائے کو پسند کیا کہ ایک سموئی ہوئی تدبیر ہے۔ اس میں یوسفؑ جان سے بھی جیتا رہے گا اور اپنا مقصود بھی خاطر خواہ حاصل ہو جائے گا۔ چنانچہ جب سب کا اس پر اتفاق رائے ہو گیا تو پھر یہ بات قرار پائی کہ اچھا جب حضرت یعقوبؑ کی خدمت میں چل کر عرض کیا جائے کہ ہم سب مل کر جنگل میں سیر و شکار کے لئے جایا کرتے ہیں۔ آپ بھی اپنے یوسفؑ کو بھی ہمارے ساتھ تفریحاً بھیج دیا کیجئے۔ یہ کہہ کر مجلس شوریٰ ختم ہوئی۔

دیکھئے کیا گل کھلائیں گے آخی! ۔۔۔ مشورے کی کیا بُری مجلس ہوئی
کیا اٹھے ہیں یاں سے خوش خرم بھی ۔۔۔ گویا دل کی آرزو حاصل ہوئی
کس قدر خنداں ہیں اور فرحاں ہیں سب ۔۔۔ نام کو دل میں نہیں ہے خوفِ رب
کیا کیا ہے ظالمانہ مشورہ! ۔۔۔ کس غضب کی آئی ہے دل میں دغا

مل کے دھوکہ دیتے ہیں ہیہات یہ
حیف کھوتے ہیں بس اپنی بات یہ

یوسفؑ کا سوال

تمام فرزندانِ یعقوبؑ مل کر پیارے یوسفؑ کے پاس آئے اور ان سے نہایت اخلاق و محبت کی باتیں کرتے ہوئے پہلے یوسفؑ سے ان کے خواب دریافت کئے۔ وہ معصوم صدیق اللہ ہونے والے تھے۔ تمام خواب اپنے سوتیلے بھائیوں سے صاف صاف بیان کر دیئے۔ اگرچہ آپ کو والد ماجد کی بیحد تاکید تھی کہ کسی بھائی کے سامنے اپنا خواب ہرگز بیان نہ کرنا۔ مگر چونکہ بمقابلہ اس تاکید کے پیارے

یوسفؑ کی شانِ صدیقیت بڑھی ہوئی تھی۔ اسلیے چھپانے کو کذب بیانی تصور کر کے سوتیلے بھائیوں سے من وعن اپنے تمام خواب ظاہر کر دیئے جنہیں خود یوسفؑ کی زبان سے سنکر بھائیوں کی آتشِ حسد اور ان کا غم والم اور بھی زیادہ ہوگیا۔ مگر نہایت ضبط کو کام میں لاتے ہوئے یوسف علیہ السلام سے پیاری پیاری باتیں کرتے اور اُن کا دل لبھاتے رہے۔ آخر میں ان سے یہ کہا کہ لے ہمارے چھوٹے بھائی! کبھی تم ہمارے ساتھ سیر وتفریح کو نہیں چلتے؟ اور اب تو ماشاء اللہ تم ہوشیار ہوگئے ہو۔ ذرا چلا پھرا کرو۔ دنیا کی معلومات ہوں گی اور قدرتِ خداوندی کا تماشا نظر آئے گا۔ اچھا لو، آج ہم شکار کو جارہے ہیں چلو اور چل کر تم بھی جنگل کی سیر کرو اور دیکھو کہ وہاں کیسی کیسی بہاریں اور سیر تماشے ہیں۔ پیارے یوسفؑ بارہ برس کی جان اپنے سوتیلے بھائیوں کی میٹھی میٹھی باتوں میں آکر ان کے گرویدہ اور ان کے ساتھ چلنے کے لئے تیار ہوگئے۔ مگر بسبب کم سنی اور صدیق ہونے کے بھائیوں سے کہا کہ میں بغیر والد ماجد کی اجازت کے کہیں نہیں جاسکتا۔ تم اُن سے کہو اگر وہ اجازت دیدیں۔ تو میں ضرور تمہارے ساتھ چلوں گا۔ یہ سُن کر سب کے سب خوش ہوگئے اور جلدی سے والد بزرگوار کی خدمت میں حاضر ہو کر نہایت لجاجت اور بصد خوشامد عرض کیا کہ لے والد بزرگوار آج کل جنگل میں عجیب غریب سیر وشکار ہیں اور شاید ہم بھی شکار کیلئے جائیں۔ اگر یوسفؑ کو ہمارے ساتھ کر دیں تو یہ بھی کچھ سیر و تماشہ دیکھ لے۔ بچہ ہے بہلے گا اور اس کا دل بھی خوش ہو جائے گا۔ یہ سُن کر حضرت یعقوبؑ کی حالت:

سنتے ہی بجلی سی اک چمکی دہیں ہوگئے یعقوبؑ بس اندوہگیں
سیر کیسی دوستو! کیسا شکار فرقتِ یوسفؑ کی واں کس کو سہار
ایک دم آنکھوں سے جو اوجھل نہ ہو خوب سوچا اسکو جنگل بھیج دو
تم تو صحرا میں کرو سیر و شکار! باپ بس روتا رہے زار و قطار
ایک دم مجھ سے نہ یہ ہوگا جدا
جاؤ اپنی راہ لو بہر خدا

حضرت یعقوب علیہ السلام نے حضرت یوسف علیہ السلام کو بھائیوں کے ساتھ بھیجنے سے اسلیے اور بھی زیادہ انکار کیا کہ اس سے کچھ دن پہلے آپ ایک خواب دیکھ چکے تھے چنانچہ لکھا ہے کہ ایک شب آپ سو رہے تھے۔ یکایک آپ خواب میں کیا دیکھتے ہیں کہ زمین آٹھ آٹھ آنسو رو رہی ہے اور میرے حضرت یوسف علیہ السلام کو اپنے پاس بلا کر کہہ رہی ہے کہ اے سب مظلوموں سے زیادہ مظلوم! اور اے قابلِ رحم فرزند! آ اور میرے دامن میں آکر چھپ جا تیرے سوتیلے بھائی کہ تیرے

ظلم کرنے کے لئے بڑھے چلے آرہے ہیں۔ یہ کہہ کر میرے چاند سے حضرت یوسفؑ کو زمین نگل گئی۔ جس سے اسی وقت آپ کی آنکھ کھل گئی۔ چنانچہ اس خواب سے ڈرے ہوئے تھے۔ اسلئے حضرت یوسف علیہ السلام کو ان کے بھائیوں کے ساتھ بھیجنے سے صاف انکار کر دیا جس سے فرزندانِ یعقوبؑ مایوس ہو کر وہاں سے اُٹھ کھڑے ہوئے۔

ظلم کا اک داؤ تھا خالی گیا ؛ ہو سکا پورا نہ ان کا مدعا
باپ کے آگے نہ کچھ پھیری چلی ؛ ہائے کیسی جی کی جی میں رہ گئی
سب کفِ افسوس ملتے رہ گئے
جیسے آئے تھے ویسے ہی چلے

ابلیس کی رائے

برادرانِ حضرت یوسف علیہ السلام نے پھر ایک روز مجلسِ شوریٰ منعقد کی اور پھر وہ غمِ یوسفؑ سے مخلصی حاصل کرنے کے لئے تجاویز و تدابیر کرنے بیٹھے۔ کسی نے کچھ کہا اور کسی نے کچھ، کہ اتنے میں ایک بزرگ صورت اور نورانی چہرہ مرد اجنبی سامنے آیا اور اپنی مخلصانہ صورت لے کر وہ ان کے پاس آکر بیٹھ گیا اور سب کی باتیں نہایت محبت کے ساتھ سننے لگا۔ حضرت یوسفؑ کے بھائیوں نے دیکھا کہ یہ تو کوئی بڑا رقیق طبیعت اور دوست طینت ہے اور ہے بھی معمر و ضعیف العمر اس کا تجربہ بھی ہم سے بہت زیادہ ہوگا اور اس کی عقل بھی ہم سے بہت بڑھی ہوئی معلوم ہوتی ہے۔ ضرور اس کے سامنے اپنے درد کی کہانی بیان کرنی چاہئے اور ضرور اس سے مشورہ لینا چاہئے کہ اتنے میں اس حسین صورت و لعین سیرت نے خود ہی محبت و الفت بھرے لفظوں میں ان سے دریافت کیا کہ اے فرزندانِ اسرائیل تمہارے نورانی چہرے مغموم اور متفکر نظر آتے ہیں جس سے میرے دل میں درد پیدا ہوتا ہے اور مجھے پاکیزہ صورتوں پر رحم اور ترس آتا ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ تمہارا شریکِ حال ہو کر تمہارا غم بٹاؤں اور نہایت خلوص کے ساتھ تمہاری مدد کروں۔ یہ سن کر برادرانِ یوسفؑ نے کہا۔

کیا کہیں ہم تم سے اپنی داستاں ؛ غم کا ایک دریا دلوں میں ہے رواں
ایک مدت سے مصیبت میں ہیں ہم ؛ کیا کہیں کیا ناک میں آیا ہے دم
کوئی صورت بن نہیں آتی ہمیں ؛ سوچتے ہیں یا الٰہی کیا کریں
ایک سوتیلا ہمارا بھائی ہے ؛ جس کے ہاتھوں جان پر بن آئی ہے

باپ کو جس نے مسخر کر لیا ! عشق میں اپنے لیا ان کو دبا
رات دن کلمہ اس کا پڑھتے ہیں ! ہر گھڑی یوسف ہی یوسف کرتے ہیں
ملتفت ہم پر ذرا ہوتے نہیں دو کوئی تم مشورہ اے ہم نشیں !
یہ ہماری آرزو ہے اے بزرگ یہ ہماری جستجو ہے اے بزرگ
باپ کی نظروں سے وہ اُترے کہیں !
آسماں کھا جائے اس کو یا زمیں !

چنانچہ اے بزرگ ! اس سے پہلے ہم نے اس کے متعلق یہ مشورہ کیا تھا کہ سیر و شکار کے بہانے جنگل میں لیجا کر کنویں میں ڈال دیں اور خود روتے پیٹتے آ کر والد صاحب سے کہہ دیں کہ حضرت یوسفؑ کو بھیڑیا کھا گیا۔ مگر جب ہم نے والد صاحب سے عرض کیا کہ آپ یوسف کو سیر و شکار کے لئے ہمارے ساتھ بھیج دیں تو انہوں نے ہمارے ساتھ بھیجنے سے انکار کر دیا۔ خدا جانے ہم پر بھروسہ نہیں کیا یا صرف اپنی مفارقت کے سبب نہیں بھیجا۔ بہر حال اب ہم حیران ہیں کہ کیا کریں اور کیا نہ کریں کوئی صورت نظر نہیں آتی۔ یہ سن کر پرانا پاپی ابلیس لعین بولا کہ اے میرے پیارو مشورہ تو بہت عمدہ ہے اور قابل تحسین اور بہت اچھی رائے تم نے قائم کی تھی مگر اس رائے کو عملی شکل میں لانے کا وقت ابھی نہیں آیا تھا۔ اور حضرت یعقوبؑ اپنے نورِ عین کو اس موقع پر تمہارے ساتھ سیر و شکار کیلئے جنگل میں کبھی نہیں بھیج سکتے تھے کیونکہ آجکل گرمی کا موسم ہے۔ جنگلوں میں دھوپ اور ریت کے سوا رکھا ہی کیا ہے اور فی الحقیقت جنگل میں کچھ آج کل سیر و تماشہ نہیں ہے۔ بلکہ سراسر تکلیف ہی تکلیف ہے۔ پس اے میرے پیارے دوستو ! میں جس طرح کہوں اس پر عمل کرو تو قطعی تم اپنے مدعا میں کامیاب ہو کر رہو گے۔ اور کیا یاد کرو گے کہ کوئی پرانا رفیق ملا تھا اور اس نے ہمیں کوئی کام کا مشورہ دیا تھا۔

بات یہ ہے کہ ابھی تم تھوڑے دن صبر کرو اور برسات کا موسم آجانے دو۔ جنگل جنگل نہیں رہیں گے بلکہ بہشت بریں کا نمونہ بن جائیں گے۔ اس وقت یوسفؑ تو یوسفؑ خود تمہارے باپ یعقوبؑ کا دل بھی جنگل کی سیر کیلئے راغب ہو جائے گا۔ ہاں اس وقت اور ان تفریح کے دنوں میں بھی تم خود اپنے والد سے جنگل کی سیر کیلئے یوسفؑ کو لیجانے کی تحریک نہ کرنا بلکہ جنگل کی کیفیات اور عجائبات پر علیحدگی میں یوسفؑ کو مائل کرنا اور اسے شوق دلانا۔ بچہ ہے۔ مائل ہو جائے گا۔ اور اپنے باپ سے وہ خود اجازت لے لے گا۔ تمہیں والد ماجد سے منت و سماجت کرنے کی مطلق ضرورت نہ ہوگی۔

ابلیس کا مشورہ سنتے ہی سب باغ باغ ہو گئے اور یوسفؑ کا سارا رنج و غم دلوں سے جاتا رہا کیونکہ

ایک یقینی موثر مشورہ ہاتھ آگیا اور کمان پر وہ تیر چڑھ گیا جو خطا کرنے والا ہی نہیں ہو سکتا۔

ہو گئی سرسبز صحرائی زمیں ۔۔۔ بچھ گئے ہر سمت فرشِ مخملیں!
کھل گئے گل اور بوٹے ہر طرف ۔۔۔ گر گئے خوش کیف گھونٹے ہر طرف
جانور تسبیحِ رب کرنے لگے ۔۔۔ اپنے مالک کا وہ دم بھرنے لگے

برساتی غزل

ہے ظہورِ قدرتِ ربّ البشر برسات میں!
کیا ہی دلکش اس نے رکھا ہے اثر برسات میں
کیا گھٹائیں چھائیں اور دی کیا چھاچھم کی بہار
آنکھیں جن سے ہیں خنک اور دل ہیں تر برسات میں
کیا شجر اور کیا حجر اور کیا مکاں اور کیا مکیں!
منہ سے بول اٹھے ہیں سب دیوار و در برسات میں
کیسا سبزہ کیسے گل بوٹے ہزاروں رنگ کے
آب صحرا کا بھی دیکھیں کرّوفر برسات میں
ہر طرف رحمت کے جھونکے، ہر طرف ٹھنڈی ہوا
شانِ مولیٰ ہم کو آتی ہے نظر برسات میں
کوئلوں کا کوکنا موروں کا وہ چنکارنا!
دل پہ کرتا ہے جو کرتا ہے اثر برسات میں
جانور بھی کرتے ہیں تسبیح اس کی اے مدیرؔ
تم مگر رہتے ہو کیسے بے خبر برسات میں

جنگل کی سیر

قضا و قدر دکھاتی ہے دیکھئے کیا کیا
ہوا جو حضرت یوسفؑ کو شوق صحرا کا

جب برادرانِ یوسفؑ نے دیکھا کہ اب نہایت بہار کے دن آگئے ہیں اور صحرا صحرا

ں رہے ہیں بلکہ بہشتِ بریں کا نمونہ بن رہے ہیں تو ایک روز سب کے سب جمع ہوئے۔ اور آپس میں سرگوشیاں کرتے رہے ہر ایک نے دوسرے سے کہا لو بھائی مبارک ہو! وہ موسم آگیا جس کیلئے مہینوں سے ہماری آنکھیں انتظارِ مجسم بنی ہوئی تھیں۔ اور مدتوں سے ہم ان دنوں کو آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھ رہے تھے۔ نہایت خوشی کی بات ہے کہ وہ خوش کیف ایام آگئے جس سے ہمارا گوہرِ مقصود ہمارے ہاتھ آئے گا اور ہم اپنی مراد کو پہنچیں گے اور چل کر یوسف کو والد سے علیحدگی میں بٹھا کر صحرا کی کیفیات اور جنگل کی روح افزا لذت پر مائل کریں تاکہ گرویدہ ہو کر والدِ ماجد سے خود ہی اجازت حاصل کر لے۔ اور ہمارے ساتھ جنگل کی راہ لے۔

چنانچہ یہ مشورہ کر گئے تمام برادرانِ یوسف ؑ ایوانِ اسرائیل میں پہنچے اور پیارے یوسف ؑ کو اشارے سے ایک طرف بلا کر پیار و محبت سے بٹھایا اور بہت کچھ تالیفِ قلب اور دلبستگی کی باتیں کرتے ہوئے کہا کہ یوسف! تم ہمیں غیر سمجھتے ہو؟ حالانکہ تم پر ہماری جان فدا اور قربان ہے اور ہم تمہیں دل سے چاہتے ہیں۔ جس کا ثبوت یہ ہے کہ ہم جب بھی سیر و شکار کو جاتے ہیں اور وہاں قسم قسم کی کیفیتیں اور بہاریں نظر آتی ہیں تو اس وقت ہمارا دل تمہارے لئے لوٹتا ہے۔ اور وہ تمام سیر تماشا تمہارے بغیر ہمارے لئے خار ہو جاتا ہے اور کسی کیفیت و بہار کو دیکھنے کو دل قبول نہیں کرتا۔ کیا اچھا ہو کہ تم ایسے موقعوں پر ہمارے ساتھ ہوا کرو۔ جس سے نہ صرف ہم خوش ہوں گے بلکہ جنگل کی ان کیفیاتِ دلذات اور صحرا کی وہ پُر فضا بہاریں دیکھ کر تمہارا دل بھی اس درجہ مسرور ہوگا کہ تم کو زندگی کا لطف آجائے گا اور عجائباتِ قدرت کے کرشمے دیکھ کر تمہاری روح کو تازگی اور دل کو تقویت حاصل ہوگی اور اس سے پہلے چند روز کا ذکر ہے کہ ہم سیر و شکار کیلئے تیار ہوئے اور ہم نے تمہیں بھی اپنے ساتھ لے چلنے کو حضرت والد ماجد سے کہا اور بہت کچھ منت سماجت کی مگر انہوں نے اجازت نہ دی اور تمہیں ہمارے ساتھ جانے نہ دیا۔ خیر ہم سیر و شکار کو چلے گئے۔ لیکن تمہارے بغیر کس کمبخت ہی کو صحرا کا لطف آیا ہوگا۔ اور ہم ہر وقت وہاں یوسف ہی یوسف کرتے رہے۔ اچھا اب موسم کو پُربہار اور صحرا کو گل و گلزار دیکھ کر پھر ہمارا دل سیر و شکار کے لئے مائل ہو رہا ہے مگر ساتھ ہی اس کے ہم نے یہ بھی قسم کھالی ہے کہ جب تک یوسف ہمارے ساتھ نہ ہوں گے ہم ایک نہیں لاکھ سیر و شکار ہو ہرگز نہیں جائیں گے اور ہرگز نہیں دیکھیں گے۔ اور وائے ہے ہمارے حال پر کہ ہمارا چھوٹا سا بھائی گھر کے قید خانے میں رہے اور ہم سیر و تماشا کرتے رہیں۔

غرضیکہ بھائیوں کی یہ انتہائی گہراؤ کی باتیں حضرت یوسف ؑ کے دل پر اثر کر گئیں اور وہ بھائیوں کے

ہو کر چلنے پر بالکل آمادہ اور تیار ہو گئے اور فرمایا کہ حضرت والد ماجد سے اجازت حاصل کرنی ضروری ہے جس کے لئے میں خود ان سے عرض کرتا ہوں اور آپ بھی اُن سے کہئے امید ہے کہ وہ اجازت دے دیں گے۔ تو میں ضرور تمہارے ساتھ سیر و شکار میں چلوں گا۔ یہ سن کر تمام بھائی خوش ہوتے ہوئے وہاں سے اُٹھ گئے اور سیدھے والد صاحب کے عبادت خانے میں پہنچے اور اپنے سیر و شکار کا ارادہ ظاہر کرتے ہوئے کہا کہ موسم نہایت پُرفضا اور خوش کیف ہے۔ اگر آپ یوسف ؑ کو ہمارے ساتھ بھیج دیں تو ہم بھی مسرور ہوں گے اور اس کا ننھا سا دل بھی شاد شاد ہو جائے جن کے جواب میں حضرت یعقوب علیہ السلام نے فرمایا۔

کیونکر ہو یعقوب ؑ سے یوسف ؑ جدا — کس طرح کیونکر گوارا ہو بھلا
آئینہ یعقوب ؑ کا ہے جو پسر — اس کی دوری شاق ہے اور ظلم تر
مجھ کو ڈر ہے خوف ہے دہشت ہے یہ — خوبصورت چاند سی صورت ہے یہ
تم کہیں غافل رہو اس سے وہاں — بھیڑیا کھا جائے اس کو بے گماں
کیا کرو گے تم تو جب ایسا ہوا!
کیا کروں گا میں جو یہ جاتا رہا

چنانچہ اللہ تعالیٰ جل شانہٗ اپنے کلام اقدس میں ارشاد فرماتا ہے اور حضرت یعقوب ؑ اور اُن کے بڑے بیٹوں کے سوال و جواب کو نقل کرتا ہے:

قَالُوْا یٰۤاَبَانَا مَا لَكَ لَا تَاْمَنَّا عَلٰى یُوْسُفَ وَ اِنَّا لَهٗ لَنٰصِحُوْنَ ۝ اَرْسِلْهُ مَعَنَا غَدًا یَّرْتَعْ وَ یَلْعَبْ وَ اِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ ۝ یعنی یوسف ؑ کے بھائیوں نے کہا کہ اے والد بزرگوار! کیا آپ یوسف کی طرف سے ہم پر اطمینان یا بھروسہ نہیں کرتے! حالانکہ ہم اس کے دلی خیرخواہ ہیں اور سچے رفیق ہیں۔ پس اے والد بزرگوار! آپ بالکل مطمئن رہیئے، ہم ہر طرح اس کی حفاظت کے ذمہ دار ہیں جن کو حضرت یعقوب علیہ السلام نے دیکھا اور فرمایا:

قَالَ اِنِّیْ لَیَحْزُنُنِیْۤ اَنْ تَذْهَبُوْا بِهٖ وَ اَخَافُ اَنْ یَّاْكُلَهُ الذِّئْبُ وَ اَنْتُمْ عَنْهُ غٰفِلُوْنَ ۝ یعنی حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنے بیٹوں کو جواب دیا کہ تمہارے ساتھ اس کو بھیجنا مجھ پر ایک غم کا پہاڑ گراتا ہے، نیز مجھ کو اندیشہ ہے کہ مبادا تم اس سے غافل ہو جاؤ اور اسے بھیڑیا کھا جائے۔ قَالُوْا لَىِٕنْ اَكَلَهُ الذِّئْبُ وَ نَحْنُ عُصْبَةٌ اِنَّاۤ اِذًا لَّخٰسِرُوْنَ ۝ یعنی حضرت یوسف ؑ کے بھائیوں نے کہا کہ ہمارے لئے بڑی مرنے اور بڑی غیرت کی جگہ ہے کہ ہم جیسے قوی ہیکل اور شہ زور

کی جماعت کی موجودگی میں یوسف کو بھیڑیا کھا جاوے۔

مفسرین لکھتے ہیں کہ حضرت یعقوبؑ اور فرزندان یعقوب میں یہ قیل وقال ہو رہی تھی کہ اتنے میں پیارے یوسفؑ اپنا چاند سا مکھڑا لئے ہوئے والد بزرگوار کے سامنے آموجود ہوئے اور کہا:

اے پدر! اے والد عالی تبار! — کل تو ہم بھی جاکے کھیلیں گے شکار
آپ بھی دل سے اجازت دیجئے — ساتھ ان کے ہم کو بھی خوش کیجئے
یہ بھی دیکھیں جاکے صحرا کی بہار! — کیونکہ صحرا ہو رہا ہے گلعذار!
ہم بھی دیکھیں شانِ ربّی اے پدر — سیر ہم کو بھی تو کچھ آئے نظر!
حضرت یعقوبؑ نے روکا وہیں — اور کہا ہرگز میری مرضی نہیں!
مجھ کو اندیشہ ہے اے نورِ نظر — خیر اس میں ہے رہو تم اپنے گھر
سُنتے ہی انکار، یوسفؑ رو دیئے — کیونکہ آخر کو تو وہ بچے ہی تھے
سیر کی دھن لگ گئی تھی اس قدر — رو کنے سے دل ہوا زیر و زبر!
حضرت یعقوبؑ کو کب تھی سہار — ہوگئے یوسفؑ سے بڑھ کر بیقرار
اور فرمایا کہ اچھا، جاؤ تم! — اور غم مطلق نہ دل پہ لاؤ تم
یہ نہیں مجھ کو گوارا میری جاں
تیری ان آنکھوں سے آنسو ہوں رواں

یوسف علیہ السّلام کی وداع

جب حضرت یعقوبؑ نے دیکھا کہ حضرت یوسفؑ اپنے بھائیوں کے ساتھ سیر و شکار میں جانے کے لئے حد سے زیادہ بے قرار ہیں اور ان کے پھول سے رخساروں پر آنسوؤں کی لڑیاں بہہ رہی ہیں۔ چنانچہ آپ بیقرار ہوئے اور مجبور و لاچار ہو کر پیارے یوسفؑ کو جانے کی اجازت دی مگر ساتھ ہی ان کی آنکھوں سے آنسوؤں کا دریا رواں ہوا اور اسی حالت میں پیارے یوسفؑ کو وداع کرنے کی تیاری شروع کی پہلے اپنے نورِ عین کا سر دُھلایا اور نہلایا پھر اچھے اچھے کپڑے پہنائے اور خوشبو میں معطر کیا اور تبرکاً حضرت ابراہیم خلیل اللہ کا پیرہن جو کہ نمرود کی آگ میں گرتے وقت حضرت جبرئیل نے جنت سے لاکر آپ کو پہنایا تھا، تعویذ کر کے پیارے یوسف علیہ السلام کے بازو پر باندھا۔ اور تبرکاً حضرت اسحاقؑ کا عمامہ سر پہ باندھا۔ اور جناب شعیبؑ کی

جبہ، وڑھائی اور عصائے یحییٰ ہاتھ میں دیا اور خوب اچھی طرح پیار کیا اور سر پہ ہاتھ پھیر کر ایک آہ سرد کھینچی اور کلیجے پر ہاتھ رکھ کر کھڑے ہوئے اور پیارے نورِ عین کا ہاتھ پکڑ کر کہا کہ لو نورِ نظر چلو آج تمہاری خوشی کیلئے اپنے دل میں فراق کا بوجھ اٹھاتا ہوں جس کا سہار پہاڑ بھی نہ کر سکیں اور جس کی تاب شاید زمین و آسمان بھی نہ لا سکیں اور چلو اے نورِ نظر میں تمہیں تھوڑی دیر تک اور دیکھ کر اپنا دل شاد کر لوں۔

پھر خدا جانے کہاں تم میں کہاں ۔۔۔ رنگ بدلے کیا زمیں کیا آسماں
پھر کہاں یعقوبؑ اور یوسفؑ کہاں ۔۔۔ پھر کہاں اس بزم کا نام و نشاں
پھر کہاں یوسفؑ ترا حسن و جمال ۔۔۔ پھر کہاں نورِ نظر تیرا وصال
پھر کہاں یہ چاند سی صورت تری ۔۔۔ پھر کہاں یعقوب کو دولت تری!
پھر کہاں یوسف میرے دل کی بہار ۔۔۔ پھر کہاں یعقوب کا صبر و قرار
پھر کہاں آنکھوں کی یہ ٹھنڈک مری ۔۔۔ پھر کہاں یہ شکل یہ دل کی کلی!
پھر کہاں لختِ جگر نورِ نظر ۔۔۔ پھر کہاں یوسفؑ کہاں یہ میرا گھر
آج ہے اس گھر سے یوسفؑ کی وداع ۔۔۔ آج بنی ہے جان پر، کیسی وداع

آج بس رخصت ہے اس گھر کا چراغ
دل پہ آنے کو ہے بس فرقت کا داغ

شجرِ فراق

شہرِ کنعان کے باہر سرِ راہ ایک نہایت سایہ دار عالی شان درخت تھا کہ جہاں تمام کنعانی باشندے مسافروں کو لینے اور پہنچانے جایا کرتے۔ چنانچہ حضرت یعقوبؑ بھی اپنے تمام فرزندوں کو لے کر اور پیارے حضرت یوسف علیہ السلام کا ہاتھ پکڑ کر خراماں خراماں اس درخت تک آئے مگر آنکھوں سے آنسو جاری ہیں اور دل حضرت یوسفؑ کے فراق میں بے چین ہوا چلا جاتا ہے آخر بے قرار ہو کر اپنے نورِ عین کو گود میں اٹھا لیا اور بہت دور سے بھینچ کر پیار کرتے اور آنسو بہاتے ہوئے درد کے ساتھ کہنا شروع کیا:

تیری فرقت مجھے کس طرح گوارا ہوگی ۔۔۔ آج شاید کہ قیامت کوئی برپا ہوگی
آہ یعقوبؑ کو جب تو نہ دکھائی دیگا ۔۔۔ یوسفا! کیسی بنے گی! یہ کہو کیا ہوگی

تجھ کو کس دل سے کن آنکھوں سے کروں اوجھل — اک اندھیرا مری آنکھوں میں یہ دنیا ہوگی
شہر کنعان میں ڈھونڈے نہ ملے گی راحت — آنکھ ہر وقت مری جانبِ صحرا ہوگی
ایک یعقوبؑ ہے جو بارِ الم جھیلے گا! — ایک دنیا ہے کہ جو محوِ تماشہ ہوگی
یوسفا! مجھ کو فراموش نہ کیجیو بیٹا! — یاد کم تری نہ دل سے مرے اصلاً ہوگی
آج اسحاق جدائی کا بیاں کچھ ہوگا! — آج ہر آنکھ مسلماں کی دریا ہوگی

پھر حضرت یعقوب علیہ السلام شہر کنعان کے باہر عالیشان درخت کے سایہ میں اپنا آخری جلسہ سرور راحت کو لیکر بیٹھے اور گود میں پیارے یوسف کو بٹھا کر تمام برادرانِ حضرت یوسفؑ کی طرف مخاطب ہوئے اور حضرت یوسفؑ کی حفاظت و نگرانی کے متعلق ایک ایک سے نصیحت و وصیت کرتے ہوئے کہا اے آلِ اسرائیل دیکھو! یہ اسرائیل کی امانت ہے اسے کسی قسم کی تکلیف نہ ہونے پائے۔ جہاں یہ کہے اسے ٹھنڈا پانی پلانا۔ اور میرے بیٹو! دیکھو یہ نازک بہت ہے اسے زیادہ دھوپ میں نہ پھرانا۔ کہ یہ تھک نہ جائے اور اس کے پھول سے رخسار کہیں کملا نہ جائیں۔ والد بزرگ کی یہ رقت آمیز وصیت سن کر تمام فرزندانِ یعقوبؑ نے حضرت کو پورا پورا اطمینان دلایا اور کہا کہ ہم اسے اپنی جان سے زیادہ عزیز رکھیں گے اور کسی قسم کی اسے تکلیف نہ ہونے دیں گے۔ آپ بالکل اطمینان رکھیں اور بے تکلف اسے ہمارے ساتھ کر دیں۔ یہ سن کر حضرت یعقوبؑ کے دل پر فراقِ حضرت یوسفؑ کی ایک اور تازہ چوٹ آئی اور جلدی سے پھر اپنے نورِ عین کو اپنی گود میں اٹھا لیا اور پیارے حضرت یوسف کو بہت سا پیار کرتے ہوئے کہا:

دل مرا قابو سے باہر ہو رہا ہے کیا کروں — سوچتا ہوں تجھ کو میں رخصت کروں یا روک لوں
کیونکر ہوگی یوسفا! تیری جدائی کی سہار — کس طرح سے آئے گا یعقوبؑ کے دل کو قرار
مجھ کو اندیشہ ہے یہ فرقت نہ بڑھ جائے کہیں — مجھ کو ڈر ہے یوسفا! واپس نہ تو آئے کہیں!
دل گواہی دے رہا ہے آہ یوسف الفراق — کیسے کیسے جھانکتا ہے چاہ یوسف الفراق
الفراق اے جانِ اسرائیل پیارے یوسفا! — الفراق اے نورِ دل آنکھوں کے تارے یوسفا
الفراق اے روشنی و نورِ کنعان الفراق! — الفراق اے زندگی داغِ ہجراں الفراق
اپنے بوڑھے باپ کو یوسف نہ ہرگز بھولنا — یاد رکھے گا تمہیں وہ بھی ہمیشہ اور سدا
باپ کو جبتک نہ دیکھو دیکھنا ہنسنا نہیں — وہ بھی ہنسنا چھوڑ کر روتا رہے گا بالیقیں
کہہ کے یہ پھر یعقوب روئے اسقدر زار و قطار — آخری فقرے پہ سب جاتا رہا صبر و قرار
اسقدر روئے کہ سب کی بندھ گئیں واں ہچکیاں — ساتھ ان کے رو دیئے گویا زمین و آسماں

آسمانوں کے فرشتے ساتھ ان کے رو دئیے　　　　رو رہے ہیں آج اسرائیل کچھ اس درد سے
فرقتِ محبوب ہے یا ہجرِ یوسفؑ کی گھڑی　　　　آہ اے یعقوبؑ یہ کیا آ بنی کیا آ پڑی
پھر کلیجے سے لگایا یوسفِ کنعان کو
اور کیا پھر پیار اپنے آخری مہمان کو

اور پھر اسی حالتِ اضطرابی میں بے چین ہو کر حضرت یعقوبؑ کھڑے ہوئے اور اپنے بیٹے یہودا سے رو کر کہا کہ اے یہودا! دیکھ میں اپنے جگر گوشے اپنے نورِ عین یوسفؑ کو تیرے سپرد کرتا ہوں اسے کسی قسم کی تکلیف نہ ہونے پائے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کا دل تڑپے گا اور تیرا باپ سخت بے چین ہوگا۔ یہودا نے حفاظتِ حضرتِ یوسف علیہ السلام کا اقرار کیا اور حضرت یعقوبؑ نے اپنا دل مضبوط کر کے پیارے حضرت یوسفؑ کو رخصت کر ہی دیا۔

یہودا کی حفاظت

صاحبِ روضۃ الصفا فرماتے ہیں کہ صحیح خبروں اور اسلامی روایات سے یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچتی ہے کہ حضرت یوسفؑ اور حضرت یعقوبؑ کے درمیان جو فراق و جدائی واقع ہوئی۔ اور پھر جدائی نہایت طویل و رطویل ہوئی۔ وہ ان تین باتوں کے سبب۔ پہلی بات یہ کہ رخصت کے وقت پیارے حضرت یوسفؑ کے ساتھ حد سے زیادہ محبت کرتے ہیں۔ دوسری بات یہ کہ رخصت کے وقت انہوں نے اپنے نورِ عین کو یہودا کے سپرد کیا اور اس اضطراب و بیقراری میں خدا تعالیٰ کی سپردگی میں نہ دیا۔ تیسری بات یہ کہ آپ نے اپنے دل میں یہ خوف پوری طرح ذہن نشین کر لیا تھا کہ یوسف علیہ السلام کو بھیڑیا کھا جائے گا۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ ان تینوں باتوں کو ناپسند فرماتا ہے۔

پہلی بات

بندہ جب بندے سے ایسی محبت کرتا ہے جو حد سے بڑھی ہوئی ہو اور وہ اس کیلئے بالکل دیوانہ یا عاشقِ زار ہو تو اللہ تعالیٰ کو رشک آتا ہے کیونکہ وہ فرماتا ہے وَالَّذِينَ آمَنُوا أَشَدُّ حُبًّا لِلَّهِ یعنی جو ہمارے خاص بندے ہیں وہ سب سے گہری اور سب سے زیادہ محبت ہم ہی سے رکھتے ہیں۔ اور محبت سے ان لوگوں کے جو اللہ کے سوا اوروں سے ایسی گہری محبت کریں جو اللہ سے ہونی چاہیے ہے
شریکِ غم بھی نہیں چاہتی غیرت میری　　　　غیر کی ہو کے رہے یہ شبِ فرقت میری

چونکہ بندۂ مومن اللہ والا ہے اور خاص محبت خدا ہی سے رکھنی اس کا فرض ہے۔ تو پھر دوسرے سے گہری محبت اور عشق اسے زیبا نہیں۔ مطلوب برا مانتا ہے، ناراض ہوتا ہے جب کہ وہ دیکھتا ہے کہ طالب کی نظریں کسی اور طرف پڑنے لگی ہیں۔ لہٰذا وہ اپنے حقیقی طالب اور مجازی مطلوب کے درمیان جُدائی ڈلوانے کی ٹھان لیتا ہے۔ چنانچہ حضرت یعقوبؑ اور حضرت یوسفؑ میں اس نے جُدائی ڈالی اور وہ اس محبت کو اور گوارا نہ کر سکا اور فی الحقیقت شانِ مطلوبی کے یہی لائق دستور ہے جیسا کہ اوپر ارشاد باری ہوا۔ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ

تم ہمارے ہو کے کیوں دل دو کہیں
ہم سے مل کر دوسروں کے ہمنشیں
تم ہمارے ہم تمہارے ہو چکے !
وصل کے تم سے اشارے ہو چکے !
ہم سے مل کر دوسروں سے کیوں ملو
ہم کو یہ غم اور یہ صدمہ نہ دو
ہم سے یہ دیکھا نہ جائے گا کبھی
ہم سے بھی ہو غیر سے بھی دوستی
بندۂ مومن ! یہ لائق ہے تجھے
بجز ہمارے تو کسی کو دل نہ دے

دُوسری بات

بندۂ مومن کو چاہیئے کہ وہ ہر ایک بات اور ہر ایک کام اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دے۔ بخلاف اس کے حضرت یعقوب علیہ السلام نے حالتِ اضطراری و بیقراری میں بوقتِ جدائی پیارے یوسفؑ کے نام وحی آئی ہے جس میں یہ ارشادِ خداوندی ہوا، اَتَدْرِیْ لِمَ فَرَّقْتُ یعنی اے حضرت یعقوبؑ! تمہیں کچھ خبر ہے کہ تمہارا نورِ نظر حضرت یوسفؑ تم سے کیوں جُدا کیا گیا۔ آپ نے عرض کیا، خداوندا! مجھے کچھ خبر نہیں کہ میرا یوسف کیوں اور کس لئے مجھ سے جُدا کیا گیا اور اس میں حضور مالکُ العلام کی کیا مصلحت اور کیا حکمت تھی۔ اس کے جواب میں حضرت یعقوبؑ کے نام وحی آئی:

نظم

جو محبت تم کو زیبا ہم سے تھی !
تم نے وہ اپنے پسر یوسفؑ سے کی
یہ محبت بس امانت میری تھی
تم نے مجھ کو چھوڑ کر یوسفؑ کو دی
عشق میرے نام سے منسوب ہے
میں نہیں تو پھر نہیں وہ کوئی شئے

بھیڑیے کا خوف کیوں دل میں کیا
کیوں برائی کا تصور بندھ گیا
کیوں گمان فاسد ہوا اے نیک ذات
کیوں نہ سوچی تم نے کوئی نیک بات
بھیڑیے کی اسقدر وحشت ہوئی
میری رحمت پر نظر مطلق نہ کی!
کیوں یہودا کی حفاظت میں دیا
کیوں یہودا مجھ سے بڑھ کر ہو گیا
کیا یہودا خاک کا پُتلا نہیں
کیا ہمیشہ وہ رہے گا بالیقین!
چھوڑ کر مجھ کو اُسے سونپا ستم
کہ نہیں سکتا حفاظت ایکدم!

تیسری بات

بندۂ مومن کو چاہیئے کہ وہ ہمیشہ ہر کام اور ہر بات میں نیک خیال اور نیک گمان کرے اور ہمیشہ اچھے تصور اور خدا سے اچھی فال مانگتا رہے۔ اس لئے کہ ایک حدیث قدسی میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اَنَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِیْ بِیْ فَیَظُنُّ مَا یَشَاءُ بِیْ۔ یعنی میں اپنے بندے کے ساتھ ہوں۔ جیسا وہ گمان کرے گا ویسا ہی کروں گا۔ پس بندے کو چاہیئے کہ وہ ہمیشہ اچھا گمان اور اچھی فال زبان سے نکالے۔ اور اپنے یا اپنے متعلقین کی نسبت بُری فال یا بُرا خیال کبھی دل میں نہ لائے کیونکہ خدا کے خزانوں میں سب کچھ ہے وہ زندگی اور موت دونوں کا مالک ہے۔ بھلائی اور برائی دونوں اس کے قبضے میں ہیں۔ پھر ہم برائی چاہیں نیز اپنے اور اپنی اولاد کے لئے بات بات میں بدفالی اور بدخیالی کرتے ہیں تو یہ اپنے حق میں آپ کانٹے بوتے ہیں۔ بلکہ ہمیں چاہیئے کہ خدا کی رحمت اور اس کے فضل سے اپنے خیالات کو زیادہ وابستہ رکھیں اور بموجب فرمانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سَلِ اللّٰہَ الْعَافِیَۃَ یعنی: اے میری امت کے لوگو! دیکھو تم ہمیشہ خدا تعالیٰ سے عافیت طلب کرتے رہا کرو۔

عافیت چاہو خدا سے دوستو
اور بدفالی کو پاس آنے نہ دو
عافیت ہی عافیت دل میں بسے
عافیت ہی عافیت بس بھر رہے
عافیت اللہ کے قبضے میں ہے
کیا یہودا اور کیا ہے کوئی شے

یوسفؑ کی روانگی

حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنے نورِ عین کو رخصت کیا تو ساتھ ہی اس کے آپ نے یہ

ملاحظہ فرمایا کہ اپنے بھائی یوسفؑ کو کندھوں پر بٹھائے ہوئے بہت کچھ پیار و محبت کے ساتھ لئے جا رہے تھے۔ کوئی بھائی گود میں لیتا ہے کوئی کندھے پر سوار کرتا ہے۔ کوئی سر پر بٹھاتا ہے اور بڑی چاہت سے قدم بڑھائے چلے جاتے ہیں۔ جن کو حضرت یعقوبؑ شجر فراق کے نیچے مفارقت کی آخری نظروں سے کھڑے دیکھ رہے تھے اور فراقِ یوسفؑ میں آنکھوں سے آنسوؤں کی نہریں جاری تھیں۔ پھر جب قرارِ دل اپنے بھائیوں کی گود میں چڑھا ہوا جاتے جاتے آپ کی نظروں سے غائب ہوا تو آپ غش کھا کر زمین پر گر گئے اور جدائی کی تاب نہ لا سکے۔ اِدھر یہ کیفیت ہوئی اور اُدھر برادرانِ یوسف علیہ السلام پیارے کو لئے ہوئے جب کنعان کی حد سے باہر ہوئے اور مڑ کر دیکھا کہ شجر فراق نظروں سے غائب ہو چکا اور والد بزرگوار بھی نگاہوں سے اوجھل ہو گئے تو حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے یہ کیا :

سر سے اونچا کر کے پھینکا گود سے — جو ابھی بھائی تھے قاتل بن گئے
دم کے دم میں ہو گئے وہ کیا سے کیا — چل گئی پُروا سے اک پچھوا ہوا !
پیار کرتے تھے ابھی جو سب کے سب — ہو گئے دم بھر میں وہ غیظ و غضب
خون آنکھوں میں اُتر آیا ستم ! — ہر کوئی غصے میں بھر آیا ستم !
اب خدا حافظ ہے یوسف آپ کا — ظالموں کا آن گھیرا پڑ گیا !
آ نے خونی کی طرح چل کر سبھی ! — دیکھئے کرتے ہیں کیا مل کر ابھی
آج یوسف کے بُرے آثار ہیں — بھائی جن کے قتل کو تیار ہیں
ایک نے مارے طمانچے زور سے — پھول سے رُخسار بس کملا گئے
دوسرے نے ٹھوکریں ماریں ستم — گر پڑا یوسفؑ پہ اک کوہِ اَلم
تیسرے نے بال نوچے آپ کے ، — تھے جو کنگھی سے سنوارے باپ کے
پھر اُڑا ئیں پیرہن کی دھجیاں ! — پھر پڑیں چاروں طرف سے دھمکیاں
اور برہنہ کر کے پھر کھینچے پھرے — جس سے بس رگ رگ میں کانٹے پڑ گئے
پٹتے پٹتے یوسفا ! غش آ گیا — کاش دیکھے باپ یہ حال آپ کا

اللہ اللہ شانِ خداوندی ہے باپ شجر فراق کے نیچے حضرت یوسف علیہ السلام کی جدائی میں بے ہوش پڑے ہیں اور ان سے دو میل کے فاصلے پر پیارے یوسف کانٹوں دار جنگل اور کنکریلے میدان کی تیز دھوپ میں بے ہوش پڑے ہیں۔ کوئی ہے جو ان دونوں باپ بیٹوں کو ہوشیار کر کے گلے ملا دے۔ کوئی ہے جو ان مظلوموں اور بچھڑے ہوؤں کا وصال کرا دے ؎

کوئی ہو بھی کر سکے کس کی مجال!
ایک ہے تو اے خدائے ذوالجلال

چاہِ کنعان

فَلَمَّا ذَهَبُوا بِهِ وَأَجْمَعُوا أَنْ يَجْعَلُوهُ فِي غَيَابَتِ الْجُبِّ ۚ

یعنی: جب یہ لوگ حضرت یوسف علیہ السلام کو اپنے ساتھ لے گئے تو سب نے ظلم و تعدی کرتے ہوئے آخر کار اس بات پر اتفاق کیا کہ اس کو کسی اندھے کنویں میں ڈال دیں۔ ظلم و تعدی یہ کہ زمین پر پھینکے جاتے ہیں، طمانچے مار رہے ہیں۔ کپڑے پھاڑ ڈالے ہیں، نہایت بے رحمی سے سر کے بال نوچے ہیں۔ ٹھوکریں مارتے جاتے ہیں اور کہتے جاتے ہیں کہ وہ تیرے گیارہ ستارے اور چاند سورج کہاں ہیں جو تجھے سجدہ کرتے ہیں یوسف! انہیں بلا تاکہ وہ ہمارے ہاتھ سے تجھے بچائیں اور تیری مددگاری کریں۔ پیارے یوسف زار و قطار روتے ہیں اور بار بار اپنے نازبردار باپ کو آواز دیتے ہیں۔ مگر چونکہ فاصلہ بعید ہو چکا تھا اسلئے ننھے سے مظلوم یوسف کی آواز پہنچنا مشکل تھی۔ آپ کا رونا اور فریاد و فغاں کرنا بے سود تھا۔ کسی کو رحم نہ آتا تھا اور کوئی دست درازی موقوف نہ کرتا تھا۔ غرضیکہ اس طرح مارتے پیٹتے اور ظلم و تعدی کرتے ہوئے چاہِ کنعان تک پہنچے۔ لکھا ہے کہ یہ کنواں شہر کنعان سے نو کوس کے فاصلے پر تھا۔ جو حضرت سام ابن نوح کا بنایا ہوا بہت پرانا کنواں تھا۔ جس کی گہرائی ستر گز کی تھی اور یہ کنواں اوپر سے تنگ اور نیچے سے ستر گز سے بھی زیادہ لمبا چوڑا تھا۔ اور اس کا پانی بالکل کھاری، نمک جیسا تھا اور اس خوفناک کنویں کو دیکھ کر بڑے بڑے بہادر خوف کھاتے تھے جس میں ایک یوسف سے حسین و جمیل و مہ جبین اور ایک ننھی سی جان کو پھینکنا قرار پایا۔ اور پھر یکایک چاروں طرف سے سب کے سب آپ پر آن گرے اور رسیوں سے آپ کے چھوٹے چھوٹے پاؤں باندھنے شروع کیے۔ پیارے یوسف ایک ایک کو دیکھتے ہیں اور رحم کی درخواست کرتے ہیں مگر کوئی نہیں سنتا اور کسی کو اس پتلی سے فرزند پر رحم نہیں آتا۔ آخر یہودا کا دامن آپ نے پکڑ لیا اور فریاد شروع کی۔

اے یہودا کیا قیامت آگئی! — باپ کی وہ کیا وصیت اے اخی
مجھ کو سونپا تھا تجھے اے نیک نام — کچھ حفاظت میں کیا بھی تو نے کام
حشر میں کیا منہ دکھاؤ گے کہو — یوں ستا کر یوسف و یعقوب کو

سُنتے ہی اتنا یہودا رو دیا
باپ کا ارشاد بس یاد آگیا
اور کہا یوسف! نہ گھبرا دل میں تو
میں بچانے کی کروں گا جستجو
قتل تجھ کو کوئی کر سکتا نہیں
ساتھ ہے تیرے یہودا بالیقیں
یاد ہے مجھ کو وصیت باپ کی
تو نہ گھبرا دل میں اے پیارے اخی

پھر یہودا تمام بھائیوں کی طرف مخاطب ہوا اور کہا خبردار جو کسی نے یوسف کو ہاتھ لگایا اور اس پر ظلم و زیادتی کی۔ میں ہرگز کوئی ظلم اس پر نہ کرنے دوں گا۔ اور دیکھوں گا وہ کونسا جوانمرد ہے جو اس کو ہاتھ بھی لگا سکے۔ یہودا کی اس انتہائی پرجوش حمایت سے تمام بھائی گھبرا گئے اور نہایت نرمی سے سب نے کہا۔ اے یہودا! اگر اب یوسفؑ کو ہم اپنے ساتھ لے جاتے ہیں، تو یہ سارا حال مارنے پیٹنے کا ان سے کہے گا اور وہ پھر سب کی اچھی طرح خبر لیں گے۔ اور حقیقت معلوم ہونے کے بعد انہیں منہ دکھانے کو ہمارا دل گوارا نہ کرے گا اور انجام کار سب کیلئے خرابی ہوگا۔ اس سے بہتر یہی ہے کہ آپ خوفِ خدا سے اپنے آپ کو بچاؤ اور یوسف کا چنداں خیال نہ کرو۔ بلکہ اسے زندہ ہی اس چاہ میں اتار دو۔ یہ سن کر یہودا اپنی مآل اندیشی اور بدنامی سے بچنے کیلئے بھائیوں کے مشورہ پر ساکت ہوگیا۔ ادھر یہودا خاموش ہوا اُدھر سب کے سب مل کر حضرت یوسفؑ کے ہاتھ پاؤں باندھنے لگے اور ظلم کی انتہائی آفت مچنے سے یوسفؑ پر توڑنے کیلئے تیار ہوگئے۔ یعنی کنویں میں پھینکنے کا تمام بندوبست ہونے لگا۔

آخری جب ظلم واں ہونے لگا!
ساتھ یوسفؑ کے فلک رونے لگا
جانور صحرا کے سب تھرا گئے
آسمانوں کے فرشتے رو دیئے
پر نہ روئے آہ یہ ظالم اخی!
سنگ دل تھے کس قدر سب کے سبھی

یوسفؑ کو کنویں میں گرانا

پھر ان ظالموں نے مظلوم حضرت یوسفؑ کے ہاتھ پاؤں باندھے۔ اور ایک رسی کمر سے باندھی اور پھر سوائے یہودا کے سب نے مل کر کنویں میں لٹکایا اور رسی کو نہایت بیدردی کے ساتھ چھوڑنا شروع کیا۔ جب آدھی دور یوسفؑ کنویں میں پہنچے تو افسوس ان جفاکشوں اور بے رحموں نے چھری سے رسی کو کاٹ دی۔ ادھر یوسفؑ معصوم کی رسی کٹی اور تن نازک اندھیرے کنویں میں چلا اور اُدھر عرش

معلی سے جبرئیل کو ندا ہوئی۔

لے خبر جلدی سے جبرئیل امین! کٹ چلی رسی محبت کی کہیں:
بھائیوں نے آج چھوڑا ہے جسے گود میں جا کر اسے جلدی سے لے
اب نہیں یوسفؑ کے صدموں کی سہار جوش میں ہے رحمتِ پروردگار
جس کو اپنے چھوڑ دیتے ہیں کہیں! لینے والے اس کے ہم ہیں بالیقیں!
آج یوسف میرے گھر مہمان ہے مہرباں آج اس پہ خود رحمٰن ہے
تہہ پہ وہ گرنے نہ پائے اے امیں صاف کر پہلے سے تو جا کر زمیں!
وہ ڈراؤنا چاہِ کنعاں وہ کنواں گر رہی ہے جس میں اک ننھی سی جاں
کٹ چکی ہے جس کی رسی بیچ سے جا رہا ہے تہہ میں گرنے کے لیے
بھائیوں کے ہاتھ سے ملتے ہیں ڈھیل آ گئے اک آن ہی میں جبرئیلؑ
گود میں جلدی سے اپنی لے لیا! پانی حالانکہ ابھی بس دور تھا
پاس سمجھے رحمتِ پروردگار اے بشر، گو رنج و صدمے ہوں ہزار

چنانچہ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے پیارے یوسفؑ کو اپنے ہاتھوں پر لے کر نہایت راحت و آرام کے ساتھ ایک صاف شدہ اور عمدہ پتھر پر بٹھا دیا۔ نیز وہ اندھا کنواں حضرت یوسفؑ کے کنویں میں گرتے ہی آپ کے حسن و جمال کی شعاعوں سے روزِ روشن کی طرح منور اور روشن ہو گیا۔ نیز اس تاریک اور اندھیرے کنویں میں دن نکل آیا۔

یوسفؑ اور یہودا کی باتیں

پیارے یوسفؑ مظلوم کے سب سے بڑے بھائی یہودا کو اس ظالمانہ حرکت سے سخت ملال اور حضرت یوسفؑ کو کنویں میں ڈالنے سے یقینی افسوس تھا۔ مگر بھائیوں کے غیظ و غضب اور ان کی غالب جماعت کے سبب اس کی کچھ نہ چل سکی۔ مجبوراً شریکِ جرم رہا ورنہ دل اس کا ہرگز نہ چاہتا تھا کہ حضرت یوسفؑ پر اس درجہ ظلم و زیادتی کی جائے۔ جب تمام بھائی نورِ عین کو کنویں میں ڈال کر گھر کی طرف روانہ ہوئے تو یہودا کا دل نہ رہ سکا۔ آخر کار کنویں پر پھر آیا اور آنکھوں سے آنسو بہاتے ہوئے کنویں میں منہ ڈال کر اس نے اپنے چھوٹے بھائی سے کہنا شروع کیا:

یہودا

یُوسفا! زندہ ہے یا تُو مرگیا ! کچھ تو تُو آواز دے بہرِ خدا
آہ یہ کیسا ستم ہم سے ہوا باپ اور بھائی کو کیسا دُکھ دیا

یُوسف

کون اک بیکس کو دیتا ہے صدا نام ہے کیا تیرا اے سائل بتا
کون ہے تو، کیوں مجھے آواز دی اور مجھ سے کیا غرض آکر پڑی

یہُودا

میں یہُودا ہوں برادر آپ کا! ہائے یوسف! ہائے یہ کیا ہو گیا
کس قدر ظلم و تعدی یہ ہوا کیا کہے گی ہم کو مخلوقِ خدا

یُوسف

جو مقدر میں لکھا تھا وہ ہوا! بھائیوں کی اور تمہاری کیا خطا
تھا یہی منظور ربّ العالمین یوں کوئی انسان کر سکتا نہیں

یہُودا

یُوسفا! کچھ تو حقیقت کر بیاں کیا ہوا اور کیسی گزری میری جاں
چوٹ کس کس عضو میں تیرے لگی تجھ پہ اے ننھے سے بھائی کیا بنی

یُوسف

اے یہودا کیا کہوں میں اپنا حال بھائیوں نے ظلم توڑا ہے کمال!
ہوں اندھیرے چاہ میں تو جہ فگن کاٹ دی اپنوں نے الفت کی رسن
ہو گیا ہوں باپ بھائی سے جُدا بھوکا پیاسا اس کنویں میں ہوں پڑا

یہُودا

یُوسفا! میری خطا کو بخش دے میرے صدمے کی طرف تُو دیکھ لے
میں نے کی ہر چند کوشش یوسفا تجھ کو کچھ ایذا نہ پہنچے اے فتا
حیف لیکن کچھ نہ میری چل سکی وہ بدوں کے دل میں آئی تھی بدی
میں نے روکا ان کو ہر طور سے حیف ہے وہ سرکشی کرتے رہے

یُوسف

اے یہُودا اس کی مرضی یوں ہی تھی میرے حق میں جو کہ ہونی تھی ہوئی

اے یہودا اے اخی اے دردمند ظالموں کی چل گئی مجھ پر کمند!
اُن کے ہاتھوں چاہِ کنعاں میں گرا مرضئ مولےٰ میں کیا چون و چرا!
تھا میری تقدیر میں یہ ہی کنواں! ہو نہیں سکتا ہوں میں شکوہ کناں

یہودا

یوسفا! کوئی نصیحت ہو مجھے: یوسفا! کوئی وصیت ہو مجھے!
میں بجا لاؤں گا اس کو شوق سے آخری کچھ تو ہدایت کیجئے!
کچھ تو تلقین کیجئے اے نورِ عین آہ میں مجبور ہوں اور شرمگین

یوسف ؑ

آخری میری وصیت ہے سنو! بھوکے پیاسے کو اگر تم دیکھ لو
ہاں ضرور اس کی خبر گیری رہے رحم کرنا ہی تو بس ہے ایک شے
اور جب کوئی نظر آئے حسیں یاد کر لینا مجھے تو بالیقین!
اور والد سے مرا کہنا سلام!
والسلام اے بھائی اور ختم الکلام!

یہودا حضرت یوسف ؑ مظلوم کی یہ باتیں سُن کر ضبط نہ کر سکا۔ بے اختیار ہو گیا اور چیخیں مار مار کر رونے لگا۔ جس کے رونے کی آواز سے جنگل گونج گیا اور تمام بھائی اُلٹے پیروں دوڑتے ہوئے کنویں پر پہنچے، دیکھا کہ یہودا کنویں کی منڈھ پر کھڑا زار و قطار رو رہا ہے اور دل اس کا بے قابو ہوا جاتا ہے۔ سب کے سب وہیں بیٹھ گئے اور یہودا کو اپنے پاس بٹھا کر اور سب نے متفق ہو کر بہت دھمکایا اور ڈرایا اور والد سے پردہ فاش کرنے کی دہشت پھر اس کے دل پر بٹھائی اور سمجھا بجھا کر اپنے ساتھ لیکر کھڑے ہوتے اور گھر کی طرف روانہ ہو گئے۔

کنویں کی حالت

جب حضرت یوسف علیہ السلام کنویں میں گرے تو ان کی تہہ پر پہنچنے سے پہلے حضرت جبرئیل پہنچ گئے اور معصوم حضرت یوسف ؑ کو اپنے ہاتھوں پر لیکر بڑی حفاظت کے ساتھ ایک پتھر پر بٹھا دیا جو پانی سے نکلا ہوا تھا۔ حضرت یوسف ؑ اور حضرت جبرئیل جب اس کنویں میں داخل ہوئے تو ان معصوموں کے کنویں میں جاتے ہی پہلا معجزہ یہ ہوا کہ کنویں کا تلخ یا کھارا پانی نہایت شیریں

اور میٹھا ہوگیا۔ نیز اس کنوئیں میں بہت سے موذی جانور تھے۔ جن کے نام حضور رب العزت کی طرف سے حکم آیا کہ خبردار! کوئی جانور اپنے سوراخ سے باہر نہ نکلے کیونکہ آج تمہارے گھروں میں ہمارا خاص مہمان اتار اگیا ہے جس پر ہمارا بہت کچھ انعام ہونے والا ہے۔ چنانچہ یہ حکم سنتے ہی تمام موذی یا کاٹنے والے جانور اپنے اپنے بلوں اور سوراخوں میں گھس گئے۔ مگر ایک خاص قسم کا سانپ جو ازلی مردود تھا اور شیطان کے ساتھ جنت سے نکالا گیا تھا۔ وہ مردود نازک جسم پر اپنا زہریلا اثر مارنا چاہتا تھا کہ اسی وقت حضرت جبرئیلؑ نے اس پر ایک چیخ ماری جس سے سانپ کی آنکھوں میں ایک بجلی چمک گئی اور یہ بالکل بہرا پتھر ہوگیا۔ اور یہی ایک سانپ بہرا نہیں ہوا۔ بلکہ قیامت تک کیلئے اللہ تعالیٰ نے ان سانپوں کی خاص نسل کو بہرا کر دیا۔

بخلاف اس کے آجکل ہم لوگ تمام سانپوں کے بڑے بڑے کان تصور کرتے ہیں۔ اور اسے سانپ نہیں بلکہ رسی کہتے ہیں کہ جو کوئی اس کا نام لیتا ہے تو سانپ سو قدم سے اپنا نام سن لیتا ہے اور اس نام لینے والے کی طرف چل نکلتا ہے۔ حالانکہ یہ غلط ہے بلکہ حقیقت یوں ہے کہ سانپوں کی خاص نسل جبرئیل امین کی چیخ سے بہری بنادی گئی ہے اور بوجہ انتہائی موذی ہونے کے اس کا مارنا ثواب ہے اور اتنا ضروری ثواب ہے کہ نمازی اپنی نماز کو توڑ کر اسے مارے تو اسے بے حد ثواب ملے گا۔

القصہ بعض لکھتے ہیں کہ اس کنوئیں کا پانی ایک نیزہ اور اونچا ہوگیا اور وہ پتھر جس پر کہ معصوم حضرت یوسفؑ بیٹھے ہوئے تھے، پانی کے ساتھ وہ بھی اونچا ہوتا گیا۔ پھر جبرئیل علیہ السلام نے یہ کرتا کہ بطور تعویذ پیارے یوسفؑ کے بازو پر بندھا ہوا تھا وہ بازو پر سے کھول کر معصوم یوسفؑ کو پہنایا اور قسم قسم کے کھانے بہشت سے لاکر ان کے سامنے رکھے اور ان کو اللہ تعالیٰ کا پیغام سنایا! اور اسی کنوئیں میں ننھے یوسفؑ کے سر پر نبوت کا تاج پہنایا۔ پیام سرمدی یہ ہے کہ وَاَوْحَيْنَا اِلَيْهِ لَتُنَبِّئَنَّهُمْ بِاَمْرِهِمْ هٰذَا وَهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ

یعنی: ہم نے یوسفؑ کو وحی کی۔ بہت جلدی تم اپنے بھائیوں کی ظالمانہ حرکتیں انکے منہ پر رکھو گے اور وہ بالکل تمہیں نہ پہچانیں گے۔ کہ یہ کون ہیں اور کیا کر رہے ہیں۔

غرضیکہ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے کہا اے یوسف اللہ تعالیٰ آپ کو نبی بناتا ہے اور سلام فرماتا ہے اور یہ ارشاد کرتا ہے:

غم نہ کر یوسفؑ نہ ڈر، گھبرا نہیں ساتھ ہے تیرے الٰہ العالمین

یوسفا! تو یہ سمجھتا ہے کنواں!
جس میں ہے میری تجلّی بے گماں
میں کنویں میں آج تیرے ساتھ ہوں
چاہتا ہوں میں نبوّت تجھ کو دوں
میری الفت اور محبت یوسفا!
پائے گا یعقوبؑ سے بھی تو سوا!
لے نبوت مجھ سے اور لے سلطنت
دل میں پیدا کر خدا کی معرفت!
تجھ پہ یوسفؑ اب ہوا وہ فضلِ رب
تیرے قدموں پر جھکیں گے بھائی سب
صبر تھوڑا سا ابھی درکار ہے
تو ہی تو پھر مصر کی سرکار ہے!

نکتہ

ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبروں اور رسولوں میں صرف تین ہی پیغمبر ایسے ہوئے ہیں جن کو بچپن ہی میں نبی بنایا گیا اور طفلی ہی میں ان کے پاس وحی آئی ہے اور جبرئیل علیہ السلام تشریف لائے ہیں جن میں سب سے پہلے حضرت یوسفؑ اور پھر حضرت یحییٰؑ اور پھر حضرت عیسیٰؑ۔ یہ ہی تینوں پیغمبر ہیں جن کو کم سنی ہی میں تاج نبوت پہنایا گیا ہے۔

بھائیوں کی واپسی

برادرانِ یوسفؑ جب آپ کو کنویں میں گرا چکے اور یہودا ہمدرد کو اپنے ساتھ لے لیا تو چلتے ہوئے اپنا ایک غلام کنویں پر بٹھا گئے۔ یہ اس لئے کہ اگر کوئی راہ چلتا مسافر اس کنویں میں پانی لینے کی غرض سے آئے اور اتفاق سے یوسفؑ کو نکال لے تو ہمیں اس غلام کے ذریعے یہ معلوم ہو سکے گا کہ یوسفؑ کنویں سے زندہ نکلا یا مُردہ۔ اب غلام کنویں پر چوکیدار اگر رہا ہے اور بھائی گھر کی سیدھ باندھے ہوئے والد کو قتلِ یوسفؑ کی خبر دینے کے ارادے سے چلے جا رہے ہیں۔ چلتے چلتے ایک جگہ سب ٹھہر گئے اور یوسفؑ کا کرتا اپنے اسباب میں سے نکالا اور ایک بکری کا بچہ ذبح کر کے اس کے خون سے معصوم یوسفؑ کا کرتہ رنگا اور پھر چل کھڑے ہوئے اور حضرت یعقوب علیہ السلام کی سُنیے کہ وہ شجرِ فراق کے نیچے فراقِ یوسفؑ میں بیہوش پڑے تھے۔ بہت دیر میں انہیں ہوش آیا تو وہ اُٹھے اور آنسو بہاتے ہوئے اور سرد آہیں بھرتے، مُڑ مُڑ کر دیکھتے ہوئے آہستہ آہستہ مکان کی طرف چلے۔ مکان پر پہنچ کر مکان کے دروازے پر ہی یوسفؑ کے انتظار میں بیٹھ گئے جن کو راہ دیکھتے دیکھتے دوپہر ڈھلی، تیسرا پہر ہوا۔ یہاں تک کہ سورج غروب ہونے کے قریب آیا۔ ایک ایک سے پوچھتے ہیں اور فرماتے ہیں لوگو! ابھی تک میرا پیارا یوسف نہیں آیا؟ پھر راستے کی طرف ملاحظہ فرماتے ہیں اور کہتے ہیں:

اب تو آجا صبح کے بچھڑے ہوئے
اب تو آجا چاند سے یوسفؑ مرے
اب تو آجا جانِ یعقوبی ذرا :
چاند سا مُنہ اب تو تُو آکر دکھا !
کچھ خبر بھی ہے تجھے اے یوسفا !
آج سارا دن مرا کیونکر کٹا !
شام ہونے کو ہے اے نورِ نظر
اب تو تُو آجا نظر میرے قمر !

پھرنے والے جانور بھی آ گئے
اپنے کھونٹے اب تو وہ بھی آ لگے

کیا خبر یعقوبؑ تم کو کیا خبر
کیا ہوا محشر بپا فرزند پر
کیسی کیسی مار یوسفؑ پر پڑی
انتہا، حد ہوگئی بس ظلم کی
کون، یہ تم سے کہے پھر کیا ہوا۔
اک کنویں میں اس کو دھکا دیدیا
کیسی بے رحمی سے کھینچا راہ میں
کیسی بے دردی سے پھینکا چاہ میں
کچھ خبر اس کی نہیں تم کو ذرا !
کچھ خبر اس کی نہیں یاں کیا ہوا
غیب کی کس کو خبر ہے اے نبی
خاص ملکیت ہے یہ اللہ کی
غیب داں ہے ایک ذاتِ مطلقاً
کیسے اسرائیل و کیسے یوسفا !
جن کو تو چاہے خبر دے دے کوئی
ہے ترے قبضہ میں کنجی غیب کی
توبہ توبہ کون ہے ہم سر ترا
غیب داں تو ہی ہے اور مشکل کشا

برتر و اعلیٰ ہے اے اللہ تُو
ہے سبھی شاہوں کا شاہنشاہ تُو

بھیڑیے پر تہمت

وَجَآءُوْٓا اَبَاهُمْ عِشَآءً يَّبْكُوْنَ ۝ قَالُوْا يٰٓاَبَانَآ اِنَّا ذَهَبْنَا نَسْتَبِقُ وَتَرَكْنَا يُوْسُفَ عِنْدَ مَتَاعِنَا فَاَكَلَهُ الذِّئْبُ ۚ وَمَآ اَنْتَ بِمُؤْمِنٍ لَّنَا وَلَوْ كُنَّا صٰدِقِيْنَ ۝ وَجَآءُوْ عَلٰى قَمِيْصِهٖ بِدَمٍ كَذِبٍ ؕ یعنی جب رات کا اندھیرا ہوگیا اور عشار کا وقت قریب آیا تو حضرت یوسف کے بھائی روتے ہوئے اپنے باپ کے پاس آئے اور کہا اے والد بزرگوار ہم آپس میں دوڑ رہے تھے کہ دیکھیں کون آگے نکل جائے اور یوسف ہمارے اسباب پاس بیٹھے ہوئے تھے جسے آکر بھیڑیا کھا گیا اور گو ہم کتنے ہی سچے ہوں لیکن آپ

شاید ہماری بات کا یقین نہ کریں گے۔ حالانکہ یوسف کا کرتہ خون میں تر کر کے بھی لے آئے تھے۔

تفسیر معالم التنزیل وغیرہ میں مرقوم ہے کہ جب شہر کنعان میں یہ لوگ داخل ہوئے تو مصنوعی طریقہ سے انہوں نے رونا اور چلانا شروع کر دیا۔ اور بے انتہا ڈرتے ہوئے حضرت یعقوبؑ کے درِ دولت پر پہنچے اور کہا اے والد بزرگوار ہم لٹ گئے۔ ہم برباد ہو گئے۔ اسے والد بزرگوار :

لے گیا یوسفؑ کو آکر بھیڑیا ! ہائے ہم پر حشر برپا ہو گیا :
کس قدر صدمہ ہوا ہم کو وہاں ہیں اسی ساعت سے ہم نوحہ کناں
لٹ گیا جنگل میں اپنا قافلہ ہاتھ ملتے رہ گئے واحسرتا !

آپ یوسف کا یہ کرتہ لیجئے
دل کو اپنے کچھ تسلی دیجئے

بس یہ سنتے ہی حضرت یعقوبؑ کے ہوش و حواس جاتے رہے۔ آنکھوں کے نیچے اندھیرا چھا گیا اور آپ بے ہوش ہو کر زمین پر گر گئے۔ اور ساری رات بے ہوش پڑے رہے۔ صبح کو جب ہوش آیا تو حضرت یوسفؑ کے کرتے کو دیکھا تو وہ کرتا بالکل صحیح و سالم ہے۔ فرمایا کہ یہ کرتا خون میں تر ہے مگر کہیں سے پھٹا ہوا نہیں ہے۔ نیز اس میں خونِ یوسفؑ کی بو نہیں آتی ہائے کیسا بھیڑیا تھا جس نے میرے یوسفؑ کو کھایا مگر کرتہ اس کا کہیں سے نہیں پھاڑا معلوم ہوتا ہے کہ تم نے کوئی فریب گانٹھا ہے پس اگر تم سچے ہو تو ابھی اس بھیڑیے کو میرے پاس پکڑ لاؤ۔ تاکہ میں خود اس سے دریافت کروں۔ یہ سن کر دو چار ان میں سے جنگل کی طرف دوڑے اور جنگل میں سے ایک بھیڑیا پکڑ لائے اور خون سے اس کا منہ رنگ کر والد ماجد کی خدمت میں لیکر آئے اور کہا حضور! یہ بھیڑیا ہے جسنے آپ کے یوسف کو کھایا ہے۔ حضرت یعقوب علیہ السلام نے اس بھیڑیے کی طرف دیکھا اور فرمایا :

تو نے کھایا ہے میرے فرزند کو ! تو نے پھاڑا کیا میرے دلبند کو !
تو نے ہی یعقوب کو صدمہ دیا تو نے ہی کیا خونِ یوسف کا پیا
بھیڑیے ! تو دشمنِ یوسفؑ ہوا ! تو نے دلِ یعقوب کا چھلنی کیا !

تھرتھرا اٹھا یہ سن کر بھیڑیا !
اور زبانِ صاف سے گویا ہوا

السلام علیکم یا نبی اللہ! اے اللہ کے رسول آپ پر سلام ہے۔ عالیجاہ میں پناہ مانگتا ہوں اللہ کے عذاب سے اور پناہ مانگتا ہوں اس سے کہ میں یا میری قوم کا بھیڑیا نہیں بلکہ روئے زمین کا کوئی جانور

نبی کا خون یا نبی کا گوشت پوست کھائے یا کھانے کی غرض سے اس پاک جماعت کی طرف نگاہ بھر کر بھی دیکھ سکے۔ اے نبی اللہ! مجھے قسم ہے اس خداوند عالم کی جس نے آپ کو پیغمبر بنایا ہے میں نے یوسفؑ کو پھاڑا کیسا دیکھا تک نہیں۔ اور اے نبی اللہ! پیغمبروں کا گوشت پوست جانور نہیں کھا سکتے۔ ان کے قبر میں دفن ہونے کے بعد ان کا گوشت پوست زمین نہیں کھا سکتی۔ جس کے جواب میں حضرت یعقوبؑ نے فرمایا تو سچ کہتا ہے فی الحقیقت پیغمبروں کا گوشت پوست کوئی شے نہیں کھا سکتی۔

پھر حضرت یعقوبؑ کے پاس سے رخصت ہو کر وہ بھیڑیا جنگل میں گیا اور ایک بلند مقام پر کھڑے ہو کر آواز دی۔ اے میرے ہم قوم درندو! کیا یہ سچ ہے کہ تم میں سے کسی نے حضرت یعقوبؑ کے نور عین یوسفؑ کو کھایا ہے۔ اگر ایسا ہوا ہے تو عنقریب تم پر قہر نازل ہوگا اور اگر ایسا نہیں ہے اور تم پر سراسر تہمت ہی تہمت ہے تو ابھی سب کے سب حضرت یعقوب کی خدمت میں حاضر ہو کر معذرت کرلو اور ان کی بددعا سے ڈرو۔ اور اپنے آپ کو ظالمانہ تہمت کے دھبہ سے پاک کرو۔

لکھا ہے کہ یہ آواز سنتے ہی ہزارہا بھیڑیے آموجود ہوئے اور تمام شہر کنعان کو چاروں طرف سے گھیر لیا اور سب نے مل کر حضرت یعقوبؑ کی جناب میں فریاد وزاری شروع کی۔ بھیڑیوں کی الغیاث سن کر حضرت یعقوبؑ باہر آئے تو بھیڑیے حضرت کے قدموں میں گرے پڑتے ہیں اور زبان حال سے کہتے ہیں کہ ہم میں سے کسی نے یہ ارتکاب نہیں کیا ہے اور حاشا وکلا کسی نے حضرت یوسفؑ کو دیکھا تک نہیں اور ہم سے چاہے آپ جیسی قسم لے لیجیے۔

حضرت یعقوبؑ نے تمام بھیڑیوں کو رخصت کیا اور اپنے بیٹوں کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا کہ اب بتاؤ میرا یوسف کہاں ہے؟ اس سوال پر سب کے سب فرزند ذلیل ہوئے اور گردنیں جھکا جھکا کر بیٹھ گئے اور کسی نے کچھ جواب دیا جس کو اللہ تعالیٰ نقل فرماتے ہیں قَالَ بَلْ سَوَّلَتْ لَكُمْ أَنفُسُكُمْ أَمْرًا۔ حضرت یعقوبؑ نے فرمایا۔ اے کاذبو! میرے یوسفؑ کو بھیڑیے نے نہیں کھایا بلکہ تمہارے شریر نفسوں نے یہ ایک فریب گانٹھا ہے۔ یہ کہہ کر آپ چیخیں مار مار کر رونے لگے اور روتے روتے بیہوش ہو گئے۔ بڑی دیر میں جب ہوش آیا تو لکڑی پکڑ کر اٹھے اور سیدھے جنگل کی طرف نکل کر چلے گئے۔ اور جنگل میں پہنچ کر کبھی اس ٹیلے پر چڑھتے ہیں کبھی اس نشیب میں جا کر تلاش کرتے ہیں۔ جب کہیں اپنے فرزند یوسف کو نہیں پاتے تو ایک بلندی پر چڑھ کر نہایت درد کے ساتھ یہ کہتے ہیں وَقُرَّةُ عَيْنِي وَثَمَرَتُنَا

اے مری آنکھوں کی پتلی کس جگہ ہے تو بتا! — اے مرے دل کی کلی اے میری جان تو کیا ہوا
کس کنوئیں میں تجھ کو ڈالا یوسفا کس چاہ میں — باپ تیرا منتظر ہے کب سے تیری راہ میں

کونسے دریا میں ڈوبا ہے بتا جلدی بتا! گود خالی ہے مری فرزند میرے جلد ہی آ!
قتل کس تلوار سے تجھ کو کیا یوسف بتا کس نے تیرا چاند سا چہرہ کیا تن سے جدا
کس زمیں میں دفن ہے تو بول اٹھ پیارے مرے کچھ تو اپنے حال ابتر کی خبر مجھ کو بھی دے
رو رہے تھے آسمانوں کے فرشتے زار و زار ہو رہے تھے اک نبی کے حال پر وہ بیقرار
اتنے میں جبریل آ پہنچے بحکم پروردگار اور کہا بس کیجئے للہ اے عالی تبار!
ہل رہا ہے آپ کی فریاد سے عرش عظیم کس طرح دیکھیں ملائک آپ کا حال سقیم
کیجئے بس کیجئے اور صبر کیجئے اے نبی! مرضی مولیٰ رضائے ایزدی بس یونہی تھی

حضرت جبریل علیہ السلام کی تلقین صبر پر اسی وقت حضرت یعقوبؑ نے فرمایا:

فَصَبْرٌ جَمِيلٌ ۖ وَاللَّهُ الْمُسْتَعَانُ عَلَىٰ مَا تَصِفُونَ ۝

یعنی: بہت اچھا میں صبر جمیل اختیار کرتا ہوں۔ اور خدائے کریم و کارساز سے ہی اس کا اجر چاہتا ہوں کہہ کر حضرت یعقوبؑ اپنے آنسوؤں کو روکتے اور آہ و فغاں کو ضبط کرتے ہوئے اپنے مکان پر چلے گئے۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ ۝

آج اے یعقوبؑ کیا شئے چھن گئی کون سی مرجھا گئی دل کی کلی!
کس کو کھو کر جا رہے ہو دشت سے آ رہے ہو کیوں جگر تھامے ہوئے
کچھ تو کہیے آج اپنا ماجرا! کیا کوئی لخت جگر جاتا رہا!
دیکھتے جاتے ہو مڑ مڑ کر کسے کوئی پیچھے رہ گیا ہے آپ کے!
چلتے چلتے ہائے کیوں گرتے ہیں آپ کیوں نکلتی ہے یہ منہ سے گرم بھاپ
شعلہ زن ہے کیا کوئی سوز نہاں آپ کی آہیں جو دیتی ہیں دھواں
صاف یہ غم کہہ رہا ہے آپ کا حیف ہے یوسف ترا جاتا رہا

نکات عبرت

تفسیر مدارک وغیرہ میں مرقوم ہے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام سے جو اس کے پیارے یوسفؑ بچھڑے ہیں اور باپ بیٹوں میں یہ سخت جدائی واقع ہوئی اس کے تین نکتے لکھے ہیں!

پہلا نکتہ

ایک روز ایوان اسرائیل میں حضرت یعقوب علیہ السلام مع اپنے فرزندوں کے تشریف

رکھتے تھے اور سب کے سامنے اس وقت دستر خوان بچھا ہوا تھا اور قسم قسم کے کھانے اس پر چنے ہوئے تھے اتفاق سے دروازہ پر ایک سائل آیا اور سوال کیا کہ اے اسرائیل پیغمبر! کچھ مجھے اللہ کے راہ پر دیجئے کہ میں بھوکا ہوں۔ اتفاق کی بات ہے کہ اس وقت آپ کا خیال اس کی طرف ذرا متوجہ نہیں ہوا۔ کانوں میں فقیر کی آواز ضرور آئی ہوگی۔ فرزند کی محویت میں فقیر کی صدا پر کچھ التفات نہیں کیا جس سے سائل کو کچھ نہ ملا اور وہ خالی چلا گیا۔ اسی وقت حضرت یعقوبؑ کے نام وحی آئی:

ایسی فرزند ول میں محویت ہوئی
بات بھی سائل کی سننی چھوڑ دی
مانگتا تھا وہ ہمارے نام پر!
نام لیتا تھا ہمارا سر بسر
تم اگر کھانا کھلا دیتے اُسے!
یاد وہ چالیس دن کرتا مجھے!
جیسا سائل کو دیا ہے تم نے غم!
ایسا بس میں بھی تمہیں دوں گا الم
محو جس میں ہو گئے یعقوب تم
دیکھنا تم سے نہ وہ ہو جائے گم

دوسرا نکتہ

لکھا ہے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے ایک لونڈی خریدی تھی جس کا ایک چھوٹا سا لڑکا بھی اس کے ساتھ تھا۔ آپ نے کسی ضرورت اور مصلحت سے اس لڑکے کو کہیں بھیج دیا جو اتفاق سے وہاں جا کر مر گیا یا غائب ہو گیا۔ پھر ماں کو اس کا دیکھنا نصیب نہ ہوا اور وہ بیچاری اس کے لئے روتی رہی۔ یہاں تک کہ وہ عورت اندھی ہو گئی جس کے بارے میں ایک روز حضرت جبرئیل علیہ السلام آئے اور کہا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

میری بندی کو ستایا آپ نے!
اور دل اس کا دکھایا آپ نے
اس کا لختِ دل جُدا تم نے کیا
اس کو یہ صدمہ تھی نے پس دیا
ہم کو اے یعقوب ہوتا ہے یقیں
تم کو یہ صدمہ نہ پیش آئے کہیں

تیسرا نکتہ

لکھا ہے کہ حضرت یعقوبؑ نے کسی ضرورت کیلئے ایک دنبی کا بچہ ذبح کیا تھا جس کی جدائی میں بے زبان دنبی بہت روئی تھی اور اپنے پروردگار کی جناب میں فریاد کیا کرتی تھی۔ چنانچہ وحی کے ذریعہ آپ کو دنبی کا واقعہ بتایا گیا جس کے جواب میں حضرت یعقوبؑ نے عرش کی ندا ...

یہ جو کچھ بھی مجھ سے سرزد ہوا ہے محض غفلت سے اور سہو ہوا۔ خداوندا! میں نے جان بوجھ کر یا عمداً کوئی کام نہیں کیا اس پر حضورِ خداوندی سے جواب ملا

سہو کیسا، کیسی غفلت، کیسی بھول : آپ کے ہاتھوں ہوئے ہیں دو ملول
یہ تو ہم بھی جانتے ہیں اے نبی : جان کر تم نے نہیں تکلیف دی!
جان کر یہ ظلم تم کرتے اگر
حال ابتر اس سے ہوتا سربسر

بھائیوں کا نیک ارادہ

حضرت یعقوبؑ کی حالت روز بروز نازک ہوتی جاتی تھی اور وہ بند کوٹھڑی میں بیٹھ گئے ہیں اور بیت الاحزان اس کا نام رکھ دیا ہے جہاں سے حضرتؑ کے رونے کی کبھی آواز آتی ہے اور کبھی عالم سکوت ہوتا ہے یہ دیکھ کر آپ کے بیٹے یہودا سے نہ رہا گیا اور آپ کے لئے سخت بے چین ہوا۔ نیز جب سے حضرت یوسفؑ کنوئیں میں گرے تھے روزانہ یہ بھائی کنوئیں پر جاتا تھا اور کھانا پینا بھی پیارے یوسفؑ کو پہنچا آتا تھا اور کنوئیں پر عجائباتِ قدرت روزانہ دیکھ کر آتا تھا۔

ایک روز جبکہ والد ماجد کی یہودا نے بہت نازک حالت دیکھی تو بیقرار ہو کر بھائیوں سے کہا کہ اے غافلو! کس خواب خرگوش میں پڑے ہو دیکھو وہ حضرت یوسفؑ کا خواب سچا ہونا شروع ہو گیا ہے اور حضرت یوسفؑ پر انوار و برکاتِ الٰہی کا نزول ہونے لگا۔ بھائی ششدر ہو کر پوچھتے ہیں کیا دیکھا جس کے جواب میں یہودا کہتا ہے کہ اس اندھیرے کنوئیں میں دن نکلا ہوا ہے اور حضرت یوسفؑ کی پیاری پیاری باتوں کی آواز چلی آتی ہے اور کوئی دوسرا دکھائی نہیں دیتا اور کنوئیں میں سے بے انتہا خوشبوئیں آرہی ہیں، اور حضرت یوسفؑ پر رحمتِ الٰہی کا نزول صاف نظر آرہا ہے لہٰذا اس وقت تمہارا سب سے پہلا فرض ہے کہ باپ کی حالت پر رحم کرو۔ اور حضرت یوسفؑ کے مظالم سے توبہ کرو اور اسے کنوئیں سے نکال لاؤ اور والد سے لا ملاؤ حضرت والد ایسے نہیں ہیں کہ تم سے بدلہ لیں گے بلکہ شاد ہو جائیں گے اور تمہاری تقصیریں معاف کر دیں گے۔

یہودا کی اس رائے کو انجام بینی کے لحاظ سے سب نے پسند کیا اور اسی وقت سب کھڑے ہو گئے اور کہا چلو! حضرت یوسفؑ کو کنوئیں سے نکال کر لائیں اور والد بزرگوار سے لا کر ملا دیں۔ سب کے سب سوتیلے بھائی آدھی دور ہی گئے تو سامنے سے ایک پیر مرد آئے اور کہا کہاں جاتے ہو۔ کہا کہ یوسفؑ کو کنوئیں سے نکالنے جاتے ہیں۔ پیر مرد نے کہا ؎

کیا بُری تدبیر سوچی تم نے یہ ! میرے پیارو کچھ نہیں کی تم نے یہ
کام ایسا پہلے تم نے کیوں کیا جس کے پیچھے تم کو پچھتانا پڑا
عاقلوں کا یہ نہیں شیوہ ذرا بلکہ جو کچھ ہو گیا سو ہو گیا
نیز بدنامی ہے اس میں اس قدر جھوٹے کہلاؤ گے پھر تم عمر بھر
پھر تمہارا کس کو ہوگا اعتبار کذب سمجھیں گے سبھی قول و قرار
ساتھ دنیا سے تمہاری جائے گی سخت بدنامی و ذلت آئے گی

باز آؤ اپنی اس تدبیر سے
ہو چکا ہونا تھا جو تقدیر سے

بھائیوں کی یہ سمجھ میں آ گیا ہائے اے شیطان تیرا مشورہ
سب کے سب الٹے پھر اب وعدہ سے اور منہ موڑا سب ہی نے چاہ سے

بھائیوں کا مشورہ یاں ارد ہوا
اور کنویں پہ واں ہوا فضلِ خدا

مصری قافلہ

وَجَاءَتْ سَيَّارَةٌ فَأَرْسَلُوا وَارِدَهُمْ فَأَدْلَىٰ دَلْوَهُ ۔ یعنی چاہِ کنعان کے قریب ایک مصری قافلہ آکر ٹھہرا جنہوں نے اپنے دو آدمی پانی بھرنے کے لئے کنویں پر بھیجے۔ انہوں نے آکر کنویں میں اپنا ڈول ڈال دیا۔ یہاں بعضے مفسرین لکھتے ہیں کہ حضرت یوسفؑ کنویں میں ایک رات رہا ہے بعض کہتے ہیں تین دن اور تین رات تک۔ بعض کہتے ہیں کہ سات رات اور سات دن تک کنویں میں رہے۔

غرضیکہ ایک سوداگر اپنا قافلہ لئے ہوئے ملک یمن سے آرہا تھا اور مصر شہر کی طرف جارہا تھا۔ اتفاق سے وہ راستہ بھولا اور بھٹکا ہوا اس کنویں کے قریب جب پہنچا تو اس کے جانور پیاسے مرنے لگے اور قافلہ کا پانی بالکل ختم ہو گیا۔ آخر کنویں کے لالچ میں اس سالارِ قافلہ نے جس کا نام مالک تھا اپنا قافلہ وہیں ٹھہرا لیا اور اس نے اپنے دو آدمی پانی بھرنے کے لئے کنویں پر بھیجے جن میں ایک کا نام بشریٰ اور دوسرے کا نام بشیر تھا۔ چنانچہ بشریٰ نیچے کھڑا رہا اور بشیر نے کنویں کے مینڈ پر چڑھ کر اس میں ڈول ڈالا۔ ڈول جب تہ پر پہنچا تو حضرت یوسفؑ خوفزدہ ہوئے اور دل میں کہا کہ شاید میرے دشمن بھائی اس ڈول کے ذریعے مجھے باہر نکالنا چاہتے ہیں اور نکال کر مجھے ہلاک کر دیں گے یا کچھ اور تکلیف

پہنچائیں گے انہوں نے ڈول کو نہ پکڑا اور پتھر پر ایک طرف سمٹ بیٹھے۔ اسی وقت جبرئیل تشریف لائے اور فرمایا کہ اے یوسف! اللہ تعالیٰ آپ کو سلام پہنچاتا ہے اور یہ ارشاد کرتا ہے کہ یہ ڈول بھائیوں کا نہیں ہے انہوں نے نہیں ڈالا ہے بلکہ یہ ڈول ہم نے ڈالا ہے لہذا بے خوف ہو کر تم اس ڈول میں بیٹھ جاؤ اور ہماری قدرتِ کاملہ کا تماشہ دیکھو۔ یہ سنتے ہی حضرت یوسفؑ نے وہ ڈول پکڑا ہی نہیں بلکہ اپنے ننھے سے جسدِ نورانی کو لیکر خود اس میں بیٹھ گئے۔ تفسیر معالم میں لکھا ہے کہ اب بشیر ڈول کھینچتا ہے تو وہ اس سے کھنچتا نہیں کیونکہ وزن بہت ہو گیا ہے۔ ٹھہر گیا اور تھوڑی دیر دم لیکر ڈول کھینچنے لگے بشیر نے پھر زور لگایا مگر ڈول نے پھر جنبش تک نہیں کی جس سے بشیر سخت پریشان ہوا اور اسی پریشانی میں اس نے کنویں میں جھانک کر دیکھا کہ کیا بات ہے؟ ڈول اتنا وزنی ہو گیا ہے جو مجھ سے کھنچ نہیں سکتا۔

دیکھتا کیا ہے کنویں میں یہ بشیر ۔۔۔ جلوہ گر ہے رحمتِ ربِ قدیر
وہ کنواں کیا ہے گل و گلزار ہے ۔۔۔ اور نزولِ رحمتِ غفار ہے!
چاند اک اترا ہوا ہے چاہ میں! ۔۔۔ ایک دن نکلا ہوا ہے چاہ میں
ڈول میں بیٹھا ہوا ہے نازنیں ۔۔۔ آنکھ جس کے حسن پر جمتی نہیں
محو حیرت ہو کے چیخ اٹھا وہیں! ۔۔۔ آہ وہ اک چیز ہے اے ہم نشیں

حضرت یوسفؑ کا کنویں سے نکلنا

قَالَ يٰبُشْرٰى هٰذَا غُلٰمٌ۔ یعنی بشیر نے متعجب ہو کر آواز دی کہ اے بشریٰ جلدی آ اور دیکھ ڈول میں کیسا ایک خوبصورت لڑکا بیٹھا ہے۔ چنانچہ بشریٰ جلدی سے بشیر کے پاس پہنچا اور دونوں نے مل کر وہ ڈول کنویں سے کھینچا اور لرزتے تھرتھراتے ہوئے فرزندِ حسین کو ڈول میں سے نکال کر کنویں کے منڈیر پر بٹھایا جس کی شعاعیں اور حسن کا چمکارا شہر کنعان کی دیواروں پر جا پڑا جس سے کنعان میں سارے بھائی سمجھ گئے حضرت یوسفؑ کنویں سے نکل آیا اور معلوم نہیں اسے کس نے نکالا۔ اسی وقت سب کے سب چل کھڑے ہوئے۔ ادھر سے وہ غلام جو کنویں پر چوکیدار کر رہا تھا برادرانِ یوسفؑ کو اطلاع دینے کیلئے دوڑا۔ راستے میں دیکھا کہ حضرت یوسفؑ کے بھائی بغیر اطلاع کے خود ہی دوڑے چلے آتے تھے۔ غلام کو دیکھتے ہی پوچھا کیا واقعہ ہے؟ غلام نے کہا کہ مصر کا ایک قافلہ رات سے آ کر وہاں ٹھہرا ہوا ہے جس کے دو غلاموں نے آکر تمہارے یوسف کو کنویں سے نکال لیا۔ بھائی یہ سن کر اور تیز قدم چاہِ کنعان کی طرف دوڑے۔

یہاں بُشریٰ اور بشیر چاند سے فرزند کو کنوئیں سے نکال کر ڈرتے ڈرتے پوچھتے ہیں کہ آپ پیاری صورت! تو کون ہے؟ کہ آج تک ہم نے ایسی چیز نہیں دیکھی۔ اے صاحب جمال! تو کوئی فرشتہ ہے یا جن یا انسان ہے آخر کون ہے؟

معصوم حضرت یوسفؑ نے ڈرتی ڈرتی آواز سے فرمایا۔ میں انسان ہوں کہ اتنے میں تمام قافلہ والے اور مالکِ قافلہ یہ عجیب و غریب چمکار دیکھ کر کنوئیں کی طرف دوڑے۔ جا کر دیکھا تو بشیر اور بشریٰ ایک عجیب و غریب فرزند کو لئے بیٹھے ہیں اور فرزند صاحب جمال سے باتیں کر رہے ہیں۔ سالارِ قافلہ نے یہ شکل دیکھتے ہی ایک دولت عظمیٰ سمجھ کر حضرت یوسف کو چھپانے کی کوشش کی جیسے خدا فرماتا ہے وَاَسَرُّوْهُ بِضَاعَةً۔ یعنی؛ مالکِ قافلہ نے دولت سمجھ کر حضرت یوسفؑ کو چھپایا اور اپنے دل میں یہ سمجھو تہ کیا کہ مصر میں چل کر اسے بڑی قیمت سے فروخت کروں گا اور خوب مال و دولت حاصل کروں گا کہ اتنے میں برادرانِ یوسف آموجود ہوئے اور قافلہ والوں سے کہا یہ ہمارا غلام ہے اور ہماری خدمت سے بھاگ کر اس کنوئیں میں آن ڈوبا ہے۔ خیر اتفاق سے تم نے اسے نکال دیا۔ اب اسے ہم تمہارے ہاتھ فروخت کرتے ہیں۔ تھوڑے بہت جتنے مناسب سمجھو دام دو اور اسے یہاں سے لے جاؤ کہ ہم اس سے سخت بیزار ہیں۔

یہ سن کر سالارِ قافلہ آگے بڑھا اور حضرت یوسفؑ کے بھائیوں سے کہا مجھے آپ لوگوں کے کلام میں جھوٹ معلوم ہوتا ہے۔ میرا دل نہیں مانتا کہ میں اس حسین صورت کا غلام ہونا اور تمہارا آقا ہونا تسلیم کروں۔ واللہ واللہ یہ صورت ہرگز غلامی کے قابل نہیں ہے۔ سالارِ قافلہ کی یہ تقریر سن کر برادرانِ یوسفؑ بہت ساکت ہوئے اور شرمندہ لہجے میں کہا کہ نہیں ہماری بات کا یقین نہیں ہے تو تم خود اس سے دریافت کر لو کہ آیا ہمارا غلام ہے یا نہیں؛ غرضیکہ فریب دینے والے اپنے فریب کو سچا کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ حالانکہ اللہ خوب جانتا ہے۔ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ بِمَا يَعْمَلُوْنَ ٥ اللہ جل شانہٗ ان لوگوں کی باتوں کو خوب جان رہا ہے اور دیکھ رہا ہے۔

پھر بھائیوں نے عبرانی زبان میں آہستہ آہستہ غصہ سے کہا کہ یوسفؑ! دیکھ یاد رکھیو اگر تو نے ہماری بات جھٹلائی اور سالارِ قافلہ سے اصل بات بیان کی تو دیکھ رہا ہے کہ تجھے یہاں سے کھینچ کر ایک ایسے خوفناک جنگل میں لے جائیں گے جہاں تیرا کوئی پرسانِ حال نہ ہوگا اور پھر وہاں لیجا کر ہم تجھے مار ڈالیں گے اور اگر ذرا بھی تم نے اُف کی تو اچھا نہ ہوگا اور ہم ضرور ایسا کر گزریں گے۔ پیارے یوسف چاہتے تھے کہ اصل واقعہ بیان کریں مگر بھائیوں کی دہشت سے خاموش ہو گئے اور منہ سے ہوں تک نہ نکالی سالارِ قافلہ نے جب دیکھا کہ حضرت یوسفؑ ان لوگوں کے خلاف کچھ نہ بولے تو اس نے اپنے دل

میں خیال کیا کہ شاید ایسا ہی ہوا اور یہ فرزندان لوگوں کا غلام ہی ہو۔ مگر مزید اطمینان کے لیے مالک قافلہ نے حضرت یوسفؑ کی طرف مخاطب ہو کر دریافت کیا اے فرزند! یہ جو لوگ کچھ کہہ رہے ہیں کیا سچ ہے اور کیا واقعی تم ان کے غلام ہو؟ آپ نے فرمایا سے

واقعی جو کچھ یہ کہتے ہیں تمام ! فی الحقیقت ہوں میں اللہ کا غلام

مگر ڈر کے مارے لفظ اللہ دبی زبان سے کہا جس سے مالکِ قافلہ کو بھی یقین آگیا کہ واقعی یہ فرزندان لوگوں کا غلام ہے۔ آخر بیع شروع ہوئی اور سالارِ قافلہ نے اپنی پونجی کی طرف دیکھا تو اتفاق سے اس کے پاس اس وقت صرف اٹھارہ درہم تھے اسی وقت جیب سے نکال کر ان کے سامنے کئے۔ برادرانِ یوسفؑ نے بہت جلدی وہ اٹھارہ درہم سالارِ قافلہ کے ہاتھ سے لیکر حضرت یوسفؑ عزیز کو بیچ ڈالا اور نہایت نفرت اور بیزاری سے سالارِ قافلہ کو دے دیا۔

وَكَانُوا فِيهِ مِنَ الزَّاهِدِينَ ۔ یعنی: وہ حضرت یوسفؑ سے سخت بیزار تھے اور چاہتے تھے کہ کہیں جلدی سے یہ اس سرزمین اور اس ملک سے باہر نکل جائے۔

پھر جب یہ بیع ہو چکی تو مالکِ قافلہ کے کہنے پر حضرت یوسفؑ کے بھائیوں نے ایک بیعنامہ سالارِ قافلہ کو لکھ کر دے دیا۔ اور زبانی ہدایت کی کہ دیکھو جب تک تم مصر نہ پہنچ جاؤ اس کی پوری حفاظت رکھنا کیونکہ یہ بھگوڑا ہے اور ہر جگہ بھاگنے کی کوشش کرتا ہے۔ یہ کہہ کر حضرت یوسفؑ کے بھائی اٹھارہ درہم اچھالتے ہوئے خوشی خوشی گھر کو روانہ ہو گئے اور نو بھائیوں نے دو دو درہم تقسیم کئے اور یہودا کو محروم کیا کیونکہ وہ پیارے یوسفؑ سے واقعی محبت کرتے تھے اور ہمیشہ ان کی ہی بولا کرتے تھے چنانچہ اب بھی یہودا نے ان درہموں میں سے اپنا حصہ لینا مکروہ جانا اور ان درہموں کو ہاتھ تک نہیں لگایا۔ القصہ ادھر برادرانِ یوسفؑ چلے ادھر پیارے حضرت یوسفؑ کی آنکھوں سے آنسو رواں ہوئے۔

بھائی جب کنعان کی جانب چلے ۔۔۔ پیارے یوسفؑ ہائے کرکے رو دیئے

نقشہ وکنعان آنکھوں میں کھنچا ۔۔۔ باپ پیارے کا تصور بندھ گیا

اور کہا دل میں کہ اب فرقت ہوئی ۔۔۔ سرزمیں یہ اب ہمیشہ کو چھٹی!

قافلے کی روانگی

حضرت یوسفؑ کا جگر فگار رونا دیکھ کر سالارِ قافلہ حضرت یوسفؑ کی طرف متوجہ ہوا اور کہا کہ افسوس تم ان کے فراق میں روتے ہو جن کو تمہارے اوپر ذرا رحم نہیں آیا بلکہ وہ تم سے سخت نفرت کرتے تھے

ہیں۔ تم ان سے اسقدر محبت رکھتے ہو اور ان کیلئے بے چین ہوتے جا رہے ہو۔ آپ نے فرمایا۔ اے مالک:

دل بھر آتا ہے جن کے واسطے! حیف وہ منہ موڑ کر کیسے چلے!
کیا کہوں کس واسطے روتا ہوں میں جان اپنی کس لئے کھوتا ہوں میں
مالکا! گو ان کو نفرت مجھ سے ہے انتہائی گو عداوت مجھ سے ہے
ان کی الفت ہے میرے دل میں نہاں ہے نرالی سب سے اپنی داستاں

اذن دے پھر اک دفعہ ملنے کا تو
سب سے پچھلی ہے یہ میری آرزو

مالک نے اجازت دے دی اور کہا کہ اس میں میرا کیا حرج ہے آپ ایک دفعہ نہیں بلکہ دو دفعہ ان سے اور مل لیں۔ بس اتنا سنتے ہی پیارے یوسف اپنے بھائیوں کی طرف دوڑے اور آخری ملاقات کے لئے ان کی طرف بھاگے اور ایک ایک بھائی کا نام لے کر پکارنا شروع کیا۔

ٹھہرنا۔ رکنا ذرا ننھے سے یوسف کے لئے دیکھنا مڑ کر اسے جس کو کہ دھکے دے دئے
اے گروہِ سخت دل اے قافلے کنعان کے اپنے ننھے سے مسافر کو بھی مڑ کر دیکھ لے
کس پہ چھوڑا تم نے مجھ کو اور کس کو دے چلے اور کیا یعقوب کو صورت دکھانے لے چلے
ہائے لے شمعون اے روبیل ٹھہرو تو سہی پیاری پیاری صورتیں مجھ کو دکھا دو آخری
پھر کہاں تم اور کہاں میں اے یہودا آخری پھر کہاں یہ سرزمیں میرے لئے کنعان کی
آئی کانوں میں جو یہ یوسف پیارے کی صدا واں کسی کے دل میں آیا بھی نہیں خوف خدا
بلکہ بھاگے تیز قدموں شہر کنعاں کی طرف تاکہ یوسف آ نہ پہنچے اپنے اخواں کی طرف
جن کے پیچھے آہ بس یوسف بھی دوڑے اسقدر ننھے ننھے پاؤں ہیں اور دل ہے بس زیر و زبر
ایک پتھر کی لگی ٹھوکر گرے وہ منہ کے بل ہائے کر کے گر گئے اور خون بس آیا نکل
ننھے سے یوسف کا گرنا دیکھ کر واں یہ ہوا جس کو کہتے ہیں یہودا دل پکڑ کر رہ گیا
دوڑ کر آیا۔ اٹھایا گود میں فرزند کو اور کہا خاموش ہو جا بھائی تو آنسا نہ رو
یونہی مرضی تھی خدا کی اس کی مرضی یونہی تھی چھوڑ اب کنعان کی اور بھائیوں کی دوستی

ظلم ان کا ان کے آگے آئے گا، گھبرا نہیں
اور تیری امداد پر اللہ ہو گا بالیقین!

غرضیکہ ادھر یہودا حضرت کو تسکین و دلاسہ دیکر اپنے بھائیوں میں جا ملا اور ادھر مالک قافلہ نے

روتے ہوئے حضرت یوسفؑ کا ہاتھ پکڑ کر اٹھایا اور اپنے قافلہ میں لے آیا۔ اور قافلے کو کوچ کا حکم دیا چنانچہ اسی وقت قافلہ روانگی کے لئے تیار ہو گیا۔ حضرت یوسفؑ کو پا بہ زنجیر کر کے ایک اونٹ پر بٹھایا اور ان کے متعلق مالک قافلہ نے اپنے دل میں یہ خوف کیا کہ کہیں بھاگ نہ جائیں۔ اسلئے تمام راستے نہایت حفاظت اور سخت پہرے چوکی کا حکم دیا اور ان کا اونٹ سب اونٹوں کے بیچ میں لیا اور اب قافلہ مصر کی طرف روانہ ہوا۔

قافلہ جب مصر کی جانب چلا ! حال یوسفؑ کا بہت ابتر ہوا
شہر کنعاں آج چھوٹا آپ سے باپ ان سے، اور گئے یہ باپ سے
روئے یوسف ہائے کچھ اس درد سے اور زبانِ حال سے گویا ہوئے
اے وطن اور اے وطن کی سرزمیں کیا جگہ میرے لئے تجھ میں نہیں
اے زمین کنعان کی اے آسماں ہوں تمہارے ہجر سے نوحہ کناں
اے ہوا کنعان میں جب جائے تو حال میرا سب سے کہیو کو بہ کو

کہہ گیا ہے آج ایک قیدی سلام
بن گیا ہے آج جو مصری غلام

والدہ کی قبر

تفسیر بحر المعارج و معالم وغیرہ میں لکھا ہے کہ حضرت یوسفؑ کے غلام بننے اور تھوڑے سے داموں میں بکنے کی وجہ یہ تھی کہ ایک روز ایوانِ اسرائیل میں بیٹھے آپ آئینہ دیکھ رہے تھے جس میں آپ کو اپنا حسن و جمال بہت ہی اچھا معلوم ہوا اور فی الحقیقت آپ کا حسن و جمال تمام جہان سے نرالا تھا چنانچہ آئینہ دیکھ کر آپ نے فرمایا۔ کہ ایسا شخص اور ایسا حسن و جمال کسی کا غلام بن کر فروخت ہو تو تمام جہان بھی مل کر اس کی قیمت نہیں دے سکتا۔ بس حضور خداوندی آپ کا یہ قول کھٹک گیا اور اس وقت جب کہ اٹھارہ درہموں میں آپ فروخت ہو رہے تھے، آپ کے نام وحی آئی جس میں یہ ارشادِ خداوندی ہوا۔

کیا ہوا وہ تیرا کہنا یوسفا ! کتنے تھوڑے دام تو بک گیا
آئینہ جب تو نے دیکھا تھا وہاں چاہیئے تھا شکر خلاق جہاں
حسن جس کے قبضۂ قدرت میں ہے ملک میں جس کی ہے بس ہر ایک شے
قدر کی تصویر کی کیوں یوسفا ! کیوں مصور کا نہ شکریہ کیا
میرا شکریہ اگر کرتا وہاں ! تیری قیمت دے نہیں سکتا جہاں

بعض مفسرین لکھتے ہیں کہ منظور ایزدی یونہی تھا کہ حضرت یوسفؑ غلام بن کر بادشاہ مصر بنے تاکہ انہیں قیدیوں اور غلاموں کی قدر معلوم رہے اور جب ان کے بھائی محتاج ہو کر ان کے پاس آئیں تو یہ اپنی محتاجی کا زمانہ یاد کر کے ان کی قدر کرے اور انہیں امداد پہنچائے۔

القصہ جب مصری قافلہ وہاں سے روانہ ہوا تو شام کے جھٹ پٹے میں حضرت یوسف کو ایک جگہ اپنی والدہ کی قبر نظر آئی جسے دیکھتے ہی آپ فوراً اونٹ پر سے کود گئے۔ اس وقت اتفاق سے آپ کو کسی نے نہ دیکھا اور سب کے سب قافلے والے اپنا قافلہ بڑھاتے ہوئے چلے گئے۔ حضرت یوسف علیہ السلام محزون اپنی والدہ کی قبر پر آئے اور اس سے چمٹ کر اسقدر روئے کہ آنسوؤں کی نالیاں بہہ گئیں۔ آہ اس وقت کا جگر خراش بیان دلوں کو چھیلتا ہے اور غمزدہ کلیجوں کو چھلنی کرتا ہے۔

ہائے اے راحیل اے ماں! کیا کروں — کس زباں سے اپنی حالت میں کہوں
دودھ پیتا چھوڑ کر تم چل بسیں — اور کی آباد، یاں کی سرزمیں
پھر خبر میری نہ مڑ کے تم نے لی — تجھ پہ یوسف کیسی گزری کیا بنی
ہائے سوتیلوں نے دی مجھ کو دغا! — باپ بھائی سے کیا مجھ کو جدا
مجھ کو وہ جنگل میں لائے سب کے سب — کیسے کیسے مجھ پہ توڑے ہیں غضب
کیسا کیسا مجھ کو مارا ہے وہاں! — جس سے آخر ہو گیا ہوں نیم جاں
رسیوں سے باندھ کر پھر یہ کیا! — اک کنوئیں میں مجھ کو دھکا دے دیا
الغرض قیدی ہوا میں مصر کا! — ہائے میں کن کی غلامی میں چلا!
روحِ مادر قبر میں بے چین تھی — جو زبانِ حال سے گویا ہوئی
گویا یہ اس قبر سے آئی صدا — پھڑپھڑاتا ہے میرا دل یوسفا!
کس طرح سینے سے چمٹا لوں تجھے — چاند میرے کیونکر آ دیکھوں تجھے
تیرے سر پہ ہاتھ پھیروں کس طرح — تیری چوٹیں آن دیکھوں کس طرح
آن پونچھوں کس طرح آنسو ترے — تجھ پہ میں قربان اے بچے مرے
کیسے جھگڑوں جا کے تیرے باپ سے — کس کے بدلے میرے یوسف سے لیے
دشمنوں کے ہاتھ میں کیوں دے دیا — کیوں جگر راحیل کا چھلنی کیا
کیا خبر راحیل تجھ کو کیا خبر — ابھی کیا حضرت یعقوبؑ پر

غرضیکہ پیارے یوسفؑ قبر پر آہ و بکا کر رہے تھے کہ اتنے میں ایک شخص آیا۔ اور یہ وہ تھا

کو قافلے کے پیچھے یہ دیکھتا ہوا آتا ہے کہ کوئی شے قافلے کے راستے میں گر گرا پڑی ہو تو اسے اٹھا کر قافلہ میں پہنچا دے۔ یکایک اس نے حضرت یوسفؑ کو دیکھا اور دیکھتے ہی وہ نابکار غصے میں سرخ ہو گیا اور کہا کہ او غلام! تو جیسا بھگوڑا سننے میں آیا تھا حقیقت میں ویسا ہی نکلا اور واقعی تو اسی قابل ہے کہ تجھ پر جتنا ظلم کیا جائے وہ بالکل ٹھیک ہے اور بہت اچھا کیا ان کنعانی لوگوں نے جو تجھ کو فروخت کر کے آفت لے لے اور پرے ٹالی۔ بیشک وہ تمام برائیاں بیان کرنے میں بالکل سچے تھے۔ یہ کہہ کر اس بدبخت نے مظلوم یوسفؑ کے نہایت زور سے ایک طمانچہ مارا جس سے معصوم حضرت یوسفؑ کی آنکھوں میں اندھیرا چھا گیا۔ وہ تن نازنین بے ہوش ہو کر زمین پر گر گیا جس کی اس بدبخت شقی نے کچھ پروا نہ کی اور نہایت بے دردی سے معصوم حضرت یوسفؑ کو اٹھا کر قافلہ میں لایا اور شقی نے آپ کی حالت زار پر ذرا ترس نہ کھایا۔ یہ حالت دیکھ کر صاحب عرش عظیم کو تاب نہ رہی اسی وقت عرش کے کنگورے لرز گئے اور اپنے چھوٹے سے حضرت یوسفؑ نبی پر ایک اجنبی شقی کی دست درازی سے اس کا دریائے غضب جوش میں آگیا اور اسی وقت آسمان پر نہایت خوفناک کالا ابر چھا گیا اور اس میں سے نہایت خوفناک بجلیاں چمکنی شروع ہوئیں اور گرج اس بلا کی ہونے لگی جس سے تمام قافلے کے دل دہل گئے اور ساتھ ہی اس کے ایسی تند اور تیز ہوا چلی کہ قافلہ کی چیزیں اڑنے لگیں جس سے تمام قافلہ کو اپنی ہلاکت صاف نظر آنے لگی۔ جب یہ عذاب کسی طرح کم نہ ہوا بلکہ بڑھتا ہی چلا گیا تو مالک قافلہ گھبرا کر کھڑا ہو گیا اور بلند آواز سے کہا کہ اے قافلے والو۔ جلدی بتاؤ کہ کوئی تازہ ظلم یا نیا گناہ کس نے کیا ہے جس کی وجہ سے یہ عذاب الٰہی نازل ہوا۔ مالک قافلہ کی آواز پر وہی شخص جس نے معصوم حضرت یوسفؑ کے ایک زور سے طمانچہ مارا تھا آگے بڑھا اور سالار قافلہ سے کہا کہ اے مالک! ایک سی بات مجھ سے بیشک سرزد ہوئی ہے۔ وہ یہ کہ یہ بد غلام قافلے سے بھاگ کر پیچھے رہ گیا تھا۔ میں نے غصہ میں آ کر اسے ایک طمانچہ مارا جس سے وہ بیہوش ہو گیا اور جب ہوش میں آیا تو اس نے آسمان کی طرف منہ اٹھا کر کچھ ہونٹ ہلائے اور بس۔

یہ سنتے ہی سالار قافلہ حضرت یوسفؑ کے قدموں پر گرا اور عرض کیا کہ للہ اس کی خطا معاف فرما دیں کہ اس ایک کی وجہ سے تمام قافلے کے لوگ ہلاک ہو جائیں گے للہ آپ اس کے قصور کو معاف فرما دیں کہ یہ بلا ہم سے دور ہو۔ چنانچہ اسی وقت حضرت یوسفؑ نے معاف فرمایا جس سے وہ آسمانی عذاب ٹل گیا اور دور ہو گیا۔ سالار قافلہ نے حضرت یوسفؑ کا یہ معجزہ دیکھا نہایت احترام و عزت کرنے لگا اور اسی وقت اس بدبخت کو آپ کے پاس پکڑ لایا کہ یہ شقی بدبخت موجود ہے آپ اپنے انتقام میں اس سے جس طرح چاہیں پیش آئیں درگزر چاہیں اس سے بدلہ لیں۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے سالار قافلہ کی طرف دیکھا اور فرمایا:

بدلہ لینے کو نہیں آتے ہیں ہم / ہے ہماری آب و گل جود و کرم
منتقم ہے ایک ذات مطلقا / ہم کو اس سے کیا غرض کیا واسطہ
انبیاء کا عام شیوہ ہے یہی ! / ظلم کو وہ بخش دیتے ہیں سبھی !
ہاں مگر ہے وہ عزیز ذو انتقام / ہو نہیں سکتی ہے جس کی روک تھام
ظالموں کو اس سے ڈرنا چاہیے / جس سے بچ سکتی نہیں ہے کوئی شے

غسل یوسف علیہ السلام

بعد اس معجزے کے مصری قافلہ مصر کی جانب روانہ ہوا اور منزل منزل راستہ طے کرتے ہوئے جب یہ لوگ مصر کے قریب پہنچے تو وہاں نہایت اور صاف اور ستھرے پانی کا ایک بڑا چشمہ نظر آیا جسے دیکھ کر سالار قافلہ نے رُکنے کا حکم دیا اور کہا کہ یہاں قافلے والے سفر کی کلفت دُور کریں گے اور حضرت یوسفؑ کو غسل کرائیں گے اور پھر کل علی الصبح مصر میں داخل ہوں گے۔ چنانچہ تمام قافلہ وہاں ٹھہر گیا اور سب لوگوں نے غسل کیا۔ سالار قافلہ نے حضرت یوسف علیہ السلام سے کہا کہ آپ بھی اس چشمۂ مصفا میں غسل فرمالیں تاکہ راستے کی تمام گرد و غبار چہرۂ انور سے دُھل جائے اور مزاج مبارک سے تمام حزن و ملال رفع ہو جائے۔

صاحب معین المعانی لکھتے ہیں کہ جب سب لوگ نہا چکے تو قافلے کے شخص کی صورت بنا کر حضرت جبرائیل علیہ السلام پیارے حضرت یوسفؑ کے پاس آئے اور آپ کا ہاتھ پکڑ کر اس چشمے کے کنارے پر لے گئے جہاں قبۂ آدم صفی اللہ جبرئیل نے پہلے ہی سے لا رکھا تھا اور یہ قبہ وہ تھا جس میں حضرت آدم اور مائی حوا جنت میں غسل فرماتے تھے جس کی تیاری بیانِ انسانی کے امکان سے باہر ہے۔ غرضیکہ جبرئیل امین نے حضرت یوسف کو اس قبہ میں داخل کیا جس میں پہنچ کر حضرت یوسفؑ دیر تک غسل فرماتے رہے۔ صاحب قافلہ نے جب یہ دیکھا کہ حضرت یوسف کو غسل کرنے میں دیر ہو گئی ہے لوگوں کو بھیجا کہ دیکھو حضرت یوسفؑ کہاں چلے گئے ہیں جلدی انہیں لاؤ۔ تاکہ ہم مصر میں داخل ہوں اور دیکھو کہ کیوں اتنی دیر لگی۔ لوگ گئے تو دیکھا کہ حضرت یوسفؑ کا کہیں نام و نشان نہیں ہے۔ اسی وقت تمام جنگل میں ان کی تلاش کے لئے پھیل گئے مگر کہیں مقصود طلب کو نہ پایا اور قبہ کا دروازہ انہیں نظر نہ آیا آخر مجبور و لاچار ہو کر سالار قافلہ کے پاس آئے اور کہا حضرت یوسفؑ کا کہیں پتہ نہیں ہم نے تمام چشمہ اور اس کے چاروں طرف کا جنگل چھان مارا لیکن کہیں حضرت یوسفؑ ہمیں نہیں ملے۔ آنا سے

مالک قافلہ سخت بے چین ہوا اور گوہر مقصود کی تلاش میں خود چلا۔ یکایک سامنے دیکھتا ہے،

چلا آرہا ہے وہ بدر کمال ‏— کئے دیتی ہے جس کی صورت ہلال
شعاعیں درختوں پہ پڑنے لگیں ‏— نگاہیں زمانے کی گرنے لگیں!
ادھر ہوش مالک کے جاتے رہے ‏— ادھر قافلے والے بے خود ہوئے
نہانے سے فرزند کیا بن گیا ‏— یہاں سے وہاں تک بس اک وجد تھا
غبار مسافت یہ چہرے پہ تھا ‏— کہ تھا چاند پر ابر چھایا ہوا
نہاتے ہی کیا ہو گیا خوب رو ‏— نکل آیا گیا چاند بادل سے تو

زلیخا کا خواب

مین المعانی و عجائب القصص میں لکھا ہے کہ زلیخا جس بادشاہ کی بیٹی تھی اس بادشاہ کا نام طیموس تھا اور اس کا ملک سرزمین مغرب میں واقع تھا۔ غرضیکہ بڑے کر و فر اور بڑے شکوہ کا بادشاہ تھا۔ اور بت پرستی اس کا مذہب تھا۔ اس کی ایک دختر تھی جس کا نام راحیل اور زلیخا لقب مشہور تھا۔ جس کے حسن و جمال کی بہت کچھ تعریف و توصیف تواریخ میں مرقوم ہے۔ القصہ زلیخا کی عمر سن بلوغ کو پہنچنے والی تھی اور ایک رات اس نے خواب میں دیکھا کہ ایک پری جمال اور فرخندہ خصال اپنے حسن کا چمکارا اور اپنے جمال کی شعاعیں ڈالتا ہوا میرے محل سرائے کے دروازے میں داخل ہوا ہے اور وہ ہنستا ہوا میری طرف چلا آتا ہے۔ زلیخا بیدار ہو گئی اور بیقرار ہو کر چاروں طرف دیکھنے لگی کہ کہاں ہے وہ صاحب حسن و جمال جو ابھی میری محل سرائے میں داخل ہوا تھا اور ہنستا ہوا میری طرف چلا آتا ہے۔ حیران ہو کر سب کی طرف دیکھا جب وہ کہیں نظر نہ آیا جلدی سے آنکھیں بند کر لیں کہ شاید آنکھیں بند کرنے سے پھر نظر آئے۔ مگر:

اب کہاں وہ نازنیں وہ مہ جبیں ‏— اب کہاں وہ صورت صد حور عین
اب کہاں وہ شکل دکھلاتا ہوا ‏— اب کہاں وہ خواب میں آتا ہوا
اب کہاں تو اے زلیخا وہ کہاں ‏— خواب تھا تو نے جو دیکھا تھا سماں
ہر طرف پھرتی ہے اب تیری نظر ‏— چھپ گیا کیا رشک صد شمس و قمر
اے زلیخا تو نے دیکھا تھا کسے ‏— ہوش تیرے کس لئے جاتے رہے
تو نے کیا دیکھا تھا یہ کچھ تو بتا ‏— اے زلیخا، حال دل کا کیا ہوا

اے زلیخا کس کو دیکھا خواب میں
کس پہ دل آیا یہ تیرا خواب ہیں

زلیخا آنکھیں کھول کر چاروں طرف دیکھتی اور قریب ہے کہ دامن صبر و شکیبائی چاک کر کے اس صاحب حسن و جمال کیلئے فریاد و زاری شروع کرے کہ اتنے میں لوگوں کی شرم و حیا مانع ہو گئی والدین کی عزت کا خیال آیا۔ فوراً آتش الفت کو سینے میں دبا گئی اور ضبط کر کے صرف آنسوؤں پر اکتفا کیا ابھی اور اسی وقت نہیں بلکہ رات دن آٹھوں پہر چونسٹھ گھڑی روتے ہوئے گذرنے لگی۔

یہ حال اس کی سہیلیوں اور ہمجولیوں نے جب دیکھا حیران ہوئیں اور آپس میں سرگوشیاں کرنے لگیں زلیخا سے ایک روز دریافت کرنے بیٹھ ہی گئیں اور کہا اے شہزادی! کیا حال ہے؟ ان میں سے ایک بولی کہ دشمنوں کو کسی کی نظر تو نہیں لگ گئی۔ دوسری نے کہا ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کوئی پری خلل یا آسیب کا سایہ ہے۔ تیسری بولی کسی نے ہماری بیگم پر جادو کیا ہے۔ چوتھی جو سمجھدار اور ہوشیار تھی بولی: آہ! کچھ نہیں ہے بلکہ یہ۔!

سرد آہیں عشق میں ہوتی ہیں یہ — جان عاشق کی یونہی کھوتی ہیں یہ
دل کسی پہ اس کا شاید آگیا — کوئی صورت ناز نیں دکھلا گیا
پاک دامن ہے اگر یہ نیک ذات — خواب میں آیا کوئی والا صفات
لے گیا ہے چھین کر وہ اس کا دل — رکھ گیا ہے اس پہ بس فرقت کی سل

خواب میں اس نے کوئی دیکھا ضرور
شیشۂ دل ہو گیا ہے چور چور

زلیخا نے ایک سرد آہ کھینچ کر اس ہوشمند لونڈی کی طرف دیکھا اور پھر مارے شرم و حیا کے منہ سے اُف تک نہ کی۔ ساکت و دم بخود ہو کر رہ گئی اور وہ محفل برخاست ہوئی۔

دایہ کی باتیں

پھر ایک رات موقع پا کر زلیخا کی وہی دایہ زلیخا کے پاس آئی اور بہت کچھ اس سے اخلاص محبت کے اظہار اور اپنی انتہا خدمت گزاری کے بعد کہا کہ زلیخا دیکھ میں تیری جان نثار دایہ ہوں اور آج دنیا بھر میں سب سے زیادہ میں ہی تیری غمگسار اور سچی رفیق ہوں مجھ سے اپنا حال دل نہ چھپا جو کچھ تجھ پہ گزری اور جو کچھ تیرے دل پر بیتی ہے اسے صاف صاف ظاہر کر دے تاکہ میں اس کا کوئی

طاقت یا تدبیر کرسکوں! زلیخا نے دایہ کی طرف دیکھا اور ٹھنڈا سانس بھر کر کہا۔

آہ دایہ کیا کہوں میں اپنا حال — دل نہیں قابو میں اے عالی خیال
دل میں بیٹھا ئل رہا ہے دل کوئی — اس سے بڑھ کر ہوگی کیا مشکل کوئی
آہ دایہ! کیسی تدبیر و علاج — ٹھیک ہو سکتا نہیں اپنا مزاج
خواب میں دیکھا ہے اک وہ نازنیں — جس کا ثانی آج دنیا میں نہیں
حسن جس کا کیا کہوں کیا چیز تھا!
ہائے کیا دل چھین کر وہ لے گیا!

دایہ سن کر آنکھوں میں آنسو بھر لائی اور اپنے دل میں کہا کہ افسوس ہے کہ شہزادی کو بڑے مہلک مرض نے آن دبایا ہے۔ آہ! جس کا کچھ علاج نہیں۔ دایہ نے پھر آنسو پونچھ کر اور زلیخا کی طرف دیکھ کر کہا کہ شہزادی!! ایسے اور اس قسم کے خواب سچے نہیں ہوا کرتے ہیں اور خواب و خیال اکثر ہوا کرتے ہیں اور بہت دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ کوئی آسیب اچھی صورت خواب میں آتا ہے تو کیا اس کو دل دے بیٹھتے ہیں؟ یہ سن کر زلیخا کے چہرے پر بطور طنز کے ہنسی آئی اور اعتراضاً دایہ کو ہنستے ہوئے جواب دیا۔

ہائے یہ آسیب میں طاقت کہاں — حسن سے روشن کرے سارا جہاں
اس کو کچھ آسیب سے نسبت نہیں — وہ تو کوئی چیز ہے اے ہم نشیں
آہ دایہ کیا کروں کس سے کہوں — دلربا وہ کس طرح میں پا سکوں

دایہ نے جب دیکھا کہ پیاری شہزادی کے دل پر عشق و محبت کی چوٹ کاری لگی ہے جس کا علاج سوائے وصال کے ناممکن ہے اور اب کسی طرح اس کا عشق رکنے والا یا چھپنے والا نہیں۔ اسی وقت کھڑی ہو گئی اور شاہ طیموس کے تخلیہ میں پہنچ کر نور النظر شہزادی کا تمام حال بیان کیا اور کہا کہ جہاں تک ممکن ہو جلدی لخت جگر کا معالجہ کیجیے ورنہ پیاری زلیخا یقیناً ضائع ہو جائے گی اور جان سے زندہ بھی رہی تو جنگل کے تنکے ضرور چنتی پھرے گی۔ لہٰذا جلدی اس کی تدبیر ہونی چاہیے۔ شاہ طیموس اکلوتی بیٹی زلیخا کا یہ حال سن کر سخت مغموم ہوا اور اسی وقت کاہنوں اور معالجوں کو طلب کیا اور انہیں پیاری شہزادی کو دکھایا جنہوں نے تھوڑے تھوڑے دنوں کا علاج کرنے اور اپنی نجوم الٹ پلٹ کرنے کے بعد صاف کہہ دیا کہ آپ کی لڑکی کو کوئی جسمانی مرض نہیں ہے جس کا ہم علاج کر سکیں بلکہ کسی کے عشق میں دیوانی ہے جس کا علاج سوائے وصال محبوب کے اور کچھ نہیں ہو سکتا ہے۔

بوٹی نہیں اس سانپ کے کاٹے کی کہیں بھی
بیمارِ محبت کی دوا ہو نہیں سکتی ۔

دوسرا خواب

صاحب قصص لکھتے ہیں کہ زلیخا کو جب پورا ایک سال گزر گیا اور وہ اس حالت میں گزرا کہ زلیخا کبھی روتی ہے اور کبھی مطلوب کا ہنستا ہوا چہرہ اپنے تصور میں کرکے ہنستی ہے اور اس سے باتیں کرتی ہے کبھی غش کھا کر گرتی ہے اور بے ہوش ہو جاتی ہے اور کبھی چیخنے چلانے لگتی ہے غرضیکہ سخت مجنونانہ حالت میں جب اسے پورا ایک سال گزر گیا تو ایک رات پھر اسی ہوشربا کو خواب میں دیکھا سوتے سوتے دیکھتی کیا ہے کہ وہی صاحب حسن و جمال اور وہی باکمال سامنے کھڑا ہوا تبسم سے زلیخا کی طرف دیکھ رہا ہے اور منہ سے بات نہیں کرتا۔ محض صورت تصویر بنا ہوا کھڑا ہے۔ زلیخا خواب ہی کے عالم میں ننگے سر اور ننگے پاؤں اس صورت ہوشربا کی طرف دوڑی اور اپنا سر اس کے قدموں پر رکھ دیا اور زبانِ حال سے کہنا شروع کیا ؎

کون ہے تو اے شہ حسن و جمال! کس جگہ رہتا ہے تو اے باکمال
سچ بتا تو کون ہے اے نازنیں تیرا ثانی آج دنیا میں نہیں
تو نے میرا دل لیا ہے ہوش مند مجھ پہ ڈالی اپنی اُلفت کی کمند
آہ میں بے چین ہوں تیرے لئے حکم ہو سرکار! کچھ میرے لئے
تو بشر ہے یا فرشتہ ہے کوئی تلخ کی کیوں تو نے میری زندگی
خواب میں تصویر یوں گویا ہوئی اور یہ آہستہ اُسنے بات کی
میں فرشتہ ہوں نہ میں جن ہوں کوئی بلکہ میں ہوں اک بشر، اک آدمی
میں نے کیا تکلیف دی تجھ کو بتا! تو نے خود ہی مجھ کو اپنا دل دیا
پھر کہا طالب جو ہے تو میری اگر! عہد کر، اور قول دے، اقرار کر
چاہتی ہے تو اگر میرا وصال دوسرے کا ہو نہ دل میں کچھ خیال
دوسرے کو میں بھی دیکھوں گا نہیں آخرش ہم تم ہی ہوں گے ہمنشیں

زلیخا کا خواب یہاں تک پہنچا تھا کہ اس کی آنکھ کھل گئی بے ساختہ پکار کر پوچھتی ہے کہ پھر آخر وہ دن کب ہوگا؟ مگر وہاں اب کون جواب دے۔ وہ تو خواب کی بات تھی۔ جواب تو

یہ حالت، خیر ہے شہزادی! یہ نیند میں کیسی بدخوابی ہو رہی ہے۔ اور آج دشمنوں کا مزاج شاید کچھ زیادہ خراب ہو گیا۔ جو سوتے ہوئے باتیں ہونے لگیں۔ زلیخا خواب میں اپنے پیارے مطلوب سے باتیں کر رہی تھی۔ اور بیدار ہوتے ہی کانوں میں ناپاک لونڈیوں کی آواز آئی جنہوں نے کہا آخر وہ دن کب ہو گا کے جواب میں بدخوابی اور بہکنا بتایا۔ غصے میں سُرخ ہو گئی اور تمام لونڈیوں پر پتھر برسانے شروع کئے اور کہا کہ او مردارو! میں نے خدا جانے کس سے ایک مبارک سوال کیا جس کا تم منحوس نالائقوں نے ایسا منحوس جواب دیا۔ نکل جاؤ میرے پاس سے۔ لونڈیاں بھاگتی ہوئیں شاہ طیموس کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور شہزادی کا نیند میں بہکنے اور پھر بیدار ہو کر پتھر مارنے کا حال بیان کیا۔ بادشاہ اور زیادہ مغموم ہو گیا اور لوگوں کے مشورے سے مجبور و ناچار ہو کر اس نے زلیخا کے پاؤں میں سونے کی ایک بھاری زنجیر بنوا کر ڈلوا دی جس میں لکھوکھا روپے کے لعل و گوہر جڑے ہوئے تھے۔ اور عجیب و غریب تیاری کی ہوئی تھی۔ وہ زنجیر پہنے ہوئے زلیخا روتی تھی اور زبانِ حال سے کہتی تھی۔

کس پری صورت کا آیا دل میں چاؤ! — کس کے ملنے کا یہ ہوتا ہے بناؤ
یہ نیا زیور ہے اس کے واسطے — جو کہے اپنی، نہ کچھ میری سُنے
سال بھر میں جو کہ آتا ہے نظر — کیا اس کے واسطے ہے کرّ و فر
اے کے دیکھے کتنے والا خواب کا — ہو رہی ہے مجھ پہ کیا جور و جفا

ہائے ہل سکتی نہیں میں اب ذرا
ہائے بن آئی ہے کیا مجھ سے خطا

تیسرا خواب

پھر پورا ایک سال گزرنے کے بعد زلیخا نے تیسری مرتبہ خواب میں دیکھا کہ وہی ہوش ربا اسی طرح ہنستی ہوئی صورت لئے سامنے کھڑا ہے جسے دیکھتے ہی زلیخا اس طرح ننگے سر اس کے قدموں پر گری اور اس ماہ منیر کا دامن پکڑ لیا اور نہایت درد کے ساتھ روتے ہوئے کہا۔

تجھ کو اس ذاتِ مقدس کی قسم! — جس نے تجھ کو یہ دیا جاہ و حشم
تجھ کو سوگند اس ازلی ذات کی — جس نے پیدا کی ہے یہ صورت تری
تجھ کو اس پیارے مصوّر کی قسم — جس نے یہ تصویر کھینچی، محترم
کس جگہ رہتا ہے تو اے نازنیں — کچھ تو دے اپنا پتہ اے دلنشیں

کونسا وہ شہر ہے اے دلفگار   جس میں تو رہتا ہے اے عالی تبار

شکلِ یُوسفؑ

ہوں عزیزِ مصر میں اے نیک خو   کر وہاں ملنے کی مجھ سے جستجو

گویا کہ خواب میں تصویرِ حضرت یوسفؑ نے اپنے آپ کو عزیزِ مصر ہونا آئندہ کے لحاظ سے بیان کیا۔ مگر زلیخا موجودہ عزیزِ مصر کو سمجھی کہ یہی ہے میرا مطلوب و محبوب۔ غرضیکہ زلیخا پچھلے خواب میں اپنے محبوب کا پتہ سُن کر بیدار ہو گئی اور اسی وقت اپنی تمام خواصوں اور کنیزوں کو آواز دی۔ خواصیں اپنی بیگم کی تندرست آواز پر جو کہ تین سال بعد ان کے کانوں میں آئی حیرت زدہ ہوئیں اور مبارکباد دیتی ہوئیں زلیخا کے پاس آئیں اور نہایت خنداں و فرحاں اپنی بیگم کو دیکھنا شروع کیا۔ زلیخا نے کہا جاؤ اور میرے والد ماجد کو مژدہ خوشخبری سناؤ اور کہو۔

آپ کی پیاری زلیخا بچ گئی   اور دوبارہ زندگی اس کو ملی
اس کی بیماری سبھی جاتی رہی   جیسی وہ پہلے تھی ویسی ہو گئی
اس کا بس مقصود حاصل ہو گیا   جس کی جویا تھی وہ اس کو مل گیا
گوہرِ مقصود حاصل ہو گیا   دے گیا وہ خواب میں اپنا پتہ
ہے عزیزِ مصر وہ عالی تبار   کر گیا ہے مجھ سے وہ قول و قرار

خواصیں دوڑی ہوئی شاہِ طیموس کے پاس پہنچیں اور زلیخا کا مژدہ صحت افزا سنایا۔ بادشاہ باغ باغ ہو گیا اور اسی وقت زلیخا کے پاس آیا اور دیکھا کہ پیاری زلیخا شاد شاد ہے اور نہایت تندرست اور خوش و خرم ہے فوراً وہ طلائی بیڑی پاؤں سے نکالی اور کہا کہ اے نورِ دیدہ اے پیاری زلیخا! خاطر جمع رکھ تیرا مقصود حاصل ہونے والا ہے کیونکہ مجھے خبر داروں سے یہ معلوم ہوا ہے کہ تیرے عقدِ نکاح کے شگفتے ہی ممالک سے اور کئی بادشاہ زادوں کی طرف سے پیغام نکاح آنے والے ہیں۔ ممکن ہے ان میں عزیزِ مصر کا بھی کوئی پیغام ہو۔ تو اس میں اسے روک لوں گا۔ اور تیری آرزو پوری کروں گا۔

نہ گھبرا ذرا دل میں اے نورِ عین   بہت جلد ہوگا ترے دل کا چین
بڑا مجھ کو صدمہ تھا تیرے لئے   بُرا حال میرا تھا تیرے لئے

بڑا مجھ پہ احسان ہے معبود کا
کہ جس نے تجھے آج اچھا کیا

پیغامِ نکاح

لکھا ہے کہ اسی ہفتے کتنے ہی شہزادوں کے پیغام زلیخا کیلئے شاہ طیموس کے پاس آئے۔ زلیخا کو جب معلوم ہوا کہ کئی بادشاہوں کے ایلچی اس کے نکاح کا پیغام لائے ہیں۔ بہت فکر ہوا۔ اور اُس کا دل دھڑکنے لگا اس خیال سے کہ دیکھیں کوئی پیغامبر ان میں عزیزِ مصر کا بھی ہے یا نہیں۔ زلیخا اپنے دل میں یہ خیالی پلاؤ پکا رہی تھی کہ اتنے میں شاہ طیموس زلیخا کے پاس پہنچا کہ نورِ نظر فلاں شہزادوں اور بادشاہوں کے پیغام آئے ہیں اب تو اپنے دل میں غور کر کے مجھ سے بیان کرنا کہ میں تیرے عقدِ نکاح کی تیاری شروع کر دوں اور خاص ایلچی کو زبان دے دوں۔ زلیخا نے تمام پیغامیوں کی فہرست بغور سُن کر کہا۔ ؎

مصر کا جب ایلچی کوئی نہیں — خاک ڈالو ان کے منہ پر بالیقین
پھیر دو سارے پیامی پھیر دو — سب سے کہہ دو جاؤ اپنی راہ لو
اور ناامید ہو کر پھر کہا — دیکھئے تقدیر میں لکھا ہے کیا

زلیخا کی ناراضگی معلوم کر کے بادشاہ نے ان تمام پیامیوں اور ایلچیوں کو معذرت کر کے اور انعام واکرام دیکر اور یہ کہہ کر رخصت کیا کہ اس بیمار کو وہ مبارک پیغام میں سب سے پہلے عزیزِ مصر کی سبقت ہے۔ لہٰذا میرا ارادہ اپنی دختر کو عزیزِ مصر کے ہاں دینے کا ہے۔

جب وہ سب کے سب ایلچی چلے گئے تو اب شاہ طیموس کو عزیزِ مصر کے ہاں سے پیغام کا انتظار ہوا مگر وہاں عزیزِ مصر کا کوئی پیغام نہ سلام۔ کچھ بھی نہیں آخر شاہ طیموس نے ہی اپنا ایک ایلچی جو مدبر اور ہوشیار تھا، شہرِ مصر کو روانہ کرنے کا انتظام کیا جس کے ساتھ بہت تحفے تحائف کئے اور زبانی یہ پیغام بھیجا کہ اے عزیزِ مصر تم کو معلوم ہو کہ میری دختر نیک اختر پیاری زلیخا کے عقدِ نکاح کے لئے شاہ روم اور شام کے بہت سے ایلچی آئے اور بہت اصرار سے انہوں نے اس مبارک عقد کیلئے کہا مگر میں نے نامنظور کر دیا اور تمام قاصدوں کو واپس کر دیا چونکہ مجھے ملکِ مصر، سرزمینِ مصر بہت پیاری اور مرغوب ہے اسلئے میں چاہتا ہوں کہ اپنی پیاری دختر کو مصر میں رخصت کر دوں۔ ایلچی شاہ طیموس کا پیغام لیکر مصر پہنچا اور عزیز کی خدمت میں حاضر ہو کر تحفے تحائف پیش کئے اور پیغامِ عقد سُنایا۔ عزیزِ مصر یہ پیغام سُن کر بڑا خوش ہوا اور اپنے جامے میں پھولا نہ سمایا۔ اور بہت کچھ مسرور ہو کر شاہ طیموس کے ایلچی سے کہا کہ میں خود شاہ طیموس کی خدمت میں حاضر ہوتا مگر شاہِ مصر کی حضوری سے

مجھے ایک لمحہ کی فرصت نہیں سخت مجبور ہوں اور اپنی طرف سے ایک ہزار کنیزیں اور دو مقرب تین اور معتمدین مرد بزرگ اور ہزار غلام خوب رُو اور بہت سے امیر و امرا شاہ طیموس کی خدمت میں حاضر کرتا ہوں تاکہ وہ شاہ کی دختر کو نہایت احترام کے ساتھ لے آئیں۔ ایلچی نے عزیز مصر سے کہا کہ ہمارے بادشاہ کو ان تکلفات کی چنداں ضرورت نہیں اس کو خدا نے سب کچھ دے رکھا ہے اور آپ کی دُعا سے اس کے خزانے لبریز ہیں۔ تاہم عزیز مصر نے سب سامان ایلچی کے ساتھ ہی کر دیا۔ اور اب وہ ایلچی پیاری دختر زلیخا کی برات لیکر اپنے شہر میں پہنچا اور ایک دھوم دھام ہونے لگی۔

سُنا جب زلیخا نے یہ غلغلہ — کہ اب مصر کا قافلہ آگیا
خوشی سے پھر اس کا عجب حال تھا — گماں مرگ شادی کا سب کو ہوا
ہنسی اس کے چہرے پہ یاں تک پڑی — کہ برسوں میں وہ کھلکھلا کر ہنسی!
غرض دھوم شادی کی ہونے لگی! — خوشی کی نہ حد تھی کسی ایک کی
سبھی شاد و خرم چہکنے لگے! — سبھی پھول اور گل مہکنے لگے!
مبارک سلامت کی اک دھوم تھی — عجب شادمانی عجب تھی خوشی
ادھر شاہ طیموس مسرور تھا — ادھر زلیخا کا دل مخمور تھا!

زلیخا کی شادی

جب شاہ طیموس نے دیکھا کہ میرا ہوشمند ایلچی عزیز مصر کی بارات لیکر آیا بیحد مسرور ہوا۔ اور اسی وقت زلیخا کو وداع یا اس کی شادی کی تیاری میں مصروف ہوا۔ اور تیاری بھی بڑے زبردست پیمانے پر کی۔ یعنی یہ کہ ایک ہزار بڑے حسن و جمال والی کنیزیں، ایک ہزار نہایت حسین و جمیل غلام ایک ہزار خوش و خرم گھوڑے ایک ہزار تیز رفتار ناقے بختی اونٹ، دو سو فرش دیباج، دو سو گوہر بے بہا، دو سو مشک کی قابیں۔ علاوہ اس کے اور بے انتہا سامان پیاری زلیخا کے جہیز میں تیار کیا اور موافق قاعدہ عزیز مصر سے نکاح کر کے نہایت تزک و احتشام سے اپنی نور نظر زلیخا کو رخصت کیا۔

جب یہ شان و شوکت کی بارات سرحد مصر کے قریب پہنچی تو عزیز مصر استقبال کی رسم کے مطابق حسب ذیل تحائف منہ دکھائی دینے کیلئے اور دلہن کو لینے کیلئے خود آیا۔ سینکڑوں کنیزیں، سینکڑوں غلام بے انتہا گھوڑے جوڑے اور بہت سے لعل و جواہر بے تعداد سونا چاندی اور خزانہ غرضیکہ عزیز مصر منہ دکھائی دینے کے لیے بہت کچھ سامان لیکر مصر کے جنگل میں آیا۔ سامنے سے دیکھا کہ بارات آرہی ہے

جہیز کی تیاری میں یہ معلوم ہوتا ہے کہ سونے چاندی کے بادل اٹھے چلے آرہے ہیں اور بیچ میں اس ماہی مراتب کا ایک ڈولا ہے جس میں اس کی دلہن سوار ہے۔ بہت ہی خوش ہوا۔ اور اسی وقت اپنا یہ سب سامان اس پر نثار کر دیا اور بہت سا جواہر نچھاور کرتا ہوا مصر میں داخل ہونے کیلئے خوشی خوشی چلا اور ادھر زلیخا کے دل میں زیارت یوسفؑ کا شوق اس قدر دامن گیر ہوا کہ خوشی میں پھولی نہ سماتی ہے اور اپنے جامے سے باہر ہوتی جاتی ہے آخر کار محل سرائے پہنچنے تک اس کو صبر نہ ہوا اور اسی ڈولے میں سے زلیخا نے اپنے مطلوب و محبوب کو جھانک کر دیکھا۔

دیکھتی کیا ہے زلیخا جھانک کر! | جو عزیز مصر ہے با کر و فر!
ہے سیاہ فام و حبش کا سا غلام | ساتھ ہے جس کے یہ سب کچھ اژدہام

جس کے یہ کچھ کر و فر ہے ساتھ سات
کر رہا ہے شکل میں جنّتوں کو مات

جب زلیخا نے اپنے ڈولے سے عزیز مصر کو جھانک کر دیکھا تو اسی وقت خواصوں کو کہا ہائے افسوس یہ وہ عزیز مصر نہیں ہے ہائے زلیخا کا ڈولہ لٹ گیا۔ ہائے اس کا تخت تاراج ہو گیا۔

ہائے جو کچھ میں نے دیکھا خواب میں | وہ نہ دیکھا عالم اسباب میں
ہائے میرا قول تھا اس ذات سے | میں بچوں گی دوسروں کے ہاتھ سے
ہائے اب کیا منہ دکھاؤں گی اسے | جبکہ اس حبشی کے پھندے پڑ گئے
دلربا میرا کہے گا مجھ سے کیا! | اے زلیخا کیسا یہ اقرار تھا
عہد مجھ سے کر کے کیوں توڑا اسے | کیونکہ ہوگا منہ یہ اس کے سامنے
ہائے کس کی قید میں آکر پھنسی! | ہائے کیا قسمت کی گردش آگئی
اس طرف میں باپ ماں سے بھی گئی | اس طرف پائی نہ کوئی بہتری
ہائے میں اور بیچ میں کیسے لٹی | اے میرے معبود! یہ کیسے ہوئی
کون جا کر یہ کہے طیموس سے | اب بتا اے باپ! بیٹی کیا کرے
جس کا ڈولہ لٹ گیا پردیس میں | زندگی اب اس کی ہو کس بھیس میں
ہائے میں دھوکہ میں یہ کیسی لٹی | جان میری کیسے زرغے میں پڑی
ہائے کس گھر کی رہی میں اے فنا | تو کہاں ہے آہ پیارے یوسفا
تو عزیز مصر ہے کس مصر کا | اب بھی کچھ بگڑا نہیں جلدی بتا

آئی بس آوازِ یوسف کان میں — کون کہتا ہے ٹھہر اس سنسان میں
میں ہوں یوسف اے زلیخا صبر کر — کل تجھے آجاؤں گا میں تو دنظر
میں ابھی اک قافلہ کے ساتھ ہوں — آ نہیں سکتا ہوں تجھ تک کیا کروں
کل عزیزِ مصر میں ہو جاؤں گا — اور رہائی قافلہ سے پاؤں گا
سُن کے یہ آوازِ غیبی کی ندا — کچھ دلاسا سا زلیخا کو ہوا

زلیخا یہ ندائے غیبی سن کر بے حد مسرور ہوئی اور پہلے عزیزِ مصر کی طرف سے اس کا غم غلط ہوا اور اپنے پیارے عزیزِ مصر کے انتظار میں بھونچکا کر ادھر ادھر دیکھنے لگی کہ اتنے میں آہستہ آہستہ اس کا ڈولا عزیزِ مصر کے محل سرائے میں پہنچا جہاں کی تیاریاں جس قدر بھی دیکھتی تھی اسی قدر اپنے مطلوب کیلئے اس کا دل ٹوٹتا تھا اور اس کے دیکھنے کے لئے بے چین ہوئی جا رہی تھی۔ خیر جوں توں کر کے رات ہوئی۔ اسی سیاہ فام عزیزِ مصر نے زلیخا کی صورت دیکھنا چاہی۔ ذرا نگاہ پڑی تھی کہ سارے بدن میں رعشہ آ گیا اور عزیز تھر تھر کانپنے لگا کیونکہ یہ امانت ایک نبی کی تھی۔ یہ امانت ایک معصوم پیغمبر کی تھی۔

تھرتھراتا کانپتا واپس ہوا — غائبانہ اس کا خادم بن گیا

یوسفؑ اور مصر کا داخلہ

جب اس قبہ رحمت سے حضرت یوسف علیہ السلام غسل فرما کر باہر تشریف لائے تو آپ کے حسن و جمال کی اس وقت عجیب کیفیت تھی۔ یعنی حد یہ کہ جو دیکھتا تھا آپ کو، اسی وقت غش کھا کر زمین پر گر جاتا تھا اور یہ محرم کی نوتاریخ اور شام کا وقت تھا اور مصر کی شہر پناہ سامنے آ رہی تھی۔ ادھر یہ قافلہ مصر میں داخل ہونے کے لئے چلا جا رہا تھا ادھر زلیخا اپنے اس خاوند یا عزیزِ مصر سے اجازت لیکر بظاہر شام کے سہانے وقت کی سیر کرنے اور در حقیقت اپنے حقیقی محبوب و مطلوب کی تلاش میں اپنے خواصوں کو لئے ہوتے ہاتھی کی انباری پر سوار مصر کے جنگل میں پھر رہی تھی اور منتظر تھی کہ میرے محبوب نے مجھ سے وعدہ کیا ہے اور آج مجھے ضرور جمال دکھائے گا کہ اتنے میں سامنے سے کچھ گرد و غبار اُڑتا ہوا معلوم ہوا۔ اتنی سہار نہ ہوئی کہ وہیں اس کا انتظار کرے اپنے ہاتھی کو دوڑا کر وہاں پہنچی اور قافلہ کے ایک طرف اپنا ہاتھی ٹھہرا کر کے قافلہ کی لین ڈوری دیکھتی رہی جب قافلہ کا پچھلا حصہ اس کے سامنے سے گزرنا شروع ہوا تو ایک گھوڑے پر اس نے وہی بانکا سوار دیکھا جس کے لئے وہ اپنا جان و مال سب کچھ نثار کر چکی تھی۔ دیکھتے ہی فوراً غش کھا کر ہاتھی پر سے نیچے گری اور بیہوش

ہوگئی جس پر خواصین اور کنیزیں بشکل تمام زلیخا کو ہشیار کر کے محل سرائے میں لائیں۔ محل میں آتے ہی زلیخا نے عزیز مصر کو فوراً بلایا اور کہا کہ افواہاً سنا ہے کہ کل علی الصباح ایک عجیب غریب قافلہ مصر میں آئیگا۔ جس کو دیکھنے کیلئے میں بھی جاؤں گی اور تم بھی چلنا۔ عزیز زلیخا کی بے حد عزت کرتا تھا کہ اچھا تم بھی جانا۔ اور میں بھی چلوں گا۔ ادھر مالک قافلہ نے جب دیکھا کہ مصر کی کوئی بڑی بیگم غش کھا کر ہاتھی سے نیچے گری فوراً جمال یوسفؑ پر نقاب ڈالدی اور نہایت امن و سکون سے وہ شہر میں قافلہ لیکر داخل ہوا۔

دیکھئے اب مصر میں ہوتا ہے کیا — ایک پتلا آن پہنچا حسن کا
دیکھئے اب کیا قیامت آ بنے — دیکھئے اب کیا وہاں ہو کر رہے
دیکھئے کس کس پہ بنتی ہے وہاں — کس قدر مخلوق ہو گی نیم جاں
کون کون اک شخص کو دیتا ہے دل — کون کون اس سے بنے گا مضمحل

یوسف کنعان کا حسن و جمال
دیکھئے کس کس کو کرتا ہے حلال!

یوسفؑ کا جمال

تفسیر اسرار المحبت میں حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ جب مصر میں حضرت یوسف کنعانی کے داخل ہونے کی خبر مشہور ہوئی تو اگلے روز یوم عاشورہ علی الصباح ہزارہا مخلوق حضرت یوسفؑ کا جمال دیکھنے کے لئے چل نکلی اور سالار قافلہ کے مکان کو آکر گھیر لیا اور اب دیوانہ وار چاروں طرف دیکھ رہے ہیں کہ کہیں مطلوب نظر آئے۔ سالار قافلہ ہنگامے سے گھبرا کر مکان کی چھت پر چڑھ گیا اور عاشقوں کی طرف مخاطب ہو کر کہا کہ آپ لوگ کیوں آتے ہیں؟ جواب دیا گیا ؎

ساتھ ہے تیرے جو کنعانی غلام — دیکھنے آتے ہیں ہم اس کو تمام
اک نظر اس کو دکھا دے تو ہمیں — لا سکے تو صبر لا دے تو ہمیں
دل کھنچے جاتے ہیں تیری ملک پر — جان و دل لے اور دکھا دے اک نظر

سالار قافلہ نے جب دیکھا کہ یہاں کی مخلوق حضرت یوسف کو دیکھنے کیلئے بیتاب ہے اور دیوانہ وار مخلوق ہے کہ چلی آتی ہے۔ بلند آواز سے کہا۔ جو کوئی حضرت یوسفؑ کو ایک نظر دیکھنا چاہے وہ ایک اشرفی داخل کرے۔ یہ سنتے ہی سالار قافلہ کے مکان پر اشرفیوں کا مینہ برسنا شروع ہو گیا اور ایک آن واحد میں چھ لاکھ اشرفیاں برس گئیں۔ اسکے چہرے سے نقاب اٹھا دی۔ اب جو مخلوق نے

...رت یوسفؑ کا جمال دیکھا تو دیکھتے ہی نظریں چندھیا گئیں۔ آنکھیں پتھرا گئیں ٹکٹکی باندھے ہوئے سب ہوش و حواس حضرت یوسفؑ کی نظر چڑھا بیٹھے اور پھر جو وہاں سے نکلے تو قدم لڑکھڑاتے ہیں اور دیوانوں کی طرح ہر ایک دوسرے کو دیکھتا ہے۔ نیز بے ہواس یہاں تک ہو گئے ہیں کہ نہ کوئی کسی کو پہچانتا ہے اور نہ کوئی آپس میں کلام کرتا ہے۔ عرصہ تک یہی کیفیت رہی۔ اس کے بعد جب لوگوں کو کچھ ہوش آنا شروع ہوا اور اب وہ اپنے اپنے گھروں کا راستہ ڈھونڈتے پھرتے ہیں تو پھر کر اسی میدان میں آن کھڑے ہوتے ہیں جہاں حضرت یوسفؑ کا جمال دیکھا تھا۔ غرض یہ کہ وہ تمام دن عجیب حالت میں گزرا۔ پھر جب دوسرا دن ہوا تو سالارِ قافلہ نے حکم دیا کہ آج حضرت یوسفؑ کی زیارت کے لئے وہ شخص آئے جو دو اشرفیاں اپنے ساتھ لائے۔ چنانچہ اہلِ مصر یہ خبر سنتے ہی دو دو اشرفیاں لیکر پہنچے۔ اور سالارِ قافلہ کا مکان بارہ لاکھ اشرفیوں سے بھر دیا۔ اس کے بعد پیارے حضرت یوسفؑ کی زیارت سے پھر مشرف ہوئے مگر مدہوشی اور بیخودی کا عالم آج پہلے روز سے کافی بڑھ گیا جس سے ان کو سارے دن جنگلوں میں ننگے پھرتے گزرا۔ تیسرے روز سالارِ قافلہ نے مصر کے بازاروں میں ڈھنڈورا پٹوایا کہ آج سہ پہر کے وقت حضرت یوسفؑ مصر کے بازاروں میں آئے گا اور اس کا نیلام کیا جائے گا۔ جس کسی کو لینا ہو وہ تیار ہو کر آجائے۔ لکھا ہے کہ اس روز حضرت یوسفؑ کی خریداری اور ان کی زیارت کیلئے تمام مصر کی مخلوق آئی۔ یہاں تک کہ پردہ نشین خواتین اور عبادت گزار بوڑھے اور جملہ گوشہ نشین زن و مرد حضرت یوسفؑ کی زیارت کے مشتاق ہو کر مصر کے بازاروں میں صبح ہی سے آنے شروع ہو گئے۔ حالانکہ وہ نقاب پوش سہ پہر کو آئے گا۔ مگر ابھی سے مخلوق ہے کہ دریا کی موجوں کی طرح اُمڈی چلی آتی ہے جن میں وہ عزیزِ مصر بھی بے انتہا زر و جواہر لئے ہوئے حضرت یوسفؑ کی زیارت کا مشتاق بنا کھڑا ہے اور آج ہر شخص حضرت یوسف کو خریدنا چاہتا ہے۔ آخر کار جوں توں کرکے تیسرا پہر ہوا اور ایک بلند مقام پر سونے کی ایک کرسی بچھائی گئی اور حضرت یوسفؑ نقاب پوش کو اس پر لا کر بٹھایا گیا اور نیلام کرنے کے لئے اس کی نقاب چہرے سے ہٹائی گئی۔

جب نظر اس پر پڑی مخلوق کی ۔۔۔ ایک بجلی تھی کہ جو سب پر گری
نیم بسمل ہو گئے پیر و جوان ! ۔۔۔ بندھ گئیں ایک ایک کی بس ہچکیاں
ہر طرف یہ غل تھا یہ آہ و بکا ۔۔۔ ہائے یوسفؑ ہائے یوسفؑ کی صدا

ایک عورت بازغہ نامی جو مصر کی امیرزادی تھی اور قوم عاد کے گھرانے کی ایک رئیسہ تھی اور وہ ایک ہزار خچر زر و جواہر کے بھرے ہوئے حضرت یوسفؑ کے خریدنے کیلئے اپنے ساتھ لائی تھی

مگر جب جمال حضرت یوسفؑ پر اس کی نظر پڑی ہے تو آنکھیں چندھیا گئیں اور ششدر و حیران ہو کر بعالم بے خودی چیخ اٹھی۔

عورت

کون ہے تو اے شہ حسن و جمال
تو فرشتہ ہے کہ ہے بدرِ کمال؟
کس پہاڑی سے نکل آیا ہے تو؟
یہ انوکھا روپ کیا لایا ہے تو
کر دیا مخلوق کو تو نے حلال
ذبح کر ڈالا مجھے اسے با کمال
یہ بتا کس نے تجھے پیدا کیا؟
اور کس نے حسن یہ تجھ کو دیا؟
ہاں بتا اپنا مجھے نام و نشاں
نام تیرا کیا ہے رہتا ہے کہاں؟

یوسفؑ

ہوں میں ادنیٰ بندۂ پروردگار
شہر کنعاں ہے میرا جائے قرار
نام ہے یوسف میرا اے نیک ذات
آگیا میں قافلہ والوں کے ہاتھ
ہو گیا میں اپنے والد سے جدا
کچھ نہ پوچھو حال اسے لوگو میرا
ہاں مگر بندہ ہوں میں اس ذات کا
اک کرشمہ ہے یہ جس کے ہاتھ کا

عورت

بولی وہ قربان میں اُس ذات کے
یہ کرشمے ہوں بھلا جس ذات کے
جس نے یہ صورت بنائی اے فنا
اس پہ میں ایمان لائی اے فنا
جس کا بندہ ہو بھلا ایسا حسیں
خود وہ کیسا ہو گا رب العالمین
سب لٹایا مال و زر اس کے لئے
لو لگائی اس نے بس اللہ سے
جو مجازی ہے حقیقی ہو گیا!
عشقِ یوسفؑ سے ہوا عشقِ خدا
ہے یہی اسحاق عاجز کی دُعا!
عشق ہو دل میں تو ہو عشقِ خدا

یوسفؑ کا نیلام

زلیخا کی جان کرای ہوتی ہے اور روزانہ عزیز مصر کو حضرت یوسفؑ کو دیکھنے کے لئے

بھیجتی ہے۔ آخر ایک روز حضرت یوسفؑ کے نیلام کا بازار لگا اور مصر کے ایک بڑے میدان میں اس عجیب و غریب نیلام کا بازار سجایا گیا۔ جس کے بیچ میں ایک بڑا قالین بچھا کر اس پر ایک منبر بچھایا گیا اور پھر حضرت یوسفؑ نقاب پوش کو اس پر بٹھایا گیا۔ لکھا ہے کہ مصر کے تمام مرد و عورت اپنی ہستی کے موافق دام و درہم یا زر و جواہر لیکر آنے شروع ہو گئے جس میں ایک بڑھیا مسکینہ اس شان کی بھی خریدار بن کر آئی جس کے پاس کچھ سوت کی ککڑی تھی اور یہ ضعیفہ ککڑی دیکر حضرت یوسف علیہ السلام کو خریدنا چاہتی تھی۔ آپ جس وقت بکنے کے لئے منبر پر بیٹھے ہیں اس وقت شاہِ مصر کا ایک سوار قافلے کے سالار کے پاس پہنچا کہ شاہی حکم یہ ہوا ہے کہ جب تک اس جانب یا اس جانب کے وزیرِ اعظم یعنی عزیزِ مصر نیلام گاہ میں تشریف نہ لائیں، نیلام شروع نہ ہو۔

اب صورتِ حال یہ ہے کہ ادھر بولی کی منتظر دل بادل مخلوق انتظارِ مجسم بنی کھڑی ہے اُدھر زلیخا کی یہ کیفیت ہے کہ مچھلی کی طرح تڑپ رہی ہے کہ مبادا میرے محبوب و مطلوب کو کوئی اور چھڑا کر نہ لے جائے۔ گھبرا کر عزیزِ مصر کے پاس جاتی ہے اور کہتی ہے للّٰہ جلدی جائیے اور اس عجیب و غریب شے کو چھڑا کر لائیے ایسا نہ ہو کہ کوئی دوسرا شخص اسے نہ لے جائے۔ جس کے جواب میں عزیزِ مصر نے کہا کہ اے زلیخا! گھبراؤ نہیں سالارِ قافلہ کے نام حکمِ امتناعی جا چکا ہے تاوقتیکہ میں یا خود بادشاہ ریان نہ پہنچ لیں گے بولی نہیں شروع ہوگی۔ مگر اچھا یہ بتاؤ کہاں تک میں اس غلام کو خرید لوں۔ اگر کسی نے اسقدر قیمت لگادی کہ اس سے زیادہ میرے پاس نہ نکلی تو میں کیا کروں گا۔ زلیخا فوراً اپنی جائے سکونت پر آئی اور کئی ڈبے بیش بہا قیمتی موتیوں کے لیکر عزیزِ مصر کے پاس پہنچی اور کہا لو! یہ موتی اتنے اور اس شان کے ہیں کہ ان کی قیمت تمام جہان مل کر بھی نہیں دے سکتا۔ جو تم سے ہو سکے وہ اور یہ موتیوں کے ڈبے حضرت یوسفؑ کے پیروں میں ڈال دینا اور حضرت یوسفؑ کو لیکر آنا۔ عزیزِ مصر نے وہ ڈبے لیکر اپنے سرمایہ میں داخل کئے اور تمام سرمایہ لیکر بادشاہ کی خدمت میں پہنچا اور عرض کیا حضور! مجھے نیلام میں جانے کی اجازت ہے؟ بادشاہ نے کہا اے عزیز! ہم چاہتے ہیں کہ غلام کو ہم خریدیں۔ عزیز نے عاجزانہ لہجہ میں کہا کہ حضور آپ کا یہ غلام لاولد ہے اور چاہتا ہے کہ حضرت یوسفؑ کو خرید کر اپنی فرزندی میں لے اور اپنا دل شاد کرے۔ بادشاہ ریان نے فرمایا کہ اچھا میں تمہیں اس کے خریدنے کی بخوشی اجازت دیتا ہوں جاؤ اور جہاں تک ممکن ہو اُسے چھڑا کر لاؤ۔ مگر دیکھو اُسکی خریداری کیلئے تجاران و مالدارانِ شہر حد سے زیادہ زر لگائیں گے، کسی سے پیچھے نہ ہونا اور اس غلام کو لیکر ہی آنا۔ عزیزِ مصر بادشاہ ریان بن ولید سے وعدہ لیکر نیلام گاہ کیطرف روانہ ہوا۔ بس عزیزِ مصر

کا پہنچا تھا کہ پیارے حضرت یوسفؑ کی بولی شروع ہو گئی۔ منادی نے آواز دی :

مَنْ یَشْتَرِیْ هٰذَا الْغُلَامَ الْحَسِیْبَ

مَنْ یَشْتَرِیْ هٰذَا الْغُلَامَ اللَّبِیْبَ

یعنی کون ہے جو بڑے حسب نسب والے غلام کو خریدے اور کون ہے جو اس عقل مند غلام کو خریدے۔ یہ سن کر حضرت یوسفؑ نے فرمایا کہ اے منادی یوں نہ کہو بلکہ یوں کہو۔

مَنْ یَشْتَرِیْ هٰذَا الْغُلَامَ اللَّسِیْبَ

مَنْ یَشْتَرِیْ هٰذَا الْغُلَامَ الْغَرِیْبَ

یعنی کون ہے جو اس جفاکش غلام کو خریدے اور کون ہے جو اس غریب الوطن مسافر غلام کو مول لے۔ صاحب قصص لکھتے ہیں کہ پہلی بولی ایک ہزار اشرفیوں سے شروع ہوئی۔ دوسرے نے ایک لاکھ اشرفیاں لگائیں۔ تیسرے نے ایک لاکھ اشرفیوں اور حضرت یوسفؑ کے برابر مشک خالص اور حضرت یوسفؑ کے وزن کے برابر لعل و جواہر لگائے۔ اس کے بعد منادی نے پھر ایک زور سے آواز لگائی جس کے سنتے ہی حضرت یوسفؑ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ جس کی تاب رب العزت کو نہ ہوئی اور اسی وقت حضرت جبرئیل امین بموجب حکم ربی سدرۃ المنتہیٰ سے ایک جھپکے میں یا اتنی جلدی حضرت یوسفؑ کے پاس پہنچے کہ آپ کے آنسو اپنے ہاتھوں پہ لئے اور بہت کچھ دلاسا اور تشفی دیتے ہوئے کہا :

یوسفا! اس وقت کے آنسو ترے ... یوں سمجھنا عرش اعلیٰ پہ گرے
عرش و کرسی ہل گئے ہیں بس تمام ... اور ملائک میں ہوا ہے اژدہام
چیخ اٹھے سب ترے نیلام سے ... رو رہے ہیں سب کے سب تیرے لئے
اور یہ ہے ارشاد رب العالمین ... غم نہ کر یوسفؑ ذرا گھبرا نہیں
مجھ کو اپنی ذات عالی کی قسم ... میں نہیں بھولا ہوں تجھ کو ایک دم
غم نہ کر اندوہگیں دل میں نہ ہو ... میں سبھی اس خلقت و مخلوق کو
کر کے چھوڑوں گا تیرا عاجز غلام ... روز جھک جھک کر کریں گے یہ سلام
دے رہے ہیں آج جو قیمت تری ... کل ترے ہاتھوں بکیں گے یہ سبھی

آج چرچا ہے ترے نیلام کا
کل کو ڈنکا ہوگا تیرے نام کا

حضرت جبرئیل علیہ السلام سے یہ کلام مسرت انجام سنتے ہی حضرت یوسفؑ شاد و شاد ہو گئے

لہ اتنے میں منادی نے پھر آواز دی ۔ مَنۡ یَّشۡتَرِیۡ هٰذَا الۡغُلَامَ ۔
یعنی ، کون اس غلام کو خریدتا ہے ؟ پیارے حضرت یوسفؑ نے اس منادی کی طرف جھک کر فرمایا کہ اے منادی ! یہ کہہ کر آواز دے ۔

مَنۡ یَّشۡتَرِیۡ صِدِّیۡقَ اللّٰہِ اِبۡنَ اِسۡرَآئِیۡلَ ابۡنِ خَلِیۡلِ اللّٰہِ ۔

یعنی کوئی ہے جو اللہ کے صدیق اور حضرت یعقوب کے بیٹے اور حضرت ابراہیم خلیل اللہ کے پوتے کو خریدے ۔

مگر حضرت یوسفؑ کا منادی سے یہ کہنا سالار قافلہ نے سن لیا جس کو سنتے ہی وہ سن ہو گیا اور اس کی آنکھوں تلے اندھیرا آگیا اور منادی کو خاموش کر کے دم بخود ہا سکتے کے عالم میں کھڑا کا کھڑا رہ گیا جب بڑی دیر کے بعد مالک کے حواس درست ہوئے اور اسی وقت حضرت یوسفؑ کا ہاتھ پکڑ کر ایک طرف لے گیا قدموں میں گر گیا اور لرزتے کانپتے یہ کہنا شروع کیا ۔

کیا خلیل اللہ کے تم ہو پسر !	حضرت یعقوبؑ کے نور نظر
حیف پوشیدہ یہ مجھ سے کیوں رکھا	کیوں نہ ظاہر ماہ کنعاں پر کیا
آپ کو سر پر بٹھاتا اے جناب	آپ کو مالک بناتا اے جناب
پاؤں دھو دھو کر پیا کرتا سدا	پیش آتا کیوں یہ ایسا واقعہ
اے مقدس ذات اب میں کیا کروں	اس گناہ سخت سے کیونکر بچوں
اے نبی کو بیچنے بیٹھا ہوں میں	ہائے کیسے ظلم پر چھایا ہوں میں
کیا بڑی تقصیر مجھ سے یہ ہوئی	آل اسرائیل کے نیلام کی

اے جناب حضرت یوسفؑ ! اب اگر میں آپ کو نیلام گاہ سے اٹھا لیتا ہوں تو تمام ملک مصر میں میری عزت برباد ہو جائے گی اور میری شان پر بدنما دھبہ لگے گا جس کا چھٹنا مشکل ہو جائیگا ۔ اور پھر سارے ملک میں مجھے منہ دکھانے کی جگہ نہ رہے گی ۔ اور اگر نیلام گاہ میں بٹھا کر آپ کو نیلام کرتا ہوں تو خاندان نبوت کی سخت ترین توہین ہوتی ہے جس سے خدا کو منہ دکھانے کیلئے کوئی جگہ باقی نہ رہے گی سخت پریشان ہوں کیا کروں ۔ حضرت یوسف نے سالار قافلہ کا یہ منتشر خیال اور اس کا دلی حزن وملال معلوم کر کے نہایت محبت اور ہمدردی سے فرمایا اے مالک ! تو اپنے دل میں ذرا غمگین نہ ہو اور بلاخوف وخطر مجھے نیلام کر دے ۔ مرضی مولیٰ یونہی تھی جس میں مجھے اور کسی کو دم مارنے کی طاقت نہیں اور ایسے مصائب وتکالیف برداشت کرنا ہم لوگوں کا عام شیوہ ہوتا ہے

اور افعال الٰہی پر ہم لوگ جان و مال سے راضی ہوتے ہیں۔ اے سالار قافلہ! جو کچھ تم کر رہے ہو بیشک کرو، لیکن اتنا ضرور کہنا مانو کہ وہ بیع نامہ جو کنوئیں سے نکلتے وقت میرے بھائیوں نے تم کو لکھ کر دیا تھا وہ مجھے دے دو تاکہ بوقتِ ملاقات کبھی اپنے بھائیوں کو دکھا سکوں۔ یہ سنتے ہی سالار قافلہ نے وہ اسی وقت حضرت یوسف کے حوالے کیا۔ آپ نے بیعنامہ لیکر فرمایا اب تمہارا جو جی چاہے کرو، سالار قافلہ نہایت نادم تھا۔ آخر اسی ندامت کی حالت میں حضرت یوسفؑ کو نیلام کی چوکی پر بٹھایا۔ جہاں بے انتہا مخلوق حضرت یوسفؑ کو لینے کے لیے ہمہ تن شوقِ مجسم بنی ہوئی کھڑی ہے اور ہر شخص یہ ارادہ رکھتا ہے کہ جہاں تک ہو سکے حضرت یوسفؑ کو میں ہی اپنے نام چھڑاؤں کرلیتے میں بولی شروع ہوئی اور ایک ہی آن میں قیمت بڑھ چڑھ کر عزیز مصر کے نام بولی ختم ہو گئی یعنی عزیز مصر نے پیارے حضرت یوسفؑ کی کیا قیمت دی قصص میں لکھا ہے کہ دس لاکھ اشرفیاں چالیس لاکھ درہم، سو لڑیاں یا سو ہار گوہر آبدار ایک ہزار نافے، ایک ہزار شمامۂ عنبر، ایک ہزار کافوری ڈالیں، ایک ہزار رومی اطلس کے تھان، ایک ہزار رومی مخمل کے تھان، ایک ہزار نافے معہ سوار، ایک ہزار تازی گھوڑے معہ ساز و سامان، ایک ہزار رومی کنیزیں، ایک ہزار فوج و سپاہ اور بہت کچھ زر و جواہر اور بے انتہا مال و دولت دیکر سالار قافلہ سے عزیز مصر نے حضرت یوسفؑ کو لے لیا۔

غرضیکہ اللہ تعالیٰ نے پیارے حضرت یوسفؑ کی تمنا کے مطابق بہت سے بہت اور زیادہ سے زیادہ قیمت بھی دلوادی اور اپنے بندے حضرت یوسف علیہ السلام کو خوش کر دیا۔

کس قدر سنتا ہے وہ پروردگار — کس قدر دیتا ہے دولت بے شمار
تھی جو یوسفؑ کی تمنائے دلی — آج وہ اللہ نے بس ان کو دی
آپ کی جب یہ بڑی قیمت لگی — یہ ندا عرشِ معلیٰ سے ہوئی!
دیکھ کر آئینہ تم نے جو کہا! — آج بس قیمت وہی لو یوسفا!
ہم ہیں وہ سرکار وہ دولت مدار — ہم ہیں بس ہر فعل میں خود اختیار
پوری کرتے ہیں سبھی کی آرزو — دیکھ اے بندے ہمیں پہچان تو
تیرے منہ کی بات کو لیتے ہیں ہم — یوسفا اے بس وہی دیتے ہیں ہم
چاہتے ہو ہم سے اچھی آرزو — فال اچھی اور اچھی گفتگو
کیا زباں ہم نے عطا کی اس لیے — اپنے حق میں یہ بُرائی سے چلے

یوسفؑ کی دُعا

جب عزیز مصر نے حضرت یوسفؑ کو خرید لیا اور انہیں اپنے ساتھ لیکر چلنے کا ارادہ کیا تو سالار قافلہ نے بموجب دوسری روایت کے عزیز مصر کے پاس آکر کہا کہ میں نے اس مبارک فرزند کو اٹھارہ درہم میں خریدا ہے بس وہی اٹھارہ درہم اس کے بدلے میں لینا چاہتا ہوں کہ اس بابرکت ذات سے روحانی دولت حاصل کروں یہ کہہ کر حضرت یوسفؑ کی طرف مخاطب ہوا اور آبدیدہ ہو کر کہا کہ میں آپکے اوپر سے یہ تمام دولت نثار کرتا ہوں اور سوائے اٹھارہ درہموں کے اور کچھ نہیں لوں گا۔ کیونکہ آپ نبی اور نبی زادے ہیں اس لئے آپ کی عظمت میرے دل میں اور میری رگ رگ میں سما گئی ہے۔ نیز دوسری بات یہ ہے کہ میں لاولد ہوں اور کوئی اولاد نہیں رکھتا ہوں اسلئے چاہتا ہوں کہ آپ میری خدمت کے صلہ میں میرے لئے دُعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ میرے ہاں اولاد عطا فرمائے۔ سالار قافلہ کی یہ باتیں سُن کر حضرت یوسفؑ بہت خوش ہوئے اور اس کے حق میں دُعائے خیر فرمائی جس کی نسبت لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سالار قافلہ کی دو بیویوں اور بارہ لونڈیوں میں سے تھوڑے ہی عرصے میں چوبیس فرزند عطا فرمائے اور اسکے گھر میں اولاد کی ایک فوج ہوگئی

کارگر ہوتی ہے نیکوں کی دُعا ۔۔۔ بارور ہوتی ہے نیکوں کی دُعا
غافلوں کا مانگنا ان کی دُعا ۔۔۔ بڑبڑانا جیسے اک سوتا ہوا
نیک و بد میں جاگتے سوتے کا ہل ۔۔۔ ہے حقیقت میں یہی سچی مثل
دوستوں کی لاج رکھتے ہیں سبھی ۔۔۔ کام آتی ہے یقینی دوستی
دوستی سچی اگر ہو گی کہیں! ۔۔۔ منہ سے بول اٹھے گی وہ خود بالیقین
دوستی سچی ہو گر اللہ سے ۔۔۔ کیوں مسلمانوں کی یوں حالت گرے

محل میں داخلہ

حضرت یوسفؑ کو نہایت عزت واحترام کے ساتھ شاہی محلات کیطرف جب عزیز مصر لیکر چلا تو وہاں پہلے ہی شاہی محلوں میں ایک دھوم مچی تھی آپکے استقبال کیلئے بے حد تیاریاں ہو رہی تھیں۔ نیز بادشاہ ریان کا یہ حکم تھا کہ آج ہمارے محل میں وہ صورت آنیوالی ہے جس کے سامنے چاند اور سورج ماند ہیں اسلئے ہم چاہتے ہیں کہ آج شاہی محلات سجائے جائیں اور جتنا بھی بناؤ کیا جائے

گم ہے پس آج تمام حسینانِ مصر انتہائی زرق برق لباس اور زیورات سے آراستہ ہو کر موجود رہیں تاکہ حضرت یوسفؑ بھی جان لے اور اسے معلوم ہو جائے کہ حسن میرا ہی حصہ نہیں ہے بلکہ مصر میں بھی بڑے بڑے حسین موجود ہیں۔ غرضیکہ بادشاہ ریان بن الولید نے اپنے محل سرائے میں وہ سامان مہیا کر لیا جس سے اس کے خیال میں حسنِ یوسفؑ ضرور ماند ہو کر رہیگا۔ ادھر عزیزِ مصر حضرت یوسفؑ کو اپنے ساتھ لیکر پہلے شاہی محل میں داخل ہوا جہاں پیارے حضرت یوسفؑ کے قدم رکھتے ہی شاہی محل میں ایک بجلی چمکی اور آپ کا جمال دیکھتے ہی سارے کے سارے حسینانِ مصر اور باندی کنیزیں بیہوش اور خود رفتہ ہو کر گریں اور محل میں ایک وجد کا سا عالم ہو گیا اور ہوش آنے کے بعد وہ سب کے سب نہایت منفعل اور نادم ہوئے اور کہا کہ فی الحقیقت یہ تصویر مصورِ حقیقی نے ان ہاتھوں سے بنائی ہے جس کا مقابلہ تمام جہان بھی نہیں کر سکتا۔ آخر بادشاہِ مصر پکار اٹھتا ہے اور کہتا ہے کہ:

اے عزیزِ مصر یہ کیا چیز ہے ۔۔۔ جس کے آگے ماند ہے ہر ایک شے
یہ محل میں آج جو لایا ہے تو ۔۔۔ کس کے لینے کی یہ کی ہے جستجو
آہ کس گھر میں رکھے گا تو اسے ۔۔۔ گھر سجایا بھی کوئی اس کے لئے
جس صدف کا یہ درِ شہوار ہے ۔۔۔ فی الحقیقت وہ بڑی سرکار ہے
آج تو وہ چیز لایا اے عزیز ۔۔۔ جس سے بس جاتی رہی عقل و تمیز
ہاتھ ملتا تھا وہاں ہر نازنین ! ۔۔۔ ہائے ایسی شے کبھی دیکھی نہیں
جب وہاں بڑھنے لگی یہ گفتگو ۔۔۔ لے گیا ان کو عزیزِ نیک خو

القصہ عزیزِ مصر حضرت یوسفؑ کو اپنی محل سرائے کیطرف لیکر چلا جہاں زلیخا پہلے ہی تیاریوں میں مصروف تھی اور اس نے محل سرائے کو اس درجہ آراستہ و پیراستہ کیا تھا کہ ایسی تیاریاں ریان بن الولید شاہِ مصر کے محل میں بھی نہ ہوئی تھیں۔ غرضیکہ عزیزِ مصر پیارے حضرت یوسفؑ کو لیکر اپنی محل سرائے میں پہنچا جہاں ایک ایک شے نے آپ کا استقبال کیا اور بے حد سرور و شادمانی کا جوش و خروش ظاہر ہوا اور زلیخا کو آج تین سال کے بعد وہ صورت نظر آئی جس کیلئے تین سال تک ماہیٔ بے آب اور بیقرار و بیتاب تھی جس نے حضرت یوسفؑ کو دیکھا اور اپنے آپ کو بے ہوشی اور غشی سے سنبھالنے کی پوری کوشش کی اور اظہارِ محبت کے پوشیدہ رکھنے اور شادیٔ مرگ سے بچنے کے لئے اپنی جان پر کھیل کر دم بخود اور ساکت بیٹھی دیکھتی رہی کہ اتنے میں عزیزِ مصر نے کہا جسے اللہ تعالیٰ نے نقل فرمایا ہے۔ وَقَالَ الَّذِي اشْتَرَاهُ مِن مِّصْرَ لِامْرَأَتِهِ أَكْرِمِي مَثْوَاهُ عَسَىٰ أَن يَنفَعَنَا أَوْ

نَتَّخِذَہٗ وَلَدًا ۔ یعنی ؛ عزیز مصر کہ جس نے حضرت یوسفؑ کو مول لیا تھا اُس نے اپنی بیوی زلیخا سے کہا کہ اے زلیخا دیکھو اسے نہایت عزت و احترام سے رکھنا امید ہے کہ یہ ہم کو نفع دے گا اور ہم اس کو اپنی فرزندی میں لے لیں گے جسے سن کر زلیخا نے بحد خدمت و مدارات کا اقرار کیا اور اپنے دل میں کہا اے عزیز جو کچھ اللہ کو منظور ہے وہ ہوگا ۔ چنانچہ منظور ایزدی یوں تھا کہ زلیخا حضرت یوسفؑ کی بیوی ہونگی اور حضرت یوسفؑ زلیخا کے خاوند ہونگے اور پھر ان دونوں نفوس سے انبیاء و صلحاء پیدا ہوں گے ۔

قضا و قدر کے نقشے عجیب ہوتے ہیں ۔ بشر کے ہوش و حواس و خرد کو کھوتے ہیں
عزیز مصر کا منشا کہ یہ بنے فرزند ! زلیخا پارسا بی بی کا یہ بنے دل بند
عزیز مصر کا چاہا کبھی نہیں ہوگا عزیز ہوگا وہی جو ہے مرضیٔ مولیٰ
قضا و قدر کی اس کو خبر نہ تھی اصلا بنے گا اک یہی خاوند بس زلیخا کا
یہی ہیں طالب و مطلوب لوح قسمت پر انہی کے عشق کی ہوں گی شہر میں گھر گھر
انہی کے عشق و محبت کی پٹیاں ہونگی انہی کی حشر تک بس کہانیاں ہونگی
انہی کا قصہ دلکش انہی کا ہجر وصال زبان خلق پہ چرچا رہے گا ان کا حال

وَكَذٰلِكَ مَكَّنَّا لِيُوْسُفَ فِي الْاَرْضِ وَلِنُعَلِّمَهٗ مِنْ تَاْوِيْلِ الْاَحَادِيْثِ وَاللّٰهُ غَالِبٌ عَلٰۤى اَمْرِهٖ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ۔ ترجمہ : اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ ہم نے حضرت یوسفؑ کو مصر میں جگہ دی اور جس سے ہمارا اصلی مقصود یہ تھا کہ ہم یوسفؑ کو خواب کی باتوں کی تعبیر دینی سکھائیں اور ہم اپنے ارادہ کو پورا کرنے پر ہر طرح قادر ہیں مگر اکثر لوگ اس بات کو نہیں جانتے ۔

یوسفؑ کی جوانی

وَلَمَّا بَلَغَ اَشُدَّهٗۤ اٰتَيْنٰهُ حُكْمًا وَّعِلْمًا ؕ وَكَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ ؕ
یعنی ؛ جب حضرت یوسفؑ سن بلوغ کو پہنچے تو ہم نے انہیں حکومت اور علم عطا فرمایا کیونکہ ہم نیکوکار اور متقیوں کو انجام کار سے یونہی مالا مال کرتے ہیں ۔

القصہ ادھر پیارے حضرت یوسفؑ بالغ یا جوان ہوتے ہیں ۔ ادھر زلیخا ان کے بنانے اور سنوارنے میں خاطر و مدارات میں اس درجہ مصروف رہتی ہے جس کی کچھ انتہا نہیں ۔ رات دن آٹھوں پہر چونسٹھ گھڑی یوسفؑ کی زینت اور طرح طرح کے بناؤ سے اُسے سروکار ہے ۔ ہر وکار نہیں بلکہ عشق ہے ہزار ہا روپیہ کی تیاری کا لباس پہناتی ہے ۔ لکھو کھا روپے کے جواہرات اور مرصع کاری کے زیورات

آرائش کرتی ہے اور پھر سامنے بیٹھ کر دیوانہ وار انہیں دیکھتی ہے اور پھر انواع واقسام کی نعمتیں ان کے سامنے لا کر رکھتی ہے اور نہایت محبت وچاہت سے انہیں کھلاتی اور پلاتی ہے اور پھر تھوڑی دیر میں وہ لباس فاخرہ اور زیور لٹا دیتی ہے۔ نیا لباس اور نئی مرصع کاری کے زیورات زیب تن کراتی ہے غرضیکہ مدت دراز اسی پیارے کے شغل میں گزارتی ہے اور صورتحال یہ ہے کہ جتنا ان لباس اور زیورات سے جمالِ یوسفؑ دوبالا ہوتا تھا اتنا ہی زلیخا کے دل میں شعلۂ عشق بھڑکتا تھا اور وہ از خود رفتہ ہو جاتی تھی۔ ادھر عزیز مصر بار بار تاکید کرتا تھا اے زلیخا دیکھو خبردار حضرت یوسفؑ کی خاطر و مدارات میں کسی قسم کا فرق نہ آنے پائے کہ یہ فرزند نہایت متقی و پرہیز گار اور بڑا امانت دار ہے اور مجھے سالارِ قافلہ سے اس کی دیانتداری اور نکوکاری کے عجیب وغریب حالات معلوم ہوئے ہیں۔ یہاں زلیخا کو عزیز مصر کے تقاضا مدارت کی ضرورت نہ تھی بلکہ وہ خود سالہا سال پہلے سے حضرت یوسفؑ پر دیوانی ہو چکی تھی۔ زلیخا رات دن پیارے حضرت یوسفؑ کے بناؤ سنگار میں اسی لئے اور بھی زیادہ مصروف ہے اور اپنی زینت میں بھی کہ مجھے چاہنے لگے۔ مگر وہاں پیشانی و دل پر نبوت و آلِ نبوت کی مہر لگی ہے۔ زلیخا سے اس نظر سے دیکھنے کا تصور بھی دل میں نہیں ملتا۔ ان کا اپنا شغل ہے تو یہ ہے کہ زلیخا کے سجے سجائے محلوں میں کبھی اس قالین پر نماز کی نیت باندھ کر کھڑے ہو گئے اور کبھی اس فرشِ دیباج پر پڑھنے لگے۔ دل دینا تو کجا آنکھ اٹھا کر بھی زلیخا کو نہیں دیکھتے۔ زلیخا پیارے یوسفؑ کا دل نہیں لے سکتی کیونکہ دلوں کا مالک جسے قادر و قیوم کہتے ہیں وہ حضرت یوسفؑ کے دل کو اپنی مٹھی میں لئے ہے۔ زلیخا غریب کی ہستی کیا ہے کہ اس طاقتور مٹھی سے حضرت یوسفؑ کا دل چھین سکے یا اپنی طرف مائل کر سکے۔ توبہ، توبہ۔

کہیں دل ہے دنیا پہ چھایا ہوا! کہیں دل ہے مولا پہ آیا ہوا
کہیں ظاہری صورتوں پر مٹے کہیں دل مصور پہ آئے ہوئے
کہیں حسن فانی پہ مقتول ہوئے کہیں حسن باقی کے مجنوں ہوئے
کہیں پیارے یوسفؑ کی دل میں لبی کہیں ذات واحد سے بس لو لگی
کہیں نفس مائل ہوا حسن کا کہیں دل مصور پہ شیدا ہوا

والد کا غم

دو رنگی زمانہ کی مشہور ہے کہیں سایہ ہے اور کہیں نور ہے

حضرت یوسفؑ زلیخا کے محلات میں بظاہر عیش و عشرت کر رہے ہیں لیکن ان کا دل فراقِ پدری میں بے چین ہے اور آپ ہر وقت یہ چاہتے ہیں کہ کسی طرح صحرا میں پہنچوں اور وہاں جا کر بعالم تنہائی اپنے والد بزرگوار کی یاد سے دل کو گونہ تسلی دوں اور اگر کوئی کنعانی مسافر کہیں راہ میں مل جائے تو اس سے حضرت یعقوبؑ کا حال دریافت کروں اور اس کے ہاتھ کوئی پیغام انہیں بھیجوں۔

زلیخا رات دن ان کی بے حد مدارات کرتی ہے مگر کوئی چیز انہیں اچھی نہیں معلوم ہوتی۔ آخر ایک روز حضرت یوسفؑ سے زلیخا نے خود ہی پوچھا کیا آپ کا دل جنگل کی سیر کیلئے مائل ہو رہا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ بہت روز سے میری تمنا ہے کہ میں جنگل کی سیر کروں۔ اتنا سنتے ہی زلیخا نے آپ کی سیر و شکار کیلئے بجید تیاریاں کیں اور بہت کچھ پیدل اور سوار افواج ان کے ساتھ کی جنہیں یہ حکم دیا کہ خبردار! حضرت یوسفؑ کی اطاعت و فرمانبرداری میں ذرا فرق نہ آنے پائے اور تمام کام ان کے اشاروں پر کیا جائے۔ کسی وقت بھی ان کی فرمانبرداری سے غفلت نہ ہو۔ یہ کہہ کر زلیخا نے حضرت یوسفؑ کو نہایت تزک و احتشام سے جنگل کی سیر کے لئے روانہ کیا اور خود ابھی سے انتظار مجسم بن کر بیٹھ گئی۔

ادھر حضرت یوسفؑ مع اپنے جلوس فاخرہ کے جنگل میں پہنچے اور ادھر اُدھر پھر پھرا کر اس مقام پر کہ جہاں کنعان کی طرف راستہ جاتا تھا آ کر کھڑے ہوئے جن کے یمین و یسار تمام فوج دست بستہ ادب کے ساتھ ایستادہ ہو گئی اور آپ نے تمام افواج کو مخاطب کر کے فرمایا:

جان و دل کو کس طرح راحت ملے
کس طرح تسکین ان کو ہو سکے

کیونکر ہو آرام کیونکر ہو قرار
قلب پر ہے کہ ہر شے کا مدار

کیونکر اس گلشن میں اس کا جی لگے
جو جدا بچپن میں ہو ماں باپ سے

باپ جس کا ماہئ بے آب ہو!
کیا بھلا معلوم ہو فرزند کو

عیش و عشرت خار ہے اس کیلئے
ہو فراقِ والدِ ماجد جسے

آہ جس فرقت سے ہوں میں نیم جاں
ہیچ ہے یہ عیش یہ محل و مکاں

کیا کہوں اے بندگانِ ایزدی
دل ہے پُرغم جان ہے بیکل مری

باپ بھائی سے ہوا ہوں میں جدا
شہر کنعان مجھ سے چھوٹا ہے فتا

رات دن آٹھوں پہر شام و سحر
دل مرا روتا ہے اور آنکھیں ہیں تر

پیارے یوسفؑ والد ماجد کے فراق کا صدمۂ دلی افواج کے آگے بیان کر رہے تھے اور کسی قدر اپنے دل کی بھڑاس نکال رہے تھے کہ مدبرین اور افسرانِ افواج آپ کو تسلی و اطمینان

ہوئے محل سرائے میں لے آئے اور خفیہ طور پر زلیخا سے آپ کا حزن و ملال بیان کیا۔ زلیخا آج سے حضرت یوسفؑ کی خاطر و مدارات میں اور بھی زیادہ سرگرم ہوئی تاکہ حضرت یوسفؑ کا رنج والم دُور ہو اور آپ کا دل بہلے، کچھ روز کے بعد پھر آپ نے صحرا میں جانے کی درخواست کی۔ زلیخا نے اسی پیمانہ کی تیاری اور جلوس کے ساتھ آپ کو جنگل کی سیر کیلئے روانہ کیا۔ جہاں پہنچ کر آپ نے وہی بیان رقت انگیز درد آمیز شروع کیا جس کو سُن کر فوج کے بھی آنسو جاری ہو گئے اور عقلائے افواج ان کو سمجھا بجھا کر پھر محل سرائے میں لے آئے۔ تھوڑے دنوں بعد حضرت یوسف نے پھر اسی طرح صحرا میں جانے کی درخواست کی اور یہ تیسری مرتبہ ہے چنانچہ اس مرتبہ زلیخا نے بیحد تیاری کے ساتھ آپ کو صحرا کیطرف روانہ کیا۔

غرضیکہ اس مرتبہ صحرا میں پہنچے تو آپ کی حالت فراقِ یعقوبؑ میں بہت بے چین تھی۔ اور آپ چاروں طرف دیکھتے تھے اور روتے تھے اور سب طرف سے ہر پھر کر راہ کنعان پر آ کر ملے ہوتے تھے۔ ہر چند آپ کے مصاحبین اور عقلاء سمجھاتے تھے اور تسکین و دلاسہ دیتے ہیں مگر آپ کا دل ہے کہ بھرا چلا آتا ہے اور آنسو ہیں کہ اُمڈے چلے آتے ہیں۔ آخر آپ سے ضبط نہ ہو سکا اور آپ نے زبانِ حال سے آسمان کیطرف منہ اُٹھا کر یہ کہنا شروع کیا جس سے سُننے والوں کے دل ہلتے تھے اور ان کی آنکھیں آنسو بہاتی ہیں۔

حضرت یعقوبؑ کہئے! آپ کا کیا حال ہے — آپ کا یوسف تو اس فرقت میں بس پامال ہے
دل بھر آتا ہے اے والد تمہارے واسطے — کس طرح یوسف تمہارا آہ تم سے آ ملے
کون جا کر آپ کو تسکین دے اے والدی — کون جا کر آپ کو آخر سنائے یہ خوشی
کون جا کر یہ کہے اے حضرت والی تبار — آپ کا یوسفؑ ہے بس زندہ سلامت برقرار
مصر میں شاہی محل ہے اس کا بس جاگہ قیام — کم نہیں ہے قید خانہ سے بس اسکی صبح و شام
مصر کے محل و مکان اس کو ذرا بھاتے نہیں — یاں کی ہر لذت سے نفرت ہو رہی ہے باتیں
آپ کی تصویر ہر لحظہ میری آنکھوں میں ہے — دل میرا آٹھوں پہر ہلتی ہے گویا کوئی شے
کون تم سے میری فرقت کی کہانی جا کہے — کون ہے جو میرا احوالِ دلی دل سے سُنے
مصر میں مجھ کو کمی ہرگز کسی شے کی نہیں — حیف آنسو پونچھنے کو دستِ یعقوبی نہیں
آہ سب کچھ ہے مگر یعقوب کا سایہ نہیں — اور چھوٹا بھائی بنیامین ماں جایا نہیں
کس طرح جی لگ سکے اور کیونکر گزریں رات دن — چین یوسف کو بھلا ہو کسطرح ماں باپ بن
بھیج دے یارب کوئی غیبی فرشتہ بھیج دے — تاکہ وہ کنعان کی کچھ تو خبر مجھ سے سکے
کیا گزرتی ہے وہاں کیا حال ہے یعقوبؑ کا — بھائیوں نے کیا انہیں تکلیف دی ہے اے خدا

بھیج دے یارب کوئی پیغامبر جلدی ادھر — تاکہ اس سے کچھ تو ہو کنعان کی مجھ کو خبر

کنعانی شتر سوار

حضرت یوسفؑ فراق یعقوبؑ میں بے چین ہر طرف آنکھیں دوڑا رہے تھے کہ ایک شتر سوار دُور سے آپ کو آتا ہوا نظر آیا جو کنعانی راستے سے اپنا اونٹ دوڑائے چلا آتا تھا جسے دیکھ کر حضرت یوسفؑ انتظار مجسم بن کر کھڑے ہو گئے آخر تھوڑی دیر میں وہ مسافر شتر سوار آپ کے قریب سے ہوتا ہوا گزرنے لگا۔ آپ نے اسے آواز دی اور روکا۔ اور فرمایا:

حضرت یوسفؑ

کون ہے تو اے مسافر اے سوار — دل میرا تیرے لئے ہے بیقرار
کس جگہ رہتا ہے تو اے نیک ذات — راہ کنعاں کیونکر آئی تیرے ہاتھ
کس جگہ کس شہر سے آیا ہے تو — کس جگہ کس شہر کو جانا ہے تو

شُتر سوار

ہوں میں کنعانی مسافر اے جناب — مختصر ہے بس یہ احقر کا جواب
ہوں پڑوسی آلِ اسرائیل کا — جس جگہ وہ ہیں وہیں گھر ہے میرا
دامنِ یعقوبؑ کے سائے میں ہوں — آجکل ہے جن کی بس حالت زبوں
مصر جاتا ہوں تجارت کے لئے — کھانے پینے کی فراغت کے لئے

حضرت یُوسفؑ

سُنتے ہی یعقوبؑ کا نام حبیب — گر گئے بے ہوش ہو کر یہ غریب
پھر گیا آنکھوں میں وہ گھر وہ سماں — اپنا مسکن اور اپنا وہ مکاں!
سُنتے ہی یہ ذکر، یوسفؑ سُن ہوئے — اور وہیں بیہوش ہو کر گر پڑے

شتر سوار

دیکھا جب بیہوش ہو کر یہ گرے — ہوش پردیسی مسافر کے گئے

اونٹنی پہ سے وہیں کودا غریب — اور آیا پیارے یوسفؑ کے قریب
خاک جھاڑی سر کو زانو پر لیا — ہوش میں مشکل سے حضرت کو کیا

جب بڑی دیر میں حضرت ہوش میں آئے تو آنکھیں کھول کر شتر سوار مسافر کو دیکھا کہ وہ آپ کو ہوش میں لانے کی کوشش کر رہا ہے۔ آبدیدہ ہوئے اور فرمایا اے مسافر سوار! کیا واقعی تو حضرت یعقوب علیہ السلام کا پڑوسی ہے اور اچھی طرح جانتا ہے۔ شتر سوار نے کہا کہ حضرت میں انہیں خوب جانتا ہوں اور ذرا ذرا ان کے حال سے واقف ہوں۔ آپ نے فرمایا جلدی بتا کہ انہیں کس حال میں چھوڑا۔ شتر سوار نے کہا کہ وہ اپنے فرزند حضرت یوسفؑ کے فراق میں روتے روتے نابینا ہو گئے ہیں اور کمر ان کی جھک گئی ہے اور ایک اندھیری کوٹھڑی میں پڑے ہوتے ہر وقت آہ و بکا کرتے رہتے ہیں یہ سُن کر حضرت یوسفؑ کی ہچکی بندھ گئی اور زار و قطار رونا شروع کیا آپ روتے تھے اور بار بار یہ فرماتے تھے یعنی اے کاش راحیل میری ماں مجھے نہ جنتی اور پھر آسمان کی طرف منہ کر کے فرمانے لگے:

آہ والد آپ کا کیا حال ہے — سُن کے یوسف بس جیسے پامال ہے
اے پدر! میں کیونکر تم سے آملوں — کیونکر آنکھیں آپ کی ٹھنڈی کروں
قبلۂ من! کیونکر دیکھوں آپ کو — جیتے جی ترستا ہوں ماں باپ کو

پھر حضرت یوسفؑ نے اپنا دل تھام کر اور اپنے آنسو پونچھ کر شتر سوار سے کہا، اے تاجر شتر سوار! جب تو اپنی تجارت سے فارغ ہو کر شہر کنعان میں پہنچے تو میرا ایک کام ضرور کیجیو۔ وہ یہ کہ بنی اسرائیل کے محلے میں ایسے وقت جانا کہ ایک پہر سے زیادہ رات آگئی ہو اور مخلوق کا شور و غل کم ہو گیا ہو اور حضرت یعقوبؑ عبادت الٰہی سے فارغ ہو گئے ہوں۔ یہ کہہ کر پیارے حضرت یوسفؑ نے اپنے چہرے سے نقاب ہٹائی اور فرمایا اے شتر سوار میری شکل و صورت اچھی طرح دیکھ حضرت یعقوبؑ سے جا کر ہو بہو بیان کرنے میں ذرا شبہ باقی نہ رہے اور ان سے میرے تمام حالات بیان کر دے۔

اے مسافر بے وطن فرزند کے — مجھ غریب بے وطن کو دیکھ لے
دیکھ لے تصویر مجھ مظلوم کی — بھائیوں نے جس پہ ڈالی ہے کڑی
دیکھ لے اک خستہ دل فرزند کو — ثبت کر لے دل پہ تو دلبند کو
جا کے کہنا ہے تجھے یعقوبؑ سے — حال اک محبوب کا محبوب سے

حال جو کچھ تو نے دیکھا ہے میرا
جا کے کہہ دینا وہاں بہر خدا

پیام رسانی

مسافر شتر سوار حضرت یوسفؑ سے رخصت ہو کر مصر میں داخل ہوا اور وہاں اپنے امور تجارت سے فارغ ہو کر شہر کنعان کی جانب روانہ ہو گیا اور پھر کنعان پہنچ کر اسی پیام رسانی کے ارادہ سے بنی اسرائیل کے محلہ میں شام ہی سے پہنچ گیا اور ایک پہر سے زیادہ وقت آجانے کا وہیں ٹہلتے اور پھرتے ہوئے انتظار کیا جب زیادہ رات آگئی اور مخلوق کا شور و غوغا کم ہو گیا تو یہ تاجر حضرت یعقوبؑ کے مکان پر پہنچا اور آہستہ سے آپ کو آواز دی۔ معاً غم کی کوٹھڑی سے ایک آواز آئی:

کون آیا در پہ اس مغموم کے ۔ کس نے دی آواز آ کر یہ مجھے

تاجر ایلچی

سرزمینِ مصر سے آیا ہوں میں ۔ مژدہ اک فرزند کا لایا ہوں میں
آپ جس کے واسطے ہیں بے قرار ۔ اس کی کچھ باتیں ہیں اے عالی وقار
اور وہ باتیں ہیں ایسی اے جناب ۔ آپ بھی مسرور ہوں گے بے حساب
آئیے یا اذن مجھ کو دیجئے ! ۔ اور خوشخبری یہ مجھ سے لیجئے

تاجر کی اس صدا پر حضرت یعقوبؑ از خود رفتہ کھڑے ہو گئے اور لکڑی پکڑ کر لبیک لبیک پکارتے ہوئے حجرے کے دروازے پر آئے اور آتے ہی اس تاجر کا سر چوم لیا اور فرمایا کہ اے مبارک قدم اب سنا کیا مژدہ جانفزا سناتا ہے۔ شتر سوار تاجر نے مصری میدان کا وہ تمام نقشہ کھینچ کر بتایا۔ اور ایک نقاب پوش کی ساری کیفیت آپ کو سنائی اور کہا حضور! مصر کے میدان میں مجھے ایک چاند نظر آیا جس نے اپنے چہرے سے نقاب اٹھا کر مجھے اپنا جمال دکھایا اور کہا کہ اس صورت کو اچھی طرح ذہن نشین کرنا اور کنعان میں پہنچ کر حضرت یعقوبؑ سے میری کیفیت بیان کرنا اور بار بار غش آئے اور گھڑی گھڑی بیہوش ہونے کی داستان سنانا اور فراق اسرائیل میں جملہ سامان عیش کو مصیبت اور غم کا گھر آشکارا کرنا۔ غرضیکہ تاجر ایلچی کا بیان یہاں تک سنا تھا کہ حضرت یعقوبؑ بیہوش ہو کر زمین پر گر پڑے اور پیارے حضرت یوسفؑ کی داستانِ محبت و فراق نہ سن سکے۔ تاجر نے جناب کا سر اپنے زانو پر رکھا اور ہوش میں لانے کی کوشش کی۔ اتنے میں فرزندان یعقوبؑ بھی وہاں آ پہنچے اور تاجر کو لتفوا دیکھنا شروع کیا ادھر حضرت یعقوبؑ ہوش میں آکر بیٹھے ادھر شتر سوار ایلچی نے اجازت طلب کی اگرچہ آپ نے

اس تاجر سے علیحدگی گوارا نہ کرتا تھا مگر بیٹوں کے ڈر سے کہ مبادا یہ اس کے بھی دشمن ہو جائیں گے۔ حسبِ خواہ دعا دے کر رخصت کیا۔

اَلْبَسَكَ اللّٰهُ لِبَاسَ الْعَافِيَةِ۔ یعنی اے تاجر الچی! اللہ تعالیٰ تجھے دنیا میں لباسِ عافیت پہنائے اور جنت میں میرا پڑوسی اور میرا رفیق بنائے۔

تازہ غم

حضرت یعقوبؑ، تاجر الچی سے اپنے پیارے حضرت یوسفؑ کے اتے پتے سن کر اسقدر مغموم ہوئے اور اتنا صدمہ کیا کہ آپ کا وہ ہجر فراق کا غم تازہ ہو گیا اور اس درجہ الم ہوا کہ گویا پیارے حضرت یوسف سے آج ہی بچھڑے ہیں اور آج سے مفارقت ہوئی ہے۔ خیر جوں توں کر کے تاجر الچی کو آپ نے رخصت کیا اور آپ کی حالت اب اپنے نورِ عین کے فراق میں اور نازک ہو گئی۔ فرزندانِ یعقوبؑ آپ کو ہاتھوں ہاتھ حجرے شریف میں لے گئے۔ آپ اپنے یوسفؑ کیلئے کبھی روتے تھے اور کبھی بیہوش ہو جاتے تھے۔ غرضیکہ تمام رات آپ کی عجیب حالت رہی۔ اس حالت میں آپ نے ارادہ کیا کہ اپنے تمام فرزندوں کو بلا کر یہ امر آشکارا کروں اور ان سے کہوں کہ دیکھو میرا نورِ عین یوسفؑ مصر میں موجود ہے اور وہاں میرے لئے وہ کتنا بے چین ہے اور میرے فراق میں وہ کیسا تڑپ رہا ہے۔ حضرت یعقوبؑ نے یہ ارادہ ہی کیا تھا کہ حضرت جبرائیلؑ نازل ہوئے اور فرمایا کہ رب العزت آپ کے اس ارادہ کے مخالفت کرتا ہے اور ارشاد فرماتا ہے کہ اے یعقوبؑ خبردار جو اس راز کو ظاہر کیا اور خبردار جو فراق یوسفؑ کا شکوہ زبان پر آیا۔ یہ سنکر حضرت یعقوبؑ نے فَصَبْرٌ جَمِيلٌ کہہ کر حضرت جبرائیل سے یہ وعدہ کیا کہ اب میں فراق یوسف کا شکوہ زبان پر نہ لاؤں گا اور مہر سکوت اپنی زبان پر لگاؤں گا اور مرضیٔ مولیٰ کی ہرگز مخالفت نہ کروں گا۔ آپ سے وعدہ لیکر حضرت جبرئیل رخصت ہو گئے۔ اب آپ نے خاموشی و سکوت کے ساتھ گزارنی شروع کی کبھی آنسوؤں سے روتے ہیں کہ وہ تسکینِ جان وہ حضرت یوسف بے زبان اپنی گود میں بیٹھا ہے اور بھائیوں کے مظالم کا شکوہ کر رہا ہے اور فراقِ والدی میں زار و قطار رو رہا ہے۔ آپ بھی اپنے حضرت یوسفؑ کو کلیجہ سے چمٹائے ہوئے زار و قطار روتے ہیں اور اسے بے حد پیار کرتے ہیں اور دل میں خوشی کا یہ دریا امڈ رہا ہے۔ اب فراق کا زمانہ رخصت ہوا اور وصال کا زمانہ آپہنچا کہ اتنے میں حضرت یعقوبؑ کی آنکھ کھل گئی اور وہ بے قرار و بے چین ہو کر اٹھ بیٹھے۔ اب جو آنکھ کھول کر دیکھتے ہیں تو وہاں حضرت یوسف کہاں۔

حیف واں ننھی سی جاں یوسفؑ کہاں — حیف واں کا ہے کہ ہے وہ جانِ جاں
چیخ لیٹے یعقوبؑ یوسفؑ کے لئے — ضبط سینے میں نہ وہ یہ کر سکے
اس قدر روئے کلیجہ تھام کر — دل فرشتوں کے ہوئے زیر و زبر
ہائے یوسف ہائے یوسف کہہ اٹھے — اپنے وعدے پر نہ یہ ثابت رہے
آئے جبرائیلؑ دوڑے ہوئے — اور کہا یعقوبؑ! اب بس کیجئے
رو رہے ہیں سب ملائک زار زار — آپکے رونے سے ہیں وہ بے قرار
ہاں! مگر یہ حکمِ ربی ہے ضرور! — اور یہ فرماتا ہے وہ ربِ غفور
ہم سے وعدہ کیا کیا تھا آپ نے — قول ہم کو کیا دیا تھا آپ نے
دیکھ کر یوسفؑ کو کیوں بھولے ہمیں — کیوں نہیں وعدہ کا پاس آیا تمہیں

یہ سن کر حضرت یعقوبؑ دریائے ندامت میں نہا گئے اور اسی وقت زمین پر سے خاک کی مٹھی لیکر اپنے منہ میں بھر لی۔ کہا کہ مجھے آپ کا قول و قرار بالکل یاد نہ رہا۔ اب میں تجھ سے معافی چاہتا ہوں اور اپنے فعل پر نادم ہوں۔

حضرت یعقوبؑ کی ندامت اور فعل پر جو کہ آپ نے مٹھی خاک کی اپنے منہ میں بھری تھی عرشِ عظیم لرز گیا اور حضور رب العزت کا دریائے رحمت جوش میں آگیا۔ نیز اسی وقت عرشِ معلیٰ سے براہِ راست حضرت یعقوبؑ کو ندا آئی۔

پھینک اے یعقوبؑ منہ سے خاک تو — صاف کر منہ اپنا بس اے نیک خو
میں نے بخشا کر دیا تجھ کو معاف — دور کر یہ خاک، کر منہ اپنا صاف
مجھ کو اپنی ذاتِ عالی کی قسم! — اور مجھے اپنی خدائی کی قسم!
تیرا یوسفؑ مر گیا ہوتا اگر! — اس کو زندہ آج کرتا سر بسر
ٹھنڈی کرتا اس سے میں آنکھیں تری — اور ملا کر تجھ سے رہتا میں ابھی
وقت وہ لیکن ابھی آیا نہیں — صبر لازم ہے ابھی اے دل حزیں
اب رونے کی اجازت ہے تجھے — آنسوؤں کا گر ترے دریا بنے
ہاں مگر یاد رکھنا چاہیئے! — میرا شکوہ ہو نہ ہرگز غیر سے

یوسفؑ کی حالت

پیارے حضرت یوسفؑ شتر سوار ایلچی کو پیغام دیتے اور اسے رخصت کرتے وقت بیہوش ہو

گئے جن کو آپ کی سپاہ نے ہوشیار کیا اور بہت تسلی و تشفی دیتے ہوئے دریافت کیا کہ حضور! یہ شتر سوار کون تھا جس سے آپ نے اس خلوص و محبت سے باتیں کیں۔ یہاں تک کہ اس کی مفارقت میں بے چین ہوگئے۔ آپ نے فرمایا کہ یہ شتر سوار میرے پیارے وطن کا آدمی اور والد ماجد حضرت یعقوبؑ کے پڑوس کا رہنے والا تھا۔ جسے دیکھ کر اور جس سے مل کر مجھے اپنا وطن اپنا گھر بار اپنے والد بزرگوار یاد آگئے اور ان کی جدائی کا غم تازہ ہوگیا۔ مصاحبین نے پھر دریافت کیا کہ جناب! یہ تو بتائیں جب کہ بموجب فرمان آنجناب آپکے والد پیغمبر اور اللہ کے برگزیدہ نبی ہیں تو یہ انہیں اور آپ کو رنج و غم اور جدائی کا الم کیوں پیش آیا۔ جس کے جواب میں حضرت یوسفؑ نے فرمایا کہ انہیں اسلئے یہ غم پیش آیا کہ انہوں نے خدا کی محبت میں مجھے شریک کرلیا تھا اور مجھے یہ صدمہ اسلئے پیش آیا کہ میں نے ایک روز آئینہ دیکھ کر اپنے دل میں اپنی بڑائی کی راہ سے یہ کہا تھا کہ ایسا حسین اور خوبصورت اگر فروخت کیلئے بازار میں آئے تو کوئی قیمت نہیں دے سکتا۔ پس حضور رب العزت میں یہ دونوں باتیں پکڑی گئیں جس سے میں اور میرے والد دونوں امتحان الٰہی میں مبتلا ہوگئے۔

القصہ حضرت یوسفؑ اپنی سرگزشت اپنے مصاحبین سے بیان کرتے ہوئے مصر میں پہنچ کر اپنی محل سرائے میں داخل ہوئے۔ زلیخا آپ کی صورت دیکھ کر پہچان گئی کہ آج خدا خیر کرے حضرت یوسفؑ کی حالت بہت مغموم اور دل شکستہ نظر آتی ہے۔ ہر چند دریافت کرتی ہے مگر آپ کچھ نہیں بتاتے ہیں اور خاموش ہیں جس سے زلیخا کا دل نہایت اندوہگین ہوا اور وہ آپ کی خدمت و مدارات میں اور بھی زیادہ سرگرم ہوئی اور طرح طرح سے اس نے آپ کا دل ہاتھوں میں لینا شروع کیا اور آخر کار مصاحبین یوسفؑ سے اس رنج و ملال کی کیفیت زلیخا نے معلوم کی تو اسے اور بھی زیادہ صدمہ ہوا۔ اور آج سے دگنی اور چوگنی لونڈیاں باندیاں آپ کی خدمت کیلئے تعینات کردیں۔ جن میں ہر ایک لونڈی اپنے حسن و جمال میں خود ہی اپنا جواب تھی۔ مگر آپ کسی کی طرف نگاہ اٹھا کر بھی نہیں دیکھتے تھے۔ اکثر یاد الٰہی کرتے ہیں اور فاضل وقت میں حضرت یوسفؑ اپنے والد ماجد کا غم فراق لیکر بیٹھتے ہیں۔

جب اسی حال میں ایک دراز عرصہ گزر گیا جس کو مورخین لکھتے ہیں کہ پورے سات برس ختم ہونے کو آئے مگر اس عرصہ میں حضرت یوسفؑ نے اتنا ضرور کیا کہ پوشیدہ پوشیدہ بہت سی لونڈیوں اور کنیزوں کو کلمہ توحید سکھا کر انہیں مسلمان کرلیا اور ساتھ ہی ان کے اسلامی عبادات سے بھی انہیں پورا ماہر کردیا۔ اور اب وہ پکی مسلمان ہوگئیں۔ زلیخا کو جب معلوم ہوا کہ میرے محبوب حضرت یوسفؑ نے بہت سی کنیزوں کو مسلمان کرلیا تو صرف محبوب کی خوشی سے وہ بالکل ناخوش نہ ہوئی

اعظم رعونت بت پرست تھی اور بتوں ہی کو پوجتی تھی۔ غرضیکہ زلیخا نے اس کو بھی گوارا کرلیا اور ان چند کنیزوں کو اطاعت حضرت یوسف ؑ پر شاباش دی اور انہیں انعام واکرام تقسیم کئے۔ یہ سب کچھ اس لئے تھا کہ کسی طرح اپنا مدعا حاصل ہو۔ اور حضرت یوسف ؑ میرے کہنے پر آسکیں۔ مگر وہاں سوائے عبادت الٰہی اور غم وطن کے اور شغل ہی نہ تھا۔ نیز دنیا کی کسی زینت و بناؤ سے کچھ علاقہ ہی نہ تھا۔

کنیزیں کدھر اور کیسی زلیخا — کنیزوں کا پا اور کا حسن کیا
وہاں جوشِ زن تھا تو خوفِ الٰہی — تصور نہ آتا تھا دل میں ذرا بھی
کوئی لاکھ زینت دکھائے تو کیا ہے — نبوت کا پرتو دِیا جا رہا ہے
گھر وار اپنا کئے جا رہے ہیں — نبوت کا پرتو دیئے جا رہے ہیں
سبھی وار دنیا کے جاتے ہیں خالی — مگر اپنی رب سے ڈگر ہے نرالی!
مسلماں بناتے ہیں اک اک صنم کو — چراتے ہیں گویا وہ اک اک غنم کو
کسی کے سکھائے میں کب آرہے ہیں — مگر حق کی توحید پھیلا رہے ہیں

ایک زبردست پھندا

زلیخا تو جوان حضرت یوسف ؑ کی بیداری اور ہوشیاری دیکھ کر مایوس اور نا امید ہوئی چلی جاتی ہے اور اسے کوئی تدبیر بن نہیں آتی۔ آخر ایک روز اس نے اپنی رازدار دایہ سے کہا کہ اے دایہ تو اس کم عمر اور عدیم المثال دانشمند کی ہوشیاری دیکھ رہی ہے خدا زیادہ کرے کتنا سمجھدار اور کیسا ہوشیار ہے آج پورے سات سال ہو گئے ہیں مگر اس نے اپنی آن ہاتھ سے نہیں دی۔ لاکھ حکمتیں اور ہزار تدبیریں حضرت یوسف ؑ کے آگے سوائے مایوسی کے اور کچھ نہیں رکھتی۔ جوں جوں میں اس کی طرف رغبت کرتی ہوں توں توں یہ مجھ سے نفرت کرتا ہے۔ دایہ! کچھ تو ہی تدبیر بتا جس سے میرا مقصود حاصل ہو۔ دایہ نے کہا مجھے اجازت ہو کہ میں حضرت یوسف ؑ پر اثر ڈالنے کی کوشش کروں۔ امید ہے کہ گوہر مقصود حاصل ہو سکے۔ زلیخا نے دایہ کو اجازت دی اور اب وہ حضرت یوسف ؑ کو مائل کرنے کا بیڑا اٹھا کر چلی۔ چنانچہ اسی روز موقع پا کر حضرت یوسف ؑ کے عبادت خانہ میں پہنچی اور زلیخا کی ظاہری باطنی خوبیاں اور بیحد تعریفیں بیان کیں اور کہا کہ اسکی جان آپ پر نثار ہے اور ہر وقت آپ کو آرام دینے اور آپ کیلئے سامان عیش مہیا کرنے میں کسقدر سرگرم ہے۔ جس کے صلہ میں آپ کو بھی مناسب ہے کہ اتفاق نہ کریں اور ایسی جان نثار و بیقرار کا کچھ تو دل ٹھنڈا کریں۔ ورنہ تو ہماری سمجھ میں نہیں آتا۔

جان اپنے پر جو یوں قربان کرے
حیف ہے اس پر کہ جو رُخ تک نہ کرے

نہیں نہیں اے پیارے حضرت یوسفؑ! آپ اس کی طرف التفات کیجئے اور اس کی خوشنودی سے ہرگز قدم باہر نہ رکھئے اور اپنا اعزاز بنائیے۔

غرضیکہ دایہ کی بڑی لمبی چوڑی داستانِ جنوں سنکر نبی ابن نبی حضرت یوسفؑ نے فرمایا:

دیکھتا ہے وہ خدائے ذوالجلال
جانتا ہے وہ ہر اک کے دل کا حال
میرے دل میں بھی نہیں وہم وگمان
یہ زلیخا سے کہو تم ہو کہاں!
مجھ سے یہ اُمید رکھنی ہے فضول!
کوششیں جتنی بھی ہیں سب بے حصول
گو زلیخا کا ہے بندہ زرخرید
یہ ذرا مجھ سے نہ رکھے یہ اُمید
ہے عزیزِ مصر جو آقا میرا!
اس نے فرزندی میں بندہ کو لیا
اور امانت دار سمجھا ہے مجھے!
ہو خیانت مجھ سے مجھ پر حیف ہے
سب سے بڑھ کر خوفِ مولیٰ ہے ضرور
پاس ہیں جس کے سب نزدیک و دُور
جاؤ اور میری طرف سے یہ کہو
یہ خیالِ خام دل سے چھوڑ دو

اے زلیخا یہ تصور دُور کر!
اپنے مالک اور میرے خالق سے ڈر

دایہ یہ جواب سنکر زلیخا کے پاس گئی اور بہت کچھ باتیں بناتے ہوئے کہا کہ اے زلیخا! وہ یوں تو قبضے میں آئے گا نہیں بلکہ اسے دام میں لانے کیلئے میں تدبیر بتاؤں وہ اگر اس کے بعد تیری طرف التفات نہ کرے تو میرا ذمہ۔ زلیخا نے پوچھا وہ کیا تدبیر ہے؟ دایہ نے کہا اے زلیخا ایک ایسا خوبصورت اور دلربا مکان تیار کر جس میں جا بجا تیری اور حضرت یوسفؑ کی تصویریں منقش ہوں۔ پھر وہاں یہ لونڈی جا کر حضرت یوسفؑ کو بلا کر لائے اور پھر حضرت یوسف اپنی اور تیری تصویر ایک جگہ دیکھے شاید اس کا دل مائل ہو اور وہ اپنی بچنہ خیالی سے باز آئے۔ زلیخا کے خیال میں آگیا اور اسی وقت اس نے ایک نہایت دلربا مکان تیار کرانے کا حکم دیا۔

اک نیا تیار ہوتا ہے مکان
اک نیا ہوگا نبی کا امتحان!
اک نیا طوفاں اُٹھایا جائے گا
اک نیا پھندا لگایا جائے گا
اک نیا جادو چلایا جائے گا
اک انوکھا گُن لگایا جائے گا

اک نئی ترکیب کا بچھتا ہے دام ! اک نیا ہوتا ہے لیجئے انتظام
اک نئی کھچتی ہے جو سرہائے ہائے کس کو قسمت دیکھئے بازی دلائے

مکانِ دلرُبا

لیجئے اب وہ مکانِ دلرُبا تیار ہوتا ہے اور کتنی عجلت سے مکمل ہو کر حضرت یوسفؑ اور زلیخا کے درمیان ایک پردہ امتحان بن کر حائل ہو جاتا ہے۔ تاریخ میں جس کے بہت ہی قلیل ایام لکھے ہیں غرضیکہ وہ مکانِ دلفریب تیار ہوا اور اس شان سے تیار ہوا اور کسی قدر کیفیت بیان کی جاتی ہے۔ مکانِ دلربا کا تمام فرش سنگِ مرمر کا ہے اور اس کے نہایت نفیس خوبصورت دروازے موصل اور عاج اور آبنوس کے بنے ہوئے ہیں اور چھتیں خالص سونے کی ہیں اور درجہ بدرجہ پورے سات درجوں پر منقسم ہیں جس کے ہر درجہ میں چالیس چالیس ستون خالص سونے اور جواہرات کی مرصع کاری کے بنے ہوئے ہیں اور ہر وسیع درجے یا کمرے کے چاروں طرف کی دیواریں پر وہ خوبصورت جانوروں کی تصویریں ہیں جو جواہرات سے بنائی گئی ہیں جن کی دلفریبی کا کچھ حد و حساب نہیں کہیں دراز دراز دُموں والے جواہرات کے مور بنے ہوئے ہیں کہیں دیگر عجیب عجیب خوبصورت پرندے ہیں کہیں حسین اور خوبصورت عورتوں کی تصویریں بنی ہوئی ہیں جن میں کسی کے ہاتھ میں صُراحی ہے کسی کے ہاتھ میں گلدستہ ہے کسی کے ہاتھ میں پھلوں اور میووں کی قابیں ہیں۔ کوئی ہنس رہی ہے کوئی انگڑائی لے رہی ہے کوئی اپنی طرف اشارے سے بُلا رہی ہے۔ نیز ہر کمرے میں نہایت خوش رنگ مخملی فرش بچھا ہوا ہے اور اس کے وسط میں ایک تخت یا پُر تکلف مسہری لگی ہوئی ہے جس میں بڑے بڑے نفیس بچھونے ہیں اور ان پر تکیے لگے ہوئے ہیں جس میں اندر کے کمرے اس شان کے ہیں کہ جس میں کسی کنیز یا جانور کی تصویر نہیں ہے بلکہ چاروں طرف کی دیواروں پر حضرت یوسفؑ اور زلیخا کی تصویریں اس طرح بنی ہیں جس سے کسی دیکھنے والے کے دل میں خیالِ فاسد آسکے اور وہ بلیباختہ کچھ کا کچھ سمجھ بیٹھے۔ اور پھر سب سے اندر کے کمرے میں تو یہ کیفیت ہے کہ چاروں طرف دیواروں پہ لائقِ حجاب یوسفؑ اور زلیخا کی تصویریں بنی ہوئی ہیں جس میں اس کی چھتیں منقوش ہیں اور فرش بلوریں پر اسی شکل کی تصویریں موجود ہیں۔

غرضیکہ مکان کیا تھا ایک مجسم امتحان تھا جو ایک معصوم نبی کے لئے ہوا تھا جس روز یہ مکان دلربا تیار ہو گیا تو زلیخا نے اس روز نہایت خوشی منائی اور اپنی پُرتکلف تیاری کا کوئی دقیقہ

فروگذاشت نہ کرتے ہوئے کسی زینت وبناؤ میں اور کسی تکلف میں کوئی کسر باقی نہیں چھوڑی اور اس قدر تیاری کی کہ آج تک کبھی ایسی پُرجوش تیاری نہیں کی تھی۔ لباسِ فاخرہ زیبِ تن کیا جس کا ٹھکانا نہیں۔ گہنا وہ پہنا جس کی چمک دمک سے مکان روشن ہوگئے۔ پھر جب یہ تیاریاں زلیخا کر چکی تو اُس نے دایہ کو اپنے سامنے بلایا اور کہا جاؤ اور حضرت یوسفؑ کو لے آؤ۔ دایہ حضرت یوسفؑ کو لانے چلی ادھر زلیخا پیارے یوسفؑ کے استقبال میں ہمہ تن متوجہ ہو کر بیٹھی۔

جب چلی دایہ بُلانے کے لئے ۔۔۔ اور وہاں یوسفؑ کو لانے کے لئے
آسمانوں کے ملائک دنگ تھے ۔۔۔ اور کہتے تھے کہ بس یوسفؑ چلے
ہاں مگر ان کو نہ تھی کچھ یہ خبر ۔۔۔ ساتھ ہے یوسفؑ کے خلاق اثر
ظاہرا بچنے کی صورت کچھ نہیں ۔۔۔ سارے ساماں ہو چکے ہیں بالیقیں
لو چلو یوسفؑ کسوٹی پر چڑھو ۔۔۔ امتحاں پیغمبری کا آج دو!

زلیخا کی خلوت

دایہ حضرت یوسفؑ کو بلانے کیلئے ادھر گئی ادھر زلیخا اول کمرے میں بیٹھ کر آپ کا انتظار کرنے لگی۔ القصہ دایہ حضرت یوسفؑ کے عبادت خانہ میں پہنچی اور ان سے جاکر کہا کہ آپ کو زلیخا یاد فرماتی ہیں تشریف لے چلیے۔ پیارے نوجوان حضرت یوسفؑ نے نظر اُٹھا کر دایہ کی طرف دیکھا اور ایک سرد آہ کھینچ کر فوراً آسمان کی طرف نگاہ کی اور زبانِ حال سے فرمایا۔

آزمائش کب تلک ہوگی حضور ۔۔۔ بخش دیجئے اب تو بندے کو حضور
پھر نہ آئینہ کبھی دیکھوں گا میں ۔۔۔ حسن اپنا پھر نہیں تولوں گا میں
رحم کر یوسف پہ اے ربِ کریم ۔۔۔ امتحاں ہے آج اک اس پر عظیم

چنانچہ دایہ نے پھر آپ سے چلنے کے لئے کہا آپ بسم اللہ پڑھ کر اُٹھے اور دایہ سے کہا کہ چلو! دایہ نہایت خوشی خوشی پیارے یوسفؑ کو لئے مکانِ دلربا کے پہلے کمرے میں داخل ہوئی جہاں زلیخا کا دربار آراستہ تھا اور وہ آپ کے لئے چشم انتظار اور بالکل تیار بیٹھی تھی۔ چنانچہ آپ کے پہنچتے ہی شاد شاد ہوگئی اور اسی وقت تمام کنیزوں اور لونڈیوں کو رخصت کردیا اور نہایت رنج و سرور کے عالم میں اپنی جگہ سے اُٹھی۔ یوسفؑ کا ہاتھ پکڑ کر مکانِ دلربا کی بیش قیمت تیاریاں دکھاتی ہوئی اندرونِ مکان لے چلی۔ پھر جب پہلے کمرے سے دوسرے کمرے میں گئی تو اسے مقفل،

آتا رہا۔ اور نہایت اخلاص و محبت کی باتیں کرتی ہوئی اندرون مکان لے جاتی ہے اور برابر ہر کمرے کو مقفل کر رہی ہے یہاں تک کہ وہ جوان یوسفؑ کو جن کی عمر اس وقت پورے بیس سال کی ہے ساتویں کمرے میں لے گئی اور حالت یہ ہے کہ زلیخا یوسفؑ کا ہاتھ پکڑے ہوئے ہے مگر یوسفؑ بالکل خاموش اور نیچی نگاہ کئے چلے جاتے ہیں۔ چونکہ آپ کی نظر ہر طرف سے بچکر صرف زمین ہی کی جانب تھی اسلئے اس ساتویں کمرے میں آپ کو وہ رنگین نقوش دکھائی دیے جو زلیخا کا پورا ایک دام بچھا ہوا تھا۔ یعنی اپنی اور زلیخا کی تصویر ہم آغوش دیکھی۔ آپ متحیر ہو کر ایک دیوار کیطرف دیکھنے لگے۔ اتفاق سے وہاں بھی ہم آغوش کا نقشہ موجود تھا۔ فوراً نگاہ دوسری جانب پھیری وہاں بھی وہی عالم نظر آیا۔ چوتھے رُخ پھیرے ادھر بھی دیکھا۔ گھبرا کر چھت کی طرف دیکھنے لگے یہاں بھی وہی ہم آغوش دیکھی۔ اب، تو سوائے آنکھیں بند کر لینے کے آپ کو اور کچھ چارہ نہ ہوا کہ اتنے میں زلیخا نے کہا:

زلیخا

اِک دفعہ میری طرف بھی دیکھ لو ۔۔۔ آج تھوڑا سا کرم مجھ پر کرو!
ضبط ہو سکتا نہیں ہے اب ذرا ۔۔۔ رحم میرے حال پر ہو یوسفا
اب جُدائی کی نہیں طاقت مجھے ۔۔۔ اب نہیں دم بھر کی بھی مہلت مجھے
کیا بگڑ جائے گا یہ فرمایئے ۔۔۔ دیکھتا ہے کون یہ بتلایئے
تجھ پہ سب دولت لٹائی یوسفا ۔۔۔ تجھ پہ سب عزت گنوائی یوسفا
آگ کے شعلے ہیں سینے میں رواں ۔۔۔ رات دن اٹھتا ہے بس جن سے دھواں
کس کا ڈر ہے کون یاں موجود ہے ۔۔۔ دیکھنے والا نہیں یاں کوئی شے

یوسفؑ

مجھ کو ڈر ہے اے زلیخا کیا کروں ۔۔۔ دیکھتا ہے خالقِ دنیا ئے دُوں
جلوہ گر ہیں جس سے یہ کون و مکاں ۔۔۔ جس سے ہیں معمور یں دونوں جہاں
کوئی شے بھی اس سے پوشیدہ نہیں ۔۔۔ یاں بھی تو ہے موجود رب العالمین
ایک ہے دل میں مرے خوف خدا ۔۔۔ دوسرے ڈر ہے عزیز مصر کا
تم کو بھی دونوں سے ڈرنا چاہئے ۔۔۔ کام دہشت کا نہ کرنا چاہئے

زلیخا

یہ دفینے اور خزینے بے شمار
راہِ مولیٰ میں کروں گی میں نثار
بخش دے گا جس سے وہ تیری خطا
پھر تجھے کاہے کا ڈر ہے یوسفا
اور عزیزِ مصر کی جو تو کہے!
زہر دے کر بس سلاؤں گی اُسے
حشر تک پھر وہ نہ اُٹھے گا کبھی!
جس کے غم سے تجھ کو ہو گی مخلصی
اب تو بس میری طرف تو دیکھ لے
یوسفا اتنا نہ ترسا تو مجھے

وَرَاوَدَتْهُ الَّتِیْ هُوَ فِیْ بَیْتِهَا عَنْ نَّفْسِهٖ وَغَلَّقَتِ الْاَبْوَابَ وَقَالَتْ هَیْتَ لَكَ ط قَالَ مَعَاذَ اللّٰهِ اِنَّهٗ رَبِّیْۤ اَحْسَنَ مَثْوَایَ ط اِنَّهٗ لَا یُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ ہ

یعنی حضرت یوسف جب زلیخا کے گھر گئے تو زلیخا نے ان سے اپنا ارادہ پورا کرنا چاہا اور سب دروازے بند کر کے کہا میں نے اپنا نفس آپ کے حوالے کیا۔ حضرت یوسفؑ نے کہا کہ میں خدا کی پناہ مانگتا ہوں اور عزیزِ مصر جو تیرا شوہر اور میرا آقا ہے جس نے مجھے بہت اچھی طرح رکھا ہے، میں اسکی امانت میں ظلم و خیانت ہرگز نہیں کر سکتا۔ کیونکہ ظالم لوگ فلاح کو نہیں پہنچتے۔

پھر جب زلیخا نے دیکھا کہ حضرت یوسفؑ کسی طرح نہیں مانتے جلدی سے ایک خنجر نکالا اور کہا یوسف! اگر تم میرا کہنا نہ مانو گے تو میں ابھی اپنے گلے پر خنجر پھیر کر تمہارے قدموں میں اپنی جان دے دوں گی جس کا صلہ یہ ہو گا کہ عزیزِ مصر میرے خون کا بدلہ تم سے لیگا۔ ناحق میری تمہاری جانیں جائیں گی اور کچھ نہیں ہو گا۔ حضرت یوسفؑ نے کہا۔ زلیخا! مجھے اپنی اور تیری دونوں کی جان جانے کا کوئی اندیشہ نہیں مگر ہاں عصمت ہاتھ سے جاتی رہی تو نبوت کے دامن پر قیامت تک کیلئے دھبہ لگ جائے گا اور پھر کسی طرح وہ چھٹائے نہ چھٹے گا۔ جب زلیخا نے دیکھا کہ یوسف کا دل ذرا نہیں مائل ہوتا ہے، دست درازی پر اتر آئی۔ چاہا کہ حضرت یوسفؑ کو کلیجہ سے لگائے اُدھر یوسفؑ نے چاہا کہ اس سے کسی طرح مخلصی ہو جیسے خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَلَقَدْ هَمَّتْ بِهٖ وَهَمَّ بِهَا لَوْلَاۤ اَنْ رَّاٰ بُرْهَانَ رَبِّهٖ ط یعنی البتہ تحقیق زلیخا اپنے دل میں ارادہ کر ہی چکی تھی اور یوسفؑ اگر خدا کی نشانیاں نہ دیکھتے اور نبی نہ ہوتے تو وہ بھی یہ ارادہ کر بیٹھتے۔

خدا کی نشانیاں

زلیخا نے جب حضرت یوسفؑ کو بہت رنج کیا اور اپنی جان کھونے تک کا ارادہ کر بیٹھی تو

حضرت یوسفؑ خاموش ہو گئے۔ آپ کا خاموش ہونا تھا کہ زلیخا سمجھی اب میرا مقصود حاصل ہوا کہ حضرت یوسفؑ رضامند ہو گئے۔ جلدی سے اٹھی اور سامنے ایک ایوان میں سونے کا بت رکھا ہوا تھا، اس پر پردہ ڈال دیا۔ حضرت یوسفؑ زلیخا کی اس نئی حرکت پر متعجب ہوئے اور فرمایا کس شے سے پردہ کیا جا رہا ہے۔ زلیخا نے کہا کیونکہ یہ کام شرم کا ہے اس لئے میں گوارا نہیں کر سکتی کہ میرا بت جسے میں پوجتی ہوں ذرا بھی دیکھے۔ فرمایا کیوں زلیخا! تو نے اپنے بت کا خیال اور لحاظ کیا اور بے حیائی کے کام کو اس سے چھپانا چاہا۔ میرا معبود جو ہر جگہ اور ہر کہیں میرے ساتھ ہے اور ہر وقت مجھے دیکھ رہا ہے میں اس کے سامنے کون سا پردہ کروں۔ یہ سن کر زلیخا نے تبسم کیا اور دونوں ہاتھ حضرت یوسفؑ کی طرف دراز کئے۔ حضرت یوسفؑ نے گھبرا کر آسمان کی طرف دیکھا جہاں حضرت یعقوبؑ کی صورت صاف نظر آئی کہ وہ اپنے دانتوں میں انگلی لئے ہوئے زبانِ حال سے کہہ رہے ہیں ؎

خبردار یوسف! خبردار یوسف ۔ نہ ہو تجھ سے یہ ظلم زنہار یوسف
خدا تیرا حامی ہو لے میرے بچے ۔ خدا تجھ کو اس وقت محفوظ رکھے
نبوت کا یہ امتحان ہو رہا ہے ۔ عجب ایک دربار یاں ہو رہا ہے
شیاطین بھی سارے چھائے ہوئے ہیں ۔ ملائک کو بھی دیکھ آئے ہوئے ہیں
خداوندِ عالم کی تجھ پہ نظر ہے ۔ میرے پیارے یوسف تجھے کچھ خبر ہے

قدرت کی یہ نشانیاں دیکھ کر حضرت یوسفؑ کے آنسو جاری ہو گئے اور حضرت والد ماجد کی تنبیہ سے اور بھی زیادہ آپ کا دل مضبوط ہو گیا اور بھاگنے کے ارادے سے اپنے چاروں طرف دیکھنا شروع کیا۔ وہاں اظہارِ قدرت یہ ہوتا ہے کہ بجائے ہم آغوشی کی تصویروں کے چاروں طرف کی دیواروں میں ذیل کی چار آیتیں لکھی ہوئی نظر آتی ہیں۔ پہلی دیوار پر لکھا ہے:

لَا تَقْرَبُوا الزِّنَا اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً ؕ وَسَآءَ سَبِيْلًا ۝

یعنی: زنا کے قریب نہ جانا کہ وہ سخت بے حیائی کا کام ہے۔

دوسری دیوار پر لکھا ہوا ہے:

اِنَّ عَلَيْكُمْ لَحٰفِظِيْنَ كِرَامًا كَاتِبِيْنَ يَعْلَمُوْنَ مَا تَفْعَلُوْنَ ۝

یعنی: خدا فرماتا ہے کہ ہم نے تمہارے اوپر دو نگہبان مقرر کر دیئے ہیں جن کا نام کِرَامًا کَاتِبِیْنَ ہے اور وہ تمہارے اعمال کو دیکھتے ہیں۔

تیسری دیوار پر لکھا ہوا ہے۔ وَاتَّقُوْا يَوْمًا تُرْجَعُوْنَ فِيْهِ اِلَى اللّٰهِ ؕ

یعنی اس دن سے ڈرو کہ جس دن تمہیں اپنے پروردگار کی حضوری میں کھڑا ہونا ہے۔
چوتھی دیوار پر یہ لکھا ہے: یَعْلَمُ خَائِنَةَ الْاَعْیُنِ وَمَا تُخْفِی الصُّدُوْرُ ہ
یعنی، اللہ تعالیٰ سے کوئی خائن آنکھ چھپی ہوئی نہیں ہے اور وہ دل کی باتوں کو جانتا ہے اور نیچے فرش بلوریں پر حرف کندہ نظر آتے۔
اِنَّنِیْ مَعَکُمَا اَسْمَعُ وَاَرٰی ہ یعنی، مولیٰ کا ارشاد ہوتا ہے کہ میں تمہارے پاس ہوں سب کچھ سن رہا ہوں اور سب کچھ دیکھ رہا ہوں۔
بس اب خلوت کا فیصلہ ہو گیا اور حضرت یوسف بال بال بچ کر وہاں سے بھاگنے کے ارادے پر ہمہ تن متوجہ ہو گئے جیسے مولیٰ کریم فرماتے ہیں: کَذٰلِکَ لِنَصْرِفَ عَنْهُ السُّوْٓءَ وَالْفَحْشَآءَ اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُخْلَصِیْنَ ہ
یعنی ہم نے ان آزمائشوں میں حضرت یوسف کو ثابت قدم رکھا اور کوئی برائی و بے حیائی ان کے پاس تک نہ آنے دی۔ کیونکہ حضرت یوسف ہمارے برگزیدہ بندوں میں سے تھے۔ صاف نکل گئے اور بڑے زبردست امتحان میں پورے اترے۔ **نظم**

بڑا شکر لازم ہے تیرا خدایا
نبوت کے دامن پہ دھبہ نہ آیا!
فرشتوں میں غل مرحبا کا ہوا ہے
شیاطیں میں اک سوگ سا چھا گیا ہے
حیا لے گئی آج بازی جہاں میں
مبارک سلامت ہوئی آسماں میں
فرشتوں میں دربار اک ہو رہا ہے
شیاطین کا قافلہ رو رہا ہے!
خداوندا یوسف کو تو نے بچایا
حیا کا کیا دہر میں بول بالا!

یوسف علیہ السلام کا بھاگنا

قدرت خداوندی کی یہ نشانیاں دیکھنے کے بعد اب حضرت یوسف کو آنکھ جھپکنے کی مقدار بھی وہاں ٹھہرنا حرام ہو گیا۔ آخر ادھر دیکھتے ہوئے بسم اللہ کہہ کر آپ وہاں سے بھاگے۔ پیچھے پیچھے آپ کے زلیخا بھی بھاگی۔ چنانچہ لکھا ہے کہ پہلے مقفل دروازے پر آپ پہنچے تو لگے ہوئے قفل خود بخود کھل کر گرا اور دروازہ چوپٹ کھل گیا جس میں سے صاف نکلتے ہوئے آپ دوسرے کمرے میں پہنچ گئے۔ زلیخا کہتی ہے کہ یوسف کہاں جا سکتے ہیں، ابھی تو ایسے ایسے چھ دروازے اور بھی مقفل اور باقی ہیں، کہاں تک بھاگے گا اور میرے ہاتھ سے نکل کر جائے گا؟

آپ بھی بھاگنے بھاگنے زلیخا سے فرماتے ہیں کہ اے زلیخا! میں جس کے لئے بھاگا ہوں وہ ضرور مجھے پناہ دیگا۔ پھر جب آپ دوسرے دروازے پر پہنچے تو پہنچنے سے پہلے دوسرا قفل بھی خود بخود کھل کر گرا اور دروازہ چوپٹ کھل گیا اور آپ بہادرانہ نکلتے ہوئے باہر چلے گئے تیسرے کمرہ میں آپ جب پہنچے تو یہاں کے آرائشی سامان سے زلیخا کو ٹھوکر لگی اور ہائے کرکے گر پڑی مگر شوق یا اُمید نے ابھی نا اُمید نہیں کیا تھا جلدی سے کھڑی ہو کر یوسف کے پیچھے پھر بھاگنے لگی یہاں تک کہ چوتھے کمرے کا قفل بھی خود بخود اسی طرح کھلا اور دروازہ چوپٹ ہو گیا۔ حضرت یوسفؑ اس سے بھی باہر ہو گئے چوتھے کمرے میں زلیخا پھر گری اور گر کر اُٹھی اور اُٹھ کر پھر آپ کے پیچھے بھاگی۔ مگر اب اُس کا سانس پھول گیا اور اُس کی دوڑ میں فرق آگیا۔ چاہا کہ اس کو چھوڑ کر بیٹھ جائے۔ مگر شیطان لعین جو اُس کے ساتھ ساتھ بھاگ رہا تھا اُس نے دل میں وسوسہ ڈالا کہ ابھی تین کمرے مقفل ہیں کہیں نہ کہیں تو ہاتھ آئے گا۔ یہ خیال کرکے پھر آپ کے پیچھے لپکی۔ یہاں تک کہ سب سے بیرونی یعنی باہر کے ساتویں کمرے میں حضرت یوسفؑ پہنچ گئے۔ یہاں اتفاق سے حضرت یوسفؑ بھی کسی چیز سے لڑکھڑائے اور کسی قدر رُکے کہ اتنے میں زلیخا نے یوسفؑ کو آن لیا اور آخری وقت میں یوسفؑ کا دامن پیچھے سے اُس کے ہاتھ آگیا۔ ساتواں دروازہ چونکہ پہلے ہی سے آپ کے استقبال میں دونوں ہاتھ کھولے ہوئے منتظر تھا اسلئے آپ جلدی سے کود کر اور اُچک کر اور آخری دروازہ سے نکل کر صاف میدان میں آگئے۔ مگر آپ کا پچھلا دامن پھٹ کر زلیخا کے ہاتھ میں رہ گیا۔ زلیخا چونکہ پھٹ کر وہیں کھڑی ہو گئی۔ اور حضرت یوسف علیہ السّلام صاف باہر ہو گئے جہاں جبرائیل امین اور لاکھوں فرشتے آپ کے استقبال میں کھڑے تھے۔

دامن یوسف کو جب دیکھنے سے دیکھا پاک صاف
حضرت صدّیق کی پائی ہے جب پوشاک صاف
مرحبا و آفریں کا شور برپا ہو گیا!
ہو مبارک تم کو یوسفؑ آج انعام خُدا
آج بس ثابت رہی ہے عصمت پیغمبری!
اس گروہِ پاک کو کیا اس نے دی ہے برتری
آج بچ رہنا زلیخا سے کوئی آساں نہ تھا!
یہ شرف بس ہے تمہی کو اے گروہ انبیاءؑ

کیا مبارک نفس ہیں اللہ نے تم کو دیئے :
صاف ستھرے پاک دل خالق نے سینہ میں رکھے

عزیزِ مصر کا آنا

وَاسْتَبَقَا الْبَابَ وَقَدَّتْ قَمِيصَهُ مِنْ دُبُرٍ وَّأَلْفَيَا سَيِّدَهَا لَدَا الْبَابِ۔ یعنی: دونوں بھاگتے ہوئے دروازہ پر پہنچے اور زلیخا نے حضرت یوسفؑ کو پکڑنا چاہا اور پیچھے سے حضرت یوسفؑ کا کرتا پھاڑ دیا اور اتفاق سے دونوں نے عزیز مصر کو دروازہ پر کھڑا پایا۔

پس حضرت یوسفؑ ساتویں چوکھٹ کے باہر پہنچے ہی تھے کہ وہاں اتفاق سے عزیز مصر یہ کمرے اور ان کی تیاریاں دیکھنے کیلئے چلا آرہا تھا۔ دروازہ پر حضرت یوسفؑ کو سراسیمہ اور پریشان نکلتے ہوئے دیکھ کر گھبرا گیا اور حضرت یوسفؑ کو روکا اور تسلی اور اطمینان دیتے ہوئے کہا۔ خیر تو ہے یہ پریشانی اور گھبراہٹ کیسی ہے۔ حضرت یوسفؑ نے از روئے عقلمندی اور از روئے ادب لحاظ کچھ ایسا مجمل اور گول جواب دیا جس میں افشائے راز نہ ہو اور کسی قسم سے پردہ فاش نہ ہو۔ مگر عزیز مصر کی یوسفؑ کے جواب سے تسلی نہ ہوئی اور یوسف کا ہاتھ پکڑ کر دروازہ کے اندر داخل ہوا۔ عزیز مصر نے یوسفؑ کو لئے ہوئے چوکھٹ کے اندر قدم رکھا ہی تھا۔ دیکھتا کیا ہے کہ زلیخا چوکھٹ کا بازو پکڑے زار و قطار رو رہی ہے۔ یہ حال دیکھ کر عزیز مصر اور بھی زیادہ پریشان ہوا۔ زلیخا نے جب دیکھا کہ عزیز مصر یوسفؑ کا ہاتھ پکڑے چلا آرہا ہے تو بے حواس ہو گئی اور اس کے دل میں یقین کامل ہو گیا کہ یوسفؑ نے قطعی سب کیفیت عزیز مصر سے بیان کر دی اور اب عزیز مصر مجھے سزا دینے کیلئے آیا ہے۔ فوراً زلیخا نے یہ کہنا شروع کیا اور عزیز کے حال دریافت کرنے سے پہلے یہ پکار اٹھی اور پیش بندی کے طور کہا جسے اللہ تعالیٰ اپنے کلام قدس میں نقل فرماتا ہے قَالَتْ مَا جَزَآءُ مَنْ اَرَادَ بِاَهْلِكَ سُوٓءًا اِلَّآ اَنْ يُّسْجَنَ اَوْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ؕ یعنی زلیخا نے کہا کہ اے عزیز جو شخص تیری بیوی سے بدنیت ہو اس کی یہ سزا ہے کہ یا تو اسے قید خانے میں رکھا جائے یا کوئی اور خوفناک سزا دی جائے۔

مورخین لکھتے ہیں کہ زلیخا نے اپنے دل میں یہ فیصلہ کر لیا کہ یوسفؑ نے تمام حالات عزیز مصر سے ضرور بیان کر دئے۔ نہایت مستعدی سے یہ کہنا شروع کیا کہ اے عزیز یہ غلام جسے تو نے بڑے ناز و نعم اور نہایت پیار و محبت سے پرورش کیا، مگر ہائے اس نے تیرے ساتھ بڑی دغا کی یعنی آج

کا واقعہ ہے کہ میں بالکل غافل پڑی سو رہی تھی چنانچہ یہ دبے پاؤں میرے سرہانے آیا اور اُسنے اپنا ناجائز مطلب مجھ سے نکالنا چاہا پھر جب اس نے مجھ پر اپنا ہاتھ دراز کیا تو میں جاگ اٹھی اور نادم ہو کر یہ یہاں سے بھاگا جس کے پیچھے میں بھی دوڑی کہ اسے پکڑ لوں مگر یہ میرے ہاتھ سے نکل گیا۔ عزیز نے زلیخا سے جب یہ باتیں سنیں آگ بگولا ہو گیا اور نہایت غضب ناک ہو کر یوسفؑ سے کہا کہ یوسف! یہ میری محبت و شفقت اور میرے ناموس ہی پر دست درازی۔

یوسفؑ عزیز مصر کے غیظ و غضب کی مطلق پروانہ کرتے ہوئے بے دھڑک اس کے جواب میں یہ فرماتے ہیں، زلیخا مجھ پر تہمت لگاتی ہے۔ اے عزیز بلکہ واقعہ یہ ہے کہ میرا ہاتھ پکڑ کر یہ اندرون مکان لے گئی اور مجھ سے اس نے ناجائز فرمائش کی تو میں وہاں سے بھاگا اور یہ بھی میرے پیچھے بھاگی کہ اس نے پیچھے سے میرا کرتا پھاڑ ڈالا ۔ قَالَ هِيَ رَاوَدَتْنِي عَنْ نَفْسِي ۔

یعنی: اے عزیز مصر یہ عورت ہی خود مجھ سے میری طالب ہوئی تھی۔ اب تو عزیز مصر اور بھی زیادہ پریشان ہوا اور اس نے اپنے دل میں بہت ہی جز بز ہو کر کہا:

ایک ہیں الفاظ دو ہیں مدعی — صدق میں اور کذب میں مشکل بنی
کس کو سچا کہیے اور جھوٹا کہے — اور بُرا کہیے کسے ، اچھا کسے
اس کے جو فقرے ہیں وہ اسکے ہیں — کیونکر سچ اور جھوٹ پا سکتا ہوں میں
ہاں مگر اتنا سمجھتا ہوں ضرور — میں نے یوسفؑ میں نہیں دیکھا قصور
بچپنے سے دیکھتا ہوں میں اسے — شائبے تک بھی نہیں ہیں کذب کے
اور امانت دار یہ ثابت ہوا — آج تک دیکھی نہیں اس کی خطا
کس طرح مجھ کو یقیں ہو لے فتا — یہ ارادہ آج یوسفؑ نے کیا

یوسفؑ کی برأت

آخر کار عزیز مصر اسی حیرانی و پریشانی کے عالم میں زلیخا کی طرف متوجہ ہوا اور کہا تیرے سچا ہونے کا کوئی گواہ ہے؟ زلیخا نے ڈرتے ڈرتے کہا کہ میں اور یہ دونوں تنہا تھے، پھر ایسی حالت میں گواہ کون ہو سکتا ہے۔ عزیز مصر پھر یوسفؑ کی طرف متوجہ ہوا اور کہا کہ یوسفؑ تیرے سچے ہونے کا کوئی گواہ ہے؟ حضرت یوسفؑ نے بے دھڑک اس جھولے کی طرف جس میں زلیخا کا ایک خالہ زاد بھائی پڑا انگوٹھا چوس رہا تھا، اشارہ کیا اور فرمایا کہ یہ بچہ میری گواہی دے گا۔ عزیز

مصر نے کہا کہ یہ چار مہینے کا بچہ، بھلا یہ تمہارے سچا ہونے کی گواہی کیونکر دے سکتا ہے؟ آپ نے فرمایا: میرا مولا بڑی حکمت والا ہے اور وہ عصمتِ انبیاء کا خود محافظ ہے ضرور وہ اس سے گواہی دلوا دے گا۔ اے عزیز! اس سے پوچھو، یہ بیشک بولے گا۔ عزیز نے یوسفؑ کے کہنے پر اس بچہ کو آواز دی۔ بچہ لبیک کہہ کر اس جھولے ہی میں اٹھ کر بیٹھ گیا۔ وَشَهِدَ شَاهِدٌ مِّنْ اَهْلِهَا۔ یعنی نہایت صاف زبان میں زلیخا کے اس رشتہ دار بچے نے گواہی دینی شروع کی۔ اِنْ كَانَ قَمِيْصُهٗ قُدَّ مِنْ قُبُلٍ فَصَدَقَتْ وَهُوَ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ ۝ وَاِنْ كَانَ قَمِيْصُهٗ قُدَّ مِنْ دُبُرٍ فَكَذَبَتْ وَهُوَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ۝ یعنی: یوسف کا کرتہ اگر سامنے سے پھٹا ہے تو زلیخا سچی ہے اور اگر ان کا کرتہ پیچھے سے پھٹا ہے تو یوسفؑ سچے ہیں۔ بچے کی گواہی پر سوائے حضرت یوسفؑ کے تمام حاضرین دنگ ہو گئے۔ اور بے ساختہ سب کی زبان سے نکلا کہ بیشک یوسفؑ ہی سچے معلوم ہوتے ہیں۔ اب جو یوسفؑ کا کرتہ دیکھا جیسے مولا فرماتے ہیں فَلَمَّا رَاٰ قَمِيْصَهٗ قُدَّ مِنْ دُبُرٍ قَالَ اِنَّهٗ مِنْ كَيْدِكُنَّ اِنَّ كَيْدَكُنَّ عَظِيْمٌ ۝ یعنی جب یوسفؑ کا کرتا دیکھا کہ وہ پیچھے سے پھٹا ہے۔ تب عزیزِ مصر نے زلیخا سے کہا کہ یہ تم عورتوں ہی کے چلتر ہیں۔ اس میں شک نہیں کہ عورتوں کے چلتر بڑے آفت کے ہوتے ہیں۔ اس کے بعد لکھا ہے کہ عزیزِ مصر کو زلیخا پر غصہ آیا اور اس نے چاہا کہ زلیخا کے بارے میں قتل کا حکم صادر کرے کہ اتنے میں وہی معصوم سر اٹھا کر کہتا ہے۔

یہ امانت ہے کسی کی اے عزیز — قتل کی نیت نہ رکھ اے باتمیز
درگزر کر بلکہ اے دانائے راز — عفو کر، اور اس ارادے سے ہو باز
معذرت کر یوسفِ کنعان سے — اور معافی مانگ اس انجان سے
دل شکستہ اس مسافر کا نہ ہو — جلد اس مہمان کی دل جوئی ہو
غیظ میں آئے نہ ذاتِ ذوالجلال — روتے بیٹھے یوسفِ آشفتہ حال

چنانچہ عزیزِ مصر اسی وقت حضرت یوسفؑ کی طرف مخاطب ہوا اور کہا، يُوْسُفُ اَعْرِضْ عَنْ هٰذَا۔ یعنی اے یوسف! آپ اس بات کا کچھ خیال نہ کریں اور مجھے معافی دیں۔ فی الحقیقت یہ آپ پر بہت زیادتی کی گئی ہے جسے اپنے دل سے بھلا دیں اور درگزر کریں۔ اس کے بعد عزیزِ مصر زلیخا کی طرف متوجہ ہوا اور کہا: وَاسْتَغْفِرِيْ لِذَنْۢبِكِ اِنَّكِ كُنْتِ مِنَ الْخٰطِـِٕيْنَ ۝ اے زلیخا! تو اپنے قصور کی معافی مانگ! کیونکہ یہ سر سے پاؤں تک تیری ہی خطا

ہے اور یوسفؑ بالکل بے قصور اور بے گناہ ہے۔ پھر عزیز مصر نے تمام حاضرین سے عہد لیا اور نہایت تاکید سے سب کو ہدایت دی کہ خبردار جو کسی نے یہ راز فاش کیا اور خبردار جو یہ بات کہیں بھی کسی نے اپنے منہ سے نکالی!

تقدیر میں یہ صدمۂ دل سوز لکھا تھا — یوسف کی خطا ہے نہ زلیخا کی ہے اصلا
انسان پہ سب وقت گزرتے ہیں جہاں میں — شادی بھی ہے اور غم بھی ہے ہر ایک مکاں میں
قسمت کے لکھے کو کبھی بھولے نہیں انسان — دنیا کی امارت پہ بھی پھولے نہیں انسان
عشق اور مشک چھپائے سے کہیں چھپتا ہے — رنگ گہرا ہو تو آنکھوں میں وہی کھبتا ہے

افشائے راز

زلیخا کا عشق اور اس کی محبت کوئی معمولی عشق و محبت نہ تھا جو عزیز یا دوسرے کے چھپائے چھپ سکتا بلکہ وہ سر چڑھ کر بولنے والا جادو اور طشت از بام ہونے والا جذبہ تھا۔ جو چند ہی روز میں عالم آشکارا ہو کر رہا۔ اس افشائے راز کی ابتدا یوں ہوتی ہے کہ محل سرا کی آنے جانے والی چند عورتیں آپس میں سر جوڑنے لگیں اور اکثر اپنی زبان پر ذکر اذکار کرنے لگیں کہ تم نے کچھ اور بھی سنا؟ عزیز مصر کی بیوی زلیخا جس کا نام ہے وہ کیا کرتوت کر رہی ہے اور کیسا ستم ڈھا رہی ہے۔ بڑے شرم کی جگہ ہے اور بڑے افسوس کا مقام ہے کہ وہ اپنے زر خرید غلام سے بدنگاہ ہو کر اس کیلئے کیسے کیسے جتن کر رہی ہے اور کیسے اس کو دام میں لانے کی کوشش میں مصروف ہے؛ وَقَالَ نِسْوَةٌ فِي الْمَدِينَةِ امْرَاَتُ الْعَزِيزِ تُرَاوِدُ فَتٰهَا عَنْ نَّفْسِهٖ یعنی شہر کی عورتوں نے کہا کہ عزیز کی بیوی اپنے غلام سے اپنی خواہش نفسانی حاصل کرنے کے درپے ہے قَدْ شَغَفَهَا حُبًّا یعنی اس غلام کا عشق اس کے دل میں جگہ پکڑ گیا ہے۔ اِنَّا لَنَرٰهَا فِي ضَلٰلٍ مُّبِينٍ؁ لہٰذا ہم تو کہیں گے کہ وہ یقینی گمراہی پر اُتر آئی ہے اور اس نے شرم و حیا کو بالائے طاق رکھ دیا۔ افسوس اس نے عزیز کا پاس نہ شاہی گھرانے کا لحاظ کیا۔ نیز سب باتوں کو خاک میں ملا کر اتنی گرویدہ ہو گئی کہ بس دین ہے تو وہی ہے اور جان ہے تو وہی ہے۔ ہر وقت یوسف ہی یوسف پکارتی ہے اور اس کی الٹ پلٹ میں ہر آن لگی رہتی ہے۔ ایسا بھی کیا اندھیر ہے آدمی اپنی عزت کا خیال کرے اپنے ناموس کی شرم کرے۔ اپنے دل کو قابو میں رکھے۔ دل کیا ہو گیا دیوانہ ہو گیا۔ اور ایک غلام پر آیا تو اس آندھی مینہ کی طرح جس کا آنا نہیں۔ آخر ہم بھی تو انسان ہیں اور نفس ہمارے ساتھ بھی تو لگا ہوا ہے۔ مگر ہم تو کبھی ایسا نہ کریں گے اور کبھی کسی کو دل دیکر اپنے آپ کو اس

طرح خاک میں نہ ملائیں گے جیسا کہ زلیخا نے اپنی آبرو خاک میں ملا رکھی ہے۔

اتفاق سے کسی خبر پہنچانے والے نے عورتوں کی یہ چہ میگوئیاں اور یہ تمام باتیں زلیخا سے آکر ہوبہو نقل کر دیں۔ زلیخا نے سُنا اور سُن کر کہا کہ بھلا وہ قحبائیں جاتی کہاں ہیں۔ کل میں خود ان کی خود داری اور ان کے بھاری بھرکم ہونے کا امتحان کروں گی اور دیکھوں گی کہ وہ کیسی اپنی بات اپنے ہاتھ میں رکھنے والی ہیں۔ وَلَمَّا سَمِعَتْ بِمَكْرِهِنَّ۔

یعنی جب زلیخا نے ان عورتوں کو طعنہ زنی کرتے سُنا تو اپنے دل میں اس نے ایک مسودہ تیار کیا۔ دوسرے دن کے لئے اپنی محل سرائے میں بلانے اَرْسَلَتْ اِلَيْهِنَّ یعنی عورتوں کو بلاوا بھیج دیا اور اب ان کے لئے زلیخا نے تیاریاں شروع کر دیں۔ قسم قسم کے کھانے پک رہے ہیں۔ طرح طرح کے فرش بچھ رہے ہیں۔ رنگ برنگے میوے چُنے جا رہے ہیں اور بعد تیاریاں کی جا رہی ہیں۔

اے زلیخا کیسی تیاری ہے آج — کیا کسی کا ٹھیک کرنا ہے مزاج

جس چھری سے خود ہوئی تو نیم جاں — کیا وہی اب اوروں پر ہوگی رواں

جس نظر نے تیرا دل چھلنی کیا — اور بھی اب اس سے گھائل ہونگے کیا

اب تلک تھا جو ترے دل میں نہاں — کیا وہ راز اب اور پہ ہوگا عیاں

جس لگی نے خاک کر ڈالا تجھے — کیا جلیں گے اور بھی اس آگ سے

مصر کی عورتیں

دل کے پھپھولے جل اُٹھے سینے کے داغ سے
اس گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے

لیجیے! وہ عشق جو اب تک ایک ہی دل میں ناسور کر رہا تھا اور ایک ہی گھر میں ایک چنگاری سلگا رہا تھا آج بہت سے دلوں کو گھائل کرے گا اور بہت سے گھر دل کو جلا کر خاک سیاہ کرنے کو ہے۔

القصہ جوں توں کر کے دوسرا روز ہوا اور اب زلیخا کی محل سرا میں مصر کی عورتیں آنے کا وقت قریب آ لگا۔ مگر زلیخا مہمانوں کی تیاری کے ساتھ ساتھ پیارے حضرت یوسفؑ کے بناؤ سنگار میں مصروف ہے اگرچہ اس کا دل اس بات کو گوارا نہیں کرتا کہ کوئی حضرت یوسفؑ کی جھلک بھی دیکھ سکے۔ مگر مصر کی عورتوں نے اس کو طعنے ہی ایسے دئے کہ جس سے یہ انہیں حضرت یوسفؑ کو ایک نظر دکھانے پر مجبور ہوئی اور انہیں انتہا درجہ کا لباس فاخرہ پہنا کر پردہ کے پیچھے بٹھا دیا اور خود عورتوں کے

مدارات کے امور میں آکر مصروف ہوگئی اور ان مہمانوں کیلئے بڑے بڑے پرتکلف سامان کئے وَ اَعۡتَدَتۡ لَهُنَّ مُتَّكَاً یعنی ان کے لئے نہایت پرتکلف محفل جمائی۔ اتنے میں وہ عورتیں آنی شروع ہوگئیں چنانچہ جس قدر بلاوا تھا تھوڑی دیر میں وہ سب آگئیں۔ پھر زلیخا کے اشارہ سے ان کے سامنے قسم قسم کے کھانے اور طرح طرح کے میوے چنے گئے۔ غرضیکہ ان کے دسترخوان پر ہزار ہا نعمتوں کا ایک باغ لگا دیا اور ساتھ ہی اس کے ایک ایک چھری ان کے ہاتھوں میں دیدی گئی۔ جس سے وہ تازہ پھل تراش کر کھائیں۔ جیسے خداتعالیٰ فرماتا ہے وَّاٰتَتۡ كُلَّ وَاحِدَةٍ مِّنۡهُنَّ سِكِّيۡنًا۔ یعنی سب کے ہاتھوں میں ایک ایک چھری دے دی جس سے وہ عمدہ پھل تراشیں۔ پھر زلیخا نے ان عورتوں سے کہا کہ میرا دل چاہتا ہے کہ آج تمہاری مدارات میں کسر باقی نہ رکھوں اور جو خدا کی دی ہوئی نعمت میرے پاس ہے تمہارے سامنے لاکر موجود کردوں۔ پس اے میری مہمانو! ان تمام نعمتوں کے علاوہ ایک اور بولتی ہوئی نعمتِ خداداد میرے پاس موجود ہے اُسے بھی لاکر دکھاؤں گی۔ پس جس وقت تمہارے سامنے آئے تو پہلے یہ تازہ پھل تراش کر اس کے سامنے پیش کرنا اور پھر یہ کھانے نوش جاں کرنا۔ یہ کہہ کر جلدی سے پس پردہ گئی اور حضرت یوسفؑ سے جا کر کہا وَقَالَتِ اخۡرُجۡ عَلَيۡهِنَّ۔ یعنی ذرا ان مہمانوں کے سامنے آئیے۔ چنانچہ حضرت یوسفؑ طوعاً و کرہاً بے نقاب ہو کر سامنے آئے۔

عورتوں کی جب پڑی ان پر نظر
ہو گئے ہوش و خرد زیر و زبر

سب کی آنکھوں میں اندھیرا چھا گیا
چاند اک روشن ہو جیسے آ گیا

بے خودی کا ہو گیا عالم وہاں
بندھ گیا اک وجد کا سارا سماں

یہ ہوئی حالت زنانِ مصر کی!
حسن پہ پڑ کر نظر پتھرا گئی

حسنِ یوسفؑ کی چلی وہ دل پہ سیف
کاٹ ڈالے ہاتھ اپنے حیف حیف

اپنے آپے میں نہ ذرا کوئی رہی
ساری مجلس اک کھیلا بن گئی

کاٹتے کیسے ترنج اور کیسے پھل!
قیمہ قیمہ ہاتھ ہیں سب بے دخل

جب زلیخا نے یہ دیکھا ان کا حال
ساری محفل جب نظر آئی نڈھال

لے گئی پردے میں جلدی سے انہیں
تاکہ کہیں یہ مر نہ جائیں عورتیں

فَلَمَّا رَاَيۡنَهٗۤ اَكۡبَرۡنَهٗ وَقَطَّعۡنَ اَيۡدِيَهُنَّ۔ یعنی جب ان عورتوں نے یوسف علیہ السلام کو دیکھا تو حضرت یوسفؑ کے حسن و جمال کی ان کے دل پر ایسی چوٹ لگی کہ انہوں نے بجائے پھل اور میوے ترشنے کے اپنے ہاتھ کاٹ ڈالے۔

وَقُلْنَ حَاشَ لِلّٰہِ مَا ھٰذَا بَشَرًا ۔ اِنْ ھٰذَآ اِلَّا مَلَکٌ کَرِیْمٌ ۝

یعنی پھر ان عورتوں نے کہا۔ حاشا و کلا یہ بشر نہیں ہے بلکہ یہ کوئی بڑا عزت مند فرشتہ ہے اور زلیخا ہم قسمیہ کہتی ہیں کہ ہم نے آج تک اس حسن و جمال کا کوئی آدمی نہیں دیکھا۔ فی الحقیقت یہ کوئی بڑی مبارک ذات ہے اور اسی قابل ہے کہ اسے اس طرح رکھا جائے جیسے آنکھوں میں سُرمہ یا جیسے پہلو میں دل۔ پھر جب زلیخا نے دیکھا کہ یہ عورتیں حضرت یوسفؑ کو دیکھ کر دیوانیاں ہو گئیں اور حیرت زدہ ہو کر ان کی تعریف و توصیف میں بہت باتیں کر رہی ہیں تو تبسم کیا اور کہا کہ دیوانیو! یہ دوسروں کو نصیحت اور اپنے آپ کو فضیحت۔ یاد ہے تمہیں؟ کہ تم نے مجھے یہ کہہ کر دنیا جہان میں بدنام کیا تھا کہ عزیز مصر کی عورت اپنے غلام سے بُری خواہش رکھتی ہے اور قَدْ شَغَفَهَا حُبًّا۔ اس کا دل ایک غلام پر مائل ہو گیا ہے اور اس نے شاہی گھرانے کو بدنام کر رکھا ہے اور وہ ایسی ہے قَالَتْ فَذٰلِکُنَّ الَّذِیْ لُمْتُنَّنِیْ فِیْهِ۔ یعنی یہ ہی تو ہے جس کے متعلق تم مجھے ملامت کرتی تھیں۔ اب بتاؤ کہ میرا اس غلام پر دل آنا سچا ہے یا جھوٹا؟ اور یہ کہ میں نے اس کے لئے جتنے جتن بھی کئے سب درست تھے یا غیر درست۔ عورتوں نے نہایت منفعل اور نادم ہوتے ہوئے کہا: ؎

اے زلیخا ہم کو یہ ثابت ہوا — واقعی اس میں نہیں تیری خطا
اک نظر ہم دیکھ کر از خود ہوئیں — اپنی ہستی اپنے آپے سے گئیں
اک جھلک نے ہم کو دیوانہ کیا — حالِ دل کیا کچھ ہوا ہو گا ترا!
آفریں تجھ پہ زلیخا آفریں — صبر تیرا، ضبط تیرا، آفریں
پاس رکھ کر تو اسے ثابت رہی — اب تلک بھی تو نہ دیوانی ہوئی
آفریں صد آفریں اے پختہ کار — مرحبا اے مالکِ صبر و قرار
اُف رے تیرا دل ترا سینہ جگر — چھلنی چھلنی ہو گا ہر اک کس قدر
تو ہی ہے جو اپنے آپے میں رہی — تو ہی ہے جس نے کہ اُف تک بھی نہ کی
اے زلیخا بس یہ حصہ ہے ترا! — صبر تو نے حد کو بس پہنچا دیا

عورتوں کا حال

زلیخا نے جب دیکھا کہ مصر کی عورتیں صرف نادم اور منفعل ہی نہیں ہوئی ہیں بلکہ ساتھ ہی ساتھ اس کے وہ زلیخا کے صابر اور ضابط ہونے کی بھی واقعی بہت تعریف کرتی ہیں اور حیرت

کچھ شاباش دے رہی ہیں۔ صاف دل سے زلیخا بھی ان کے آگے کھل گئی اور اس نے تمام اپنا احوالِ دلی بیان کرنا شروع کیا اور کہا کہ اے میری غمخوار بہنو! میں اپنی داستان تم سے کیا کہوں۔ بڑا افسانہ ہے اور لمبی چوڑی کہانی ہے جس کے دہرانے کے لئے ایک عمر نوح چاہیئے۔ مختصر یہ ہے کہ میں نے حضرت یوسفؑ کو اپنے دام میں لانے کیلئے جو کچھ جتن نہ کرنے تھے وہ کئے مگر یہ میرے قبضہ میں نہ آیا، صاف بچ کر نکل گیا۔ وَلَقَدْ رَاوَدْتُّهٗ عَنْ نَّفْسِهٖ فَاسْتَعْصَمَ ؕ

یعنی: میں نے اس سے اپنا مطلب نکالنا چاہا مگر وہ صاف بچ کر نکل گیا اور میرے قبضہ میں نہیں آیا۔ مگر خیر جاتا کہاں ہے! میں بھی اپنے نام کی زلیخا ہوں جو اسے مزا ہی نہ چکھایا ہو۔ تاہم اب بھی کہتی ہوں کہ یہ راستی پر آجائے اور مجھے زیادہ نہ ستائے اور نہ جلائے۔ ورنہ قید خانہ ہی میں عمر کو جائے گا اور میرے جلانے کا مزہ بھی تو آجائے گا اور ساری عزت ذلت سے بدل جائے گی۔ جیسے خدا فرماتا ہے: وَلَئِنْ لَّمْ يَفْعَلْ مَآ اٰمُرُهٗ لَيُسْجَنَنَّ وَلَيَكُوْنًا مِّنَ الصّٰغِرِيْنَ ۝

یعنی: جس بات کی میں ترغیب دے رہی ہوں اگر اس نے میرا کہنا نہ مانا تو بیشک یہ ضرور قید کیا جائیگا اور سخت بے عزت ہوگا۔ یہ سن کر زنانِ مصر بولیں کہ اے زلیخا ہم کو تیرے حال پر بہت ترس آتا ہے اور تیرے لئے ہوں کرتا ہے۔ کاش تو ہمیں ایک مرتبہ اجازت دے اور حضرت یوسفؑ سے ہمارا تخلیہ کرا دے تو ہم دعوٰی سے کہتی ہیں کہ حضرت یوسف تیرے کہنے پر چلنے لگے اور یہ تیرا فرمانبردار ہو جائے زلیخا۔ صاحب الغرض مجنون کی سمجھ میں آیا اور اسی وقت اس نے ان تمام عورتوں کو اندرون گھر حضرت یوسفؑ کے پاس بھیجدیا جس سے عورتوں کا مقصود حاصل ہو گیا کیونکہ ان کی بڑی غرض و غایت یہی تھی کہ اکیلے تنہا اس ماہ پیکر کا بھر نظارہ ہو سکے۔ چنانچہ ان کا مدعا حاصل ہوا اور وہ سب کی سب اندرونِ پردہ حضرت یوسف کے ہاں پہنچیں اور اپنے دل کو دونوں ہاتھوں سے سنبھالتے ہوئے اور اپنی خواہش کو انتہا درجہ ضبط کرتے ہوئے کہا، کہ اے یوسف اگر آپ یہی روش رکھیں گے اور ایسے ہی بیکار پارسا رہیں گے تو یقیناً آپ پچھتائیں گے۔ دیکھو زلیخا آپ کی جاں نثار آپ پر اپنی جان و مال قربان کرتی ہے مگر آپ ہیں کہ اس سے کھنچے ہی چلے جاتے ہیں اور کسی طرح اس عاشق زار کیطرف نگاہ بھر کر بھی نہیں دیکھتے اور ذرا اس کیطرف التفات نہیں کرتے نہیں نہیں، بلکہ آپ اس کا کہا مانیئے اس میں آپ کیلئے نہایت بہتری ہے اور بہت اچھی بات ہے کہ آپ اور وہ دونوں خوش و خرم رہیں اور دنیا جہان کے مزے لوٹیں اور دیکھو حضرت یوسفؑ ہم پھر آپ سمجھاتی ہیں کہ آپ زلیخا کا کہا مان جائیں اور اس کو راضی کر دیں ورنہ وہ آپ کو قید خانہ میں بھیج دیگی اور آپکی تمام عزت برباد ہو جائیگی۔ یہ کہہ کر وہ اپنے مطلب پر آئیں اور صاف صاف لفظوں میں کہنا شروع کیا۔

بارہا ایسا بھی ہوتا ہے کہ چاہنے والے سے بعض انسان نفرت کرتا ہے اور ہر شخص اپنے دل سے محبوب ہے اس کا دل چاہنے والے سے نہیں ملتا۔ ہم ہر طرح آپ کا دل خوش کرنے کو موجود ہیں۔ حالانکہ ہم بھی بڑی بڑی خوبصورت اور حسن و جمال والیاں ہیں۔ اگر ہم میں سے آپ کسی کو پسند فرمائیں تو ہم جان و دل سے حاضر ہیں۔

عورتوں کا جال جب پھیلا وہاں | کانپ اُٹھے یوسفؑ نوحہ کناں
دیکھ کر زعمِ زنانِ مصر کا | تھرتھرا اُٹھے نبیؑ پارسا
اور دُعا کے ہاتھ پھیلائے وہیں | اے خدا اے مالکِ عرشِ بریں
دیکھتا سُنتا ہے تو سب بالیقیں | اے میرے اللہ رب العالمیں
ہائے میں کن آفتوں میں پھنس گیا | کیونکر اے معبود ان سے ہوں رہا
کیونکر ان آفاتِ ارضی سے بچوں | اے میرے مولیٰ! بتائیں کیا کروں
ناک میں دم عورتوں نے کر دیا | جن سے میں اُکتا گیا گھبرا گیا
قید خانہ اس سے بہتر ہے مجھے | ہے دُعا میری وہاں تُو بھیج دے
واں نہ ہوگا عورتوں کا اژدہام | قید خانہ میں نہ یہ پھیلے گا دام

قَالَ رَبِّ السِّجْنُ اَحَبُّ اِلَیَّ مِمَّا یَدْعُوْنَنِیْٓ اِلَیْهِ ۚ وَاِلَّا تَصْرِفْ عَنِّیْ كَیْدَهُنَّ اَصْبُ اِلَیْهِنَّ وَاَكُنْ مِّنَ الْجٰهِلِیْنَ ○

یعنی: حضرت یوسفؑ نے خدا سے دُعا کی کہ اے میرے پروردگار! جن بُرے اعمال کی طرف یہ عورتیں مجھے بُلا رہی ہیں اس سے تو میرے لئے قید خانہ زیادہ پسندیدہ ہے ان عورتوں کے مکر و فریب سے مجھے ڈر ہے کہ کہیں میری عقل زائل نہ ہو جائے۔

قید کا حکم

مصر کی عورتوں نے جب دیکھا کہ حضرت یوسفؑ ہمارے سمجھائے نہیں سمجھتے اور ہمارے کسی دام میں نہیں آتے اور کوئی بات نہیں مانتے اور کسی قسم کا ان کے دل پر اثر نہیں ہوا بلکہ آسمانوں کی طرف منہ کرکے رونے لگے ساری کی ساری اُلٹے پیروں وہاں سے بھاگیں اور زلیخا سے آکر کہا کہ حضرت یوسفؑ کو سمجھانے میں کوئی بات باقی نہیں رکھی۔ ہر طرح سمجھایا اور تیرے لئے رضامند کرنا چاہا مگر وہ کسی طرح رضامند نہیں ہوئے بلکہ انہوں نے اپنے خدا سے دُعا مانگی جس سے ہم بالکل نا اُمید ہو گئیں اور ہم نے اپنے خیال میں یہ فیصلہ کیا کہ اب حضرت یوسفؑ کسی طرح ماننے والے نہیں اور نہ کسی کے سمجھائے

سکھائے کا اثر ہوگا۔ مناسب یہی معلوم ہوتا ہے انہیں چند روز کیلئے قید خانہ ہی بھیج دیا جائے، جہاں کی تکالیف و مصائب یا جہاں کی ذلت سے گھبرا کر شاید وہ اپنی پختہ کاری سے باز آئے۔ اور تیری طرف رجوع کرے۔ یہ سن کر زلیخا اپنی آنکھوں میں آنسو بھر لائی اور اب اُسے بالکل مایوسی و ناامیدی ہوگئی۔ مگر ساتھ ہی اس نے زنانِ مصر کے مشورے پر غور کیا اور پھر قید خانہ میں پیارے حضرت یوسفؑ کو بھیج دینے کی رائے پر پھر اُمید باندھی اور اپنے دل میں کہا ہاں ٹھیک تو ہے قید خانہ کی ذلت سے گھبرا کر وہ ضرور میری طرف التفات کرے گا اور یقیناً راستی پر آجائے گا۔ یہ فیصلہ اپنے دل میں کر کے اسی وقت عزیزِ مصر کو محل سرا میں بلوایا۔ اور کہا کہ میں اس غلام سے بے حد بدنام ہوئی ہوں جس سے میری ذلت اور توہین ہو رہی ہے اور اب اس کے متعلق بُری افواہیں سنتی نہیں گوارا نہیں کر سکتی۔ پس اب میری رائے میں یہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اسے چند روز کیلئے قید خانے بھیج دیا جائے تاکہ میرے اُوپر سے یہ بدنامی ہٹے۔ عزیزِ مصر کی سمجھ میں آگیا اور اس نے زلیخا کے کہنے کے مطابق پیارے حضرت یوسفؑ کو قید خانہ بھیجنے کا حکم دیا ہے۔ اس سے کئی لمحہ پہلے حضرت یوسفؑ نے اپنے پروردگار کی جناب میں اپنے قید خانہ جانے کی خود ہی دُعا کی ہے جو اسی وقت دراجابت کو پہنچ کر حضور ربّ العزت میں قبول ہوئی ہے وہ فرماتا ہے،

فَاسْتَجَابَ لَهُ رَبُّهُ فَصَرَفَ عَنْهُ كَيْدَهُنَّ إِنَّهُ هُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ۝

یعنی: خدا تعالیٰ نے حضرت یوسفؑ کی دُعا کو قبول کیا۔ اور عورتوں کے فریب اُن سے دُور کر دئے۔ اس میں شک نہیں کہ وہ سب کی سنتا اور سب کچھ جانتا ہے۔ یہاں ایک صحیح حدیث کا مضمون پیشِ نظر ہوتا ہے: ہمارے آقائے نامدار جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اگر یوسفؑ ان عورتوں سے بچنے کیلئے خدا تعالیٰ سے دُعا کرتے اور قید خانہ کا نام نہ لیتے تو یقیناً وہ اپنے یوسفؑ کو عزت کے ساتھ ان سے رہائی دیتا اور ان کے مفاسد سے بچا لیتا۔ مگر حضرت یوسفؑ نے خود ہی اپنے لئے قید خانہ پسند فرمایا جس کو اللہ تعالیٰ نے قبول فرمایا اور قید خانہ ہی کے ذریعے انہیں عورتوں سے رہائی دی۔ کاش وہ خدا سے محض عافیت طلب کرتے تو بہت اچھا تھا جس سے انہیں قید خانہ نہ دیکھنا پڑتا بلکہ عزت کے ساتھ وہ ان تمام عورتوں کے مکر و فریب سے سبکدوشی حاصل کرتے۔ آگے خدا فرماتا ہے۔

ثُمَّ بَدَا لَهُمْ مِنْ بَعْدِ مَا رَأَوُا الْآيَاتِ لَيَسْجُنُنَّهُ حَتَّىٰ حِينٍ ۝

یعنی: پھر جب عزیزِ مصر اور اس کے مشیروں نے حضرت یوسفؑ کی پاکدامنی کی شہادت

دیکھ لیے پھر بھی ان کو یہی مناسب معلوم ہوا کہ ایک مدت تک انہیں قید خانہ میں رکھیں۔

قید کا جب حکم یوسفؑ کو ملا : بچہ بچہ مصر کا تھرا اُٹھا !
مصر بھر میں آج یہ غل مچ گیا حکم یوسفؑ کو ہوا ہے قید کا !
مرد عورت سب کے سب رونے لگے آنسوؤں کے مصر میں دریا بہے
ساتھ ہی اس کے یہ شہرت بھی ہوئی کل سواری قید خانے جائے گی
قید کی وہ گرم بازاری ہوئی : آج ہی سے کل کی تیاری ہوئی

جلوس قیدی دان

دوسرے روز علی الصبح زلیخا اور عزیز مصر کا حکم حضرت یوسفؑ کے نام پہنچا کہ آپ کو وزارت کے دربار سے قید خانہ پہنچنے کا حکم ہوا ہے لہذا اُٹھیے اور قید خانہ چلیے۔ یہ سُن کر آپ کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے اور ان کا حکم سنانے والوں کو مایوس ہو کر دیکھا جس سے ان سب کے بھی آنسو جاری ہو گئے۔ مگر حکم حاکم سے مجبور و لاچار کسی طرح کی عدول حکمی نہیں کر سکتے تھے آخر کار مظلوم و بیگناہ حضرت یوسفؑ کھڑے ہو گئے اور اپنے آپ کو ان سپاہیوں کے قبضے میں دے دیا اور بسم اللہ کہہ کر ان کے ساتھ ہو گئے۔

قید خانے میں چلے مظلوم آہ : اک مسافر خستہ و محکوم آہ !
کیسی بھولی بھالی صورت ہائے ہائے قید خانے میں وہ صد افسوس جاتے
کیا ستم برپا ہوا ہے مصر میں ظلم یہ گویا ہوا ہے مصر میں
کس محبت سے لیا پہلے ہے : اور اپنا دل دیا پہلے ہے
آج وہ قیدی بنا افسوس ہے آج وہ کس گھر چلا افسوس ہے

مظلوم حضرت یوسفؑ ایک سواری پر سوار کیے گئے اور پھر بہت سی سپاہ کی حراست میں قید خانے کی طرف چلے۔ راستہ میں دو طرفہ مخلوق کا یہ عالم ہے کہ کھوے سے کھوا چل رہا ہے۔ صبح ہی سے جلوس قیدوان دیکھنے کیلئے اس راستہ پر ایستادہ ہیں جو قید خانہ کو جاتا ہے۔ غرضیکہ لکھوکھا مرد و عورت اور بچے آپ کا جلوس دیکھنے کے لئے کھڑے ہیں کہ اتنے میں پیارے حضرت یوسفؑ مظلوم کی سواری وہاں سے ہو کر گزری جن کے ہاتھوں میں لوہے کی زنجیریں پڑی ہوئی ہیں اور وہ ایک ایک کو مایوسانہ اپنی بھولی بھالی صورت دکھاتے ہوئے قید خانہ جا رہے ہیں جب مخلوق نے آپ کو اس حال میں دیکھا کہ تو

سے ضبط نہ ہو سکا۔

رو دیے چھوٹے بڑے پیر و جواں ؛ بندھ گئیں مخلوق بھر کی ہچکیاں

مچ گیا کہرام اس بازار میں ؛ دیکھا جب یوسفؑ کو اس آزار میں

دست و پا دیکھے ہیں جب انکے بندھے بھاری بھاری لوہے کی زنجیر سے

ضبط کوئی بھی نہ ان میں کر سکا ؛ سب نے رو رو کر کیا محشر بپا ؛

شور برپا ہو گیا چاروں طرف گر رہے تھے غش میں آ کر صف بہ صف

کہہ رہے تھے سب زلیخا کو ، بُرا ہائے لے ظالم یہ تو نے کیا کیا

ہائے اس ماہِ لقا پر یہ ستم وائے ہے اس باحیا پر یہ ستم

بے وطن یہ نازنین و نوجواں مصر کو ظالم کہے گا بے گماں

الغرض آہ و بکا اتنی بڑھی ؛ جس سے شاہی محل میں ہلچل پڑی

آئی کانوں میں زلیخا کے صدا شور ماتم کا ہے اِک محشر بپا

بولی یہ کیا غل ہے جو سنتی ہوں میں مصر والے آج کیوں بے چین ہیں

کوئی بولی اے زلیخا کچھ نہ پوچھ ہے قیامت آج برپا کچھ نہ پوچھ

جا رہا ہے تیرے قیدی کا جلوس رو رہا ہے جس پہ بس اِک اِک نفوس

اک قیامت مصر میں برپا ہے آج جان اپنی ہر کوئی کھوتا ہے آج ؛

ہو گئی سُن کر زلیخا بے حواس اور پہنا جلد مردانہ لباس

آئی دوڑی اور گھبرائی ہوئی پاس یوسفؑ کے وہ شرمائی ہوئی

اور کہا چپکے سے اے جانِ جہاں تجھ پہ میں قربان ہوں اے میری جاں

دل میرا روتا ہے تیرے واسطے آنکھ بھر کر اب بھی مجھ کو دیکھ لے

اور چل محلوں میں میرے ساتھ تو ہاں لے میری ذرا سی بات تو

پھیر کر منہ آپ نے اس سے کہا اے زلیخا خوف کر اللہ کا

اس وقت پیارے حضرت یوسفؑ کا جلوس کچھ ایسی شان رکھتا تھا جس سے زلیخا کے دل پر بھی ایک طرح کا خوف طاری ہوا اور جلدی سے وہ اپنی سواری کا گھوڑا موڑ کر محل سرائے کی طرف واپس ہو گئی۔ آہ وہ وقت حضرت یوسفؑ کیلئے بڑا مبارک تھا یعنی حضرت یوسفؑ کے گھوڑے کی رکاب پکڑے ہوئے حضرت جبرائیل علیہ السلام آپ کے ساتھ چل رہے تھے، نیز لاکھوں فرشتے آپ کے جلوس میں

ہمرکاب تھے۔ آسمانوں کے دروازے کھلے تھے اور اللہ تعالیٰ اپنے بندے مسافر بے وطن قیدی دامن کو نظرِ رحمت سے دیکھ رہا تھا اسلئے زلیخا وہاں ایک سانس نہ ٹھہر سکی۔
غرضیکہ چلتے چلتے جب قید خانہ کا دروازہ سامنے آیا تو اس کی خوفناک صورت دیکھ کر مظلوم حضرت یوسفؑ زار و قطار رونے لگے اور اپنی بے بسی اور غریب الوطنی پر ان کا دل بھر آیا اور والد ماجد کو یاد کر کے آپ کی ہچکی بندھ گئی اور زبانِ حال سے آپ یہ فرماتے تھے اور روتے تھے۔

ہائے اے یعقوبؑ میری بے بسی
ہائے دنیا میں میری بے بسی !
ہائے اے شمعون اے بھائی مرے
اے یہودا آج یوسف کیا کرے
قید خانے میں چلا وہ بے خطا
مصر میں اس پر ہوا محشر بپا
آپ جب بے حد ہراساں ہو چلے
بس وہیں جبریل ظاہر ہو گئے
اور کہا یوسفؑ نہ گھبراؤ ذرا !
میں تمہارے ساتھ آتا ہوں چلا
اور سنو یہ حکم ربِّ عرش کا !
ہے یہ ارشادِ خدائے دوسرا
میرے بندے میرے پیارے یوسفا
قید خانہ دیکھ کر تو رو دیا !
اس میں جانے سے ذرا گھبرا نہیں
ہاں تو تیرے ساتھ ہوں میں بالیقیں
باپ بھائی سے ہوں بڑھ کر تیرے ساتھ
میں ترا ساتھی ہوں تو ہے میرے ساتھ

قید خانے میں سماں

جب حضرت یوسفؑ قید خانے میں داخل ہوئے تو وہاں تمام قیدیوں میں ایک عید ہو گئی اور عجیب سرور و شادمانی کا عالم ہوا۔ تمام قیدی بیحد خوش ہوئے اور کہا کہ چاند مصر سے غروب ہو کر قید خانے نکل آیا۔ زہے نصیب ہمارے اور زہے قسمت، لکھا ہے کہ مظلوم حضرت یوسفؑ کے قید خانے میں داخل ہوتے ہی عزیزِ مصر یا زلیخا کا قاصد آیا جس نے آ کر قید خانہ کے داروغہ سے کہا کہ یہ قیدی نہیں بلکہ ہمارا سرتاج ہے کسی خاص مصلحت سے چند روز کیلئے یہاں بھیجا گیا ہے۔ اس کی خاطر و مدارات اس طرح کرو جیسے کسی بادشاہ کی خاطر و مدارات کرتے ہیں۔ اور دیکھو اسے کسی نوع کی تکلیف نہ ہونے پائے۔ چنانچہ قید خانہ کا داروغہ آپ کے ساتھ بہت خاطر و مدارات سے پیش آیا اور ادھر تمام قیدی آپ کی زیارت سے بیوقت مالا مال ہونے شروع ہوئے۔ کچھ دن اسی حالت میں گزرے تھے کہ محکمہ عمارت سے ایک اور حکم داروغہ کے نام آیا کہ قید خانے میں جو سب سے بہتر اور سب سے اچھا کمرہ یا مکان ہو

اسے انتہا درجہ آراستہ و پیراستہ کیا جائے اور اس کے فرش و سجاوٹ میں کوئی کسر باقی نہ رہے غرضیکہ وزارت کی مدد سے تھوڑے ہی عرصہ میں قید خانہ کا ایک مکان نہایت ہی آراستہ و پیراستہ ہو گیا اور وہ خوشبو میں معطر کیا گیا اور پھر حضرت یوسفؑ کو اس میں رہنے کا حکم دیا گیا۔ چنانچہ آپ اس میں مقیم ہوئے۔ اب صورت حال یہ ہے کہ آپ کیلئے زلیخا قسم قسم کی نعمتیں اور طرح طرح کے کھانے تیار کر کے دو دو، تین تین، چار چار وقت بھیجتی ہے جس میں سے آپ قدرِ قلیل نوش فرماتے ہیں۔ باقی ہمہ نعمتیں جملہ قیدیوں کو تقسیم کر دیتے ہیں جن میں ایک عید ہو رہی ہے اور قید خانہ ایک گل و گلزار بن رہا ہے۔ وہاں بھی حضرت یوسفؑ کا یہی طرزِ عمل ہے کہ کہیں اس قالین پر نماز پڑھ رہے ہیں اور کہیں اس فرشِ مخملی پر نیت باندھے کھڑے ہیں اور اپنے معبودِ برحق کی عبادت میں مصروف ہیں جب اس سے فارغ ہوتے ہیں تو وہی فراقِ والد کا غم اپنے دل میں تازہ کرتے بیٹھتے اور آنسوؤں کا دریا بہاتے ہیں۔ زلیخا کی سنئے کہ اس نے پیارے حضرت یوسفؑ کو اپنے سے جدا کر کے قید خانہ بھیجنے کو تو بھیج دیا۔ اب دن چین ہے نہ رات چین ہے۔ ہر وقت روتی اور آنسوؤں کے دریا بہاتی ہے۔ تیرا زلیخا دل اسطرح بہلاتی ہے کہ قسم قسم کے کھانے اپنے ہاتھ سے پکانے بیٹھ جاتی ہے۔ شام ہوتی ہے تو اپنی محل سرائے کی چھت پر چڑھ کر دور سے قید خانہ کی دیواروں کو حسرت سے دیکھتی ہے اور زار و قطار روتی ہے پھر جب رات ہوتی ہے تو مردانہ لباس پہن کر قید خانہ پہنچ جاتی ہے اور اس کے چاروں طرف پھرتی ہے اور کسی روشندان یا کھڑکی میں منہ ڈال کر پیارے حضرت یوسفؑ کی جھلک دیکھ کر اپنے دل کو کسی قدر تسلی دیتی ہے اور کبھی رات کے وقت بستر پر لیٹ کر تارے گنتی ہے اور یہ کہہ کر روتی ہے۔

ہائے میں نے خود ہی اپنی جان کو ضائع کیا — ہائے میں نے اپنے ہاتھوں آپ ہی کاٹا گلا
حیف میری شومئ قسمت بری گردش کے دن — پھر مرے سر آ چڑھا ہے کیا وہی فرقت کا دن
پھر وہی پہلی سی راتیں اور وہی دن آ گئے — پھر وہی یوسف پیارے تم مجھے ترسا گئے
پھر وہی دردِ فراقِ یوسفی پیدا ہوا — پھر وہی ہجر و جدائی کا مجھے سودا ہوا
پھر وہی آنکھوں سے دریا آنسوؤں کا آ گرا — پھر وہی آشفتہ حالی پھر وہی سوزِ نہاں
آبلے دل کے اسی صورت سے پھر تازہ ہوئے — خود چھری پھیری جو میں نے ہائے اپنے ہاتھ سے
کیا مری شامت نے یہ دھکا دیا تھا حیف حیف — پاس سے اس کو جدا کیوں کر دیا تھا حیف حیف
قید خانے اسکو بھیجا تو قفس میں آ گئی — ساتھ اک قیدی کے گویا میں بھی قیدی ہو گئی
ہائے قیدی میں یہاں تیرے لئے بے چین ہوں — ہاتھ ململ کے روتی ہوں کریں اب کیا کروں

قیدیوں کے خواب

وَدَخَلَ مَعَهُ السِّجْنَ فَتَیَانِ ۔ یعنی، اللہ پاک فرماتا ہے کہ جس روز حضرت یوسفؑ قید خانے میں گئے ہیں ان کے ساتھ دو شاہی قیدی بھی داخل ہوئے جن کی نسبت تفسیر معالم وغیرہ میں لکھا ہے کہ ان میں ایک بادشاہِ مصر کا طباخ یعنی کھانا کھلانے والا تھا۔ اور دوسرا ساقی یعنی پانی پلانے والا۔ جن کی نسبت یہ شبہ کیا گیا تھا کہ انہوں نے بادشاہ ریان کے کھانے پینے کی چیز میں زہر ملا دیا ہے مگر اس شبہ میں دونوں قید خانے بھیجے گئے تھے۔ چنانچہ اور بہت سے قیدیوں کیساتھ وہ دونوں قیدی بھی اکثر حضرت یوسفؑ کی خدمت میں آکر بیٹھتے اور آپ سے فیضانِ صحبت لیتے تھے آپ کا معمول تھا کہ آپ تمام قیدیوں کی جسمانی اور روحانی خدمتیں کرتے تھے۔ جسمانی خدمت یہ کہ انہیں ہر طرح کی نعمتیں کھلاتے تھے اور روحانی خدمت یہ کہ خدا تعالیٰ کی سچی توحید انہیں سکھاتے اور انہیں مسلمان کرتے۔ چنانچہ بہت سے بت پرست قیدیوں کو آپ نے مسلمان کیا اور شانِ نبوت کا آپ وہاں بھی پورا پورا ثبوت دیتے رہے۔ نیز ان میں کوئی خواب دیکھتا اور آپ سے بیان کرتا تو آپ اسکی نہایت صحیح اترنے والی تعبیر دیا کرتے تھے غرضیکہ ان دنوں مصر کے قید خانہ میں ایک عجیب شانِ خداوندی ظاہر ہو رہی تھی۔ اتفاق سے ایک روز ساقی نے خواب دیکھا جو حضرت یوسفؑ سے تعبیر لینے حاضر ہوا۔ یہاں شاہی کھانا کھلانے والا طباخ بھی اتفاق سے بیٹھا ہوا تھا جس کے سامنے ساقی نے آکر حضرت یوسفؑ کی خدمت میں عرض کیا کہ حضور میں نے خواب دیکھا ہے وہ یہ کہ ایک نہایت سرسبز باغ ہے جس میں ایک انگور کا درخت ہے اور تین خوشے اس میں انگور کے لگے ہوئے ہیں۔ اور خاص بادشاہ کے پانی پینے کا کٹورا میرے ہاتھ میں ہے۔ ان تینوں انگور کے خوشوں کا عرق اس کٹورے میں نچوڑ رہا ہوں اور بس۔ جسے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، قَالَ اَحَدُهُمَآ اِنِّیٓ اَرٰىنِیٓ اَعْصِرُ خَمْرًا ۚ

یعنی، ایک نے ان میں سے کہا کہ میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ میں انگوروں کو نچوڑ رہا ہوں ساقی کا یہ سچا خواب سن کر طباخ نے وہیں ایک جھوٹا خواب گھڑا اور کہا کہ ہاں حضور! میں نے بھی ایک خواب دیکھا ہے وہ یہ کہ، وَقَالَ الْاٰخَرُ اِنِّیٓ اَرٰىنِیٓ اَحْمِلُ فَوْقَ رَاْسِیْ خُبْزًا تَاْكُلُ الطَّیْرُ مِنْهُ ۔

یعنی دوسرے شخص نے کہا کہ میں نے خواب دیکھا ہے کہ میں شاہی باورچی خانے میں ہوں سنڈیوں کا ایک خوان میرے سر پر ہے۔ نیز میرے سر پر جانور منڈلا رہے ہیں اور وہ روٹیاں

اُچک اُچک کر اس خوان پر سے لے جاتے ہیں اور خوب کھاتے ہیں۔ یہ کہہ کر ان دونوں نے حضرت یوسف علیہ السلام سے کہا۔ نَبِّئْنَا بِتَأْوِيلِهِ إِنَّا نَرَاكَ مِنَ الْمُحْسِنِينَ ۝

یعنی، اے حضرت یوسفؑ ہمیں ان خوابوں کی تعبیر بتاؤ کہ ہمیں تم بڑے نیکوکار معلوم ہوتے ہو۔ حضرت یوسفؑ نے ان کے جواب میں فرمایا، قَالَ لَا يَأْتِيكُمَا طَعَامٌ تُرْزَقَانِهِ إِلَّا نَبَّأْتُكُمَا بِتَأْوِيلِهِ قَبْلَ أَنْ يَأْتِيَكُمَا ؕ

یعنی، جو کھانا تم کو عنقریب ملنے والا ہے وہ پاس آکر نہیں رکھا جائے گا کہ اس سے پہلے میں تمہارے خواب کی تعبیر بتا دوں گا۔ یہ سُن کر جھوٹا باورچی کہتا ہے کہ اس قسم کے ذکر اذکار رمل والوں اور نجوم دیکھنے والوں سے ہم نے بہت سُنے ہیں۔ آپ بھی کچھ اسی قسم کی باتیں بتائیں گے یہ سُن کر حضرت کو گونا ملال ہوا اور نبوت کی باتوں کو نجوم سے تشبیہ دینے پر آپ کو ایک طرح کا جلال آیا اور آپ نے بطور وعظ کے نہایت زور کی تقریر فرمانی شروع کی جس کو اللہ تعالیٰ اپنے کلام پاک میں بیان فرماتا ہے :۔

اک نبی کا وعظ سنئے ناظرین — جو نبی ابن نبی ہیں بالیقین
نقل ہے یہ وعظ بس قرآن میں — جو کہ یوسفؑ نے کہا زندان میں
وعظ اور واعظ سے کیوں ہے دل میں ننگ — اور دونوں سے انہیں چڑھتا ہے سوگ
موت کو بھولے ہوئے ہیں ایسے لوگ — ذکر حق سے جن کے قلبوں میں ہے روگ
قبر میں مٹی پڑے گی ان پہ سب — آشکارا ان پہ ہو جائے گا سب
وعظ سے نفرت کا آئے گا مزا — جب وہاں دی جائے گی انکو سزا
کان بندے کو ملے تھے اس لئے — تاکہ وہ ذکرِ خدا اُن سے سُنے
جن سے بس گانے بجانے ہی سُنے — ذکرِ مولا کے لئے یہ بند تھے!
ڈھولکی سُننے میں جاگے رات بھر — وعظ میں بیٹھے تو اونگھے سر بسر
میں بتاتا ہوں تمہیں اس کا سبب — ہیں تو بندے اس کے لیکن بے ادب
خوفِ حق دل میں نہیں ہے نام کو — کس قدر بھولے ہیں ہم انجام کو
واسطہ حق سے پڑے گا ایک دن — پردہ غفلت کا اُٹھے گا ایک دن
ہاتھ سر پر رکھ کے وہ روئیں گے لوگ
ذکر حق سے جن کو یاں چڑھتا ہے سوگ

حضرت یوسف علیہ السّلام کا وعظ

ذٰلِكُمَا مِمَّا عَلَّمَنِي رَبِّي ۚ إِنِّي تَرَكْتُ مِلَّةَ قَوْمٍ لَّا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَهُم بِالْآخِرَةِ هُمْ كَافِرُونَ ۝ وَاتَّبَعْتُ مِلَّةَ آبَائِي إِبْرَاهِيمَ وَإِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ ۚ مَا كَانَ لَنَا أَن نُّشْرِكَ بِاللَّهِ مِن شَيْءٍ ۚ ذٰلِكَ مِن فَضْلِ اللَّهِ عَلَيْنَا وَعَلَى النَّاسِ وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَشْكُرُونَ ۝ يَا صَاحِبَيِ السِّجْنِ أَأَرْبَابٌ مُّتَفَرِّقُونَ خَيْرٌ أَمِ اللَّهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ۝ مَا تَعْبُدُونَ مِن دُونِهِ إِلَّا أَسْمَاءً سَمَّيْتُمُوهَا أَنتُمْ وَآبَاؤُكُم مَّا أَنزَلَ اللَّهُ بِهَا مِن سُلْطَانٍ ۚ إِنِ الْحُكْمُ إِلَّا لِلَّهِ ۚ أَمَرَ أَلَّا تَعْبُدُوا إِلَّا إِيَّاهُ ۚ ذٰلِكَ الدِّينُ الْقَيِّمُ وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ ۝ يَا صَاحِبَيِ السِّجْنِ أَمَّا أَحَدُكُمَا فَيَسْقِي رَبَّهُ خَمْرًا ۖ وَأَمَّا الْآخَرُ فَيُصْلَبُ فَتَأْكُلُ الطَّيْرُ مِن رَّأْسِهِ ۚ

ترجمہ: اے لوگو! میرے پروردگار نے جو کچھ مجھے علم عطا کیا ہے اس میں ایک یہ پہلی بات ہے کہ میں خواب کی تعبیر بتاؤں کہ میں تو پیدائش ہی سے ان لوگوں اور اس قوم سے دل بیزار ہوں جو خدائے وحدہٗ لاشریک پر ایمان نہیں رکھتے اور قیامت کے منکر ہیں اور میں اپنے دادا یعنی ابراہیم اور اسحٰق اور یعقوبؑ کے مذہب پر ہوں۔ نیز ہم جماعت انبیاء اس بات کے سخت مخالف ہیں کہ خدا کی ذات و صفات میں کسی کو شریک کریں اور یہ ہم پر اور ہم جیسے پختہ اعتقاد والوں پر اللہ کا فضل ہے لیکن اکثر لوگ اس توحیدی نعمت کا شکریہ ادا نہیں کرتے اور میرے قفس کے ہمنشینو! تم یہ بتاؤ کہ بندہ کے لئے متفرق اور مختلف خدا بہتر ہیں یا ایک زبردست خدائے وحدہٗ لاشریک بہتر ہے؟ لوگو! اس لئے خدا کو چھوڑ کر تم جن کی پرستش کرتے ہو وہ صرف نام ہی کے خدا ہیں جنکو تم اور تمہارے بڑے اپنے دل میں یا اپنے ہاتھوں سے بنا کر خدا کہنے لگے ہو، کیونکہ خدائے وحدہٗ لاشریک نے ان بناتے ہوئے معبودوں کی تائید میں آسمان سے کوئی سند نہیں اتاری۔ پس یاد رکھو! کہ دو عالم میں صرف اللہ ہی کی حکومت ہے اور یہی اس کا حکم ہے کہ خاص اللہ ہی کی عبادت کرو کہ یہی صراط مستقیم ہے اور یہی خدا کی مرضی کا سیدھا راستہ ہے لیکن تعجب ہے کہ بہت سے لوگ خدا کی اتنی کھلی کھلی نشانیوں کے باوجود بھی اس سے بے خبر ہیں اور میرے قید خانے کے وہ مصاحب جس نے انگور کا درخت خواب میں دیکھا ہے خبردار ہو کر آج کے تیسرے روز قید سے رہا ہو کر بدستور سابق شاہ ریان کا ساقی بنے گا اور اے وہ شخص جس نے روٹیاں اپنے سر پر خواب میں دیکھی ہیں سن لے! کہ آج کے تیسرے روز پھانسی پر چڑھا دیا جائے گا۔

رُم۔ جانور تیرے سر کا بھیجا نوچ نوچ کر کھائیں گے پس آپ کی تقریر دلپذیر یہاں تک پہنچی تھی کہ وہ باورچی یعنی بادشاہ ریان کا کھانا کھلانے والا کھڑا ہو گیا اور اس نے غل مچا کر کہا نہیں نہیں حضور! میں نے کوئی خواب نہیں دیکھا بلکہ میں نے مسخرے پن سے ایک جھوٹا خواب آپ کے سامنے بیان کر دیا تھا حضرت یوسفؑ نے اس کے جواب میں فرمایا: قُضِیَ الْاَمْرُ الَّذِیْ فِیْهِ تَسْتَفْتِیٰنِ ۝ اب کچھ نہیں ہو سکتا جس بات کو تم نے پوچھا تھا اس کا جواب مل چکا ہے اور اب ایسا ہی ہو کر رہے گا۔

لکھا لوح قسمت کا ملتا نہیں : پلٹ جائیں گو آسمان و زمیں
کہیں رکتی ہے لب پہ آئی ہوئی دہن سے جو نکلی پرائی ہوئی
اگر تول کر بولنا سیکھ لیں : تو پھر کیوں بُری بات منہ سے کہیں
سُنا تم نے یوسفؑ پیمبر کا وعظ اگرچہ سُنا ہو گا اکثر کا وعظ
بیاں کیسے توحید کرتے تھے سب زباں پر تھا سب کے فقط ذکر رب
نبی جتنے آئے اسی واسطے کہ انسان واقف ہو توحید سے

تعبیر کا پُورا ہونا

حضرت یوسفؑ نے جو جو تعبیریں ان خواب دیکھنے والوں کو دیں وہ اب پُوری ہوتی ہیں اور اس کی ابتدا یوں ہوتی ہے کہ اس وعظ کے دن سے جب تیسرا دن ہوا تو شاہی فرمان سے بادشاہ مصر کے چند سوار علی الصباح قید خانہ پر پہنچے اور ساقی اور باورچی دونوں قیدیوں کو نکال کر اور اپنی حراست میں لیکر بادشاہ ریان کے دربار میں حاضر ہوئے اور ان دونوں کو پیش کر دیا جہاں ان کا مقدمہ پیش ہونے کیلئے تمام گواہ شاہد سب موجود تھے۔ بس جاتے ہی ان کا مقدمہ شروع ہو گیا۔ اور مدعی یعنی مخبر نے اپنا اظہار دیا جس میں اس نے بیان کیا کہ حضور کے کھانے اور پینے میں زہر ملایا گیا جس کی تائید میں چند گواہ پیش ہوئے اور انہوں نے اپنی عینی شہادت دی کہ حضور جس روز ان دونوں ملزموں پر الزام عاید ہونے والا تھا تو ہم حضور کے دربار میں حاضر تھے چنانچہ ہم نے بچشم خود دیکھا کہ یہی مدعی یا مخبر دستر خوان پر حضور کے سامنے آیا اور دست بستہ عرض کی کہ آپ کے کھانے اور پانی میں زہر ملا گیا ہے۔ یہ سنتے ہی حضور نے اپنے سامنے سے وہ کھانا اٹھوا دیا اور حکم دیا کہ باورچی کو یہ کھانا کھلایا جائے۔ چنانچہ خدام نے ہر چند وہ کھانا باورچی کو کھلانا چاہا مگر اس نے نہ کھایا اور اس کے کھانے سے سخت انکار کیا۔ پھر حضور نے پانی کا گلاس بھی اٹھوا دیا اور ساتھ ہی یہ حکم بھی دیا کہ پانی اس

ساقی کو بلایا جائے چنانچہ حضور کا یہ حکم سنتے ہی بغیر اس کے کہ کوئی خادم اس سے پینے کیلئے کہے فوراً یہ ساقی وہ پانی کا گلاس پی گیا اور اس پر زہر کا کچھ اثر نہیں معلوم ہوا۔ اس کے بعد ملزمان کے بیان ہوئے اول ساقی پیش ہوا اور اس نے کہا حضور اگر پانی میں زہر ملاتا تو خود کیوں پی لیتا۔ میری نسبت اتہام ہے۔ چنانچہ بادشاہ ریان نے ساقی کو حکم سنایا کہ ہم تجھے بری کرتے ہیں اور حسب دستور سابق اسی طرح اپنے ساقی کی خدمت پر مامور فرماتے ہیں اور اس باورچی کو بغیر اس کے بیان و اظہار کے پھانسی کا حکم سناتے ہیں۔
القصہ اسی روز اسی وقت ساقی اپنی خدمت پر مامور ہو گیا اور باورچی پھانسی پر لٹکا دیا گیا اور عرصہ تک اس کی لاش وہیں لٹکی رہی جس کو چیل اور کوے نوچتے رہے۔

خواب کی تعبیر کیا پوری ہوئی
کیا جزا اور کیا سزا ان کو ملی!
جو کچھ کہا یوسفؑ نے بس وہی ہوا
ہو بہو صادق ہوا ان کا کہا
خواب کا ٹھکرانا ستم ہے دوستو
دیکھو تم اس سے بہت بچتے رہو
اپنے دل میں جو بنا لیتے ہیں خواب
ان کو دنیا ہی میں بس ہوگا عذاب
خواب کے بارے میں تم ڈرتے رہو!
چپ رہو یا جانچ کر منہ سے کہو
وحی خالق کا ہے اک حصہ یہی!
خواب کہتا ہے جسے تو اے اخی
الغرض یوسفؑ نے جو تعبیر دی
ساقی و طباخ پر صادق ہوئی

ساقی کی سفارش

جب ساقی و طباخ قید خانے سے چلے تو حضرت یوسفؑ نے ساقی کو اپنے پاس بلا کر کہا کہ تم بادشاہ ریان کے پاس جا رہے ہو اور میرا جانا تنگ خیال ہے اپنی قدیمی عہدہ پر بھی تم مامور ہو جاؤ گے پس جب تم اپنے کام پر مامور ہو جاؤ تو ہمارا ایک کام کرنا۔ وہ یہ کہ بادشاہ سے میری سفارش کرنا جسے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَقَالَ لِلَّذِيْ ظَنَّ اَنَّهٗ نَاجٍ مِّنْهُمَا اذْكُرْنِيْ عِنْدَ رَبِّكَ ۔
یعنی: جس شخص کی نسبت حضرت یوسفؑ نے یہ سمجھا تھا کہ اسے نجات مل جائے گی اس سے کہا کہ بادشاہ سے میرا ذکر کرنا جس نے آپ سے وعدہ کیا۔ آگے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔
فَاَنْسٰىهُ الشَّيْطٰنُ ذِكْرَ رَبِّهٖ ط
یعنی: ساقی جب اپنی قدیمی خدمت پر مامور کیا گیا تو اس نے اپنے بادشاہ سے حضرت یوسفؑ کا ذکر کچھ نہ کیا اور اسے شیطان نے بھلا دیا اور اب وہ اپنے بادشاہ کے قرب حضوری میں محو ہو کر

حضرت یوسفؑ کا ذکر کرنا بالکل بھول گیا۔ ادھر قید خانہ کی سنیئے کہ حضرت یوسفؑ روزانہ اس انتظار میں ہیں کہ ساقی نے آج بادشاہ سے ذکر کیا ہوگا اور آج مجھے رہائی ہوگی۔ مگر وہاں کیسا ذکر اور کیسی رہائی، عرصہ گزر گیا مگر رہائی کا وہم و گمان تک بھی نہیں اور ساتھ ہی اس کے حضرت یوسفؑ کیلئے یہ اور بھی رنج والم کا سبب ہوا کہ آپ کے پاس کبھی کبھی حضرت جبرائیل امین علیہ السلام آجاتے تھے وہ بھی آنے موقوف ہوگئے جس سے آپ کیلئے قید خانہ درحقیقت قید خانہ ہوگیا اور آپ رات دن وہاں سے نکلنے کے لئے بے چین ہیں اور روتے ہیں۔ تفسیر معالم میں حضرت حسن بصریؒ سے منقول ہے کہ عرصہ کے بعد ایک روز قید خانہ میں حضرت جبرائیل علیہ السلام تشریف لائے جن کو حضرت یوسفؑ غم رسیدہ نے پہچانا اور بے قرار ہو کر کہا

ایک عرصہ سے کہاں تھے اے اخی ۔۔۔ قید کی تکلیف مجھ پہ بڑھ گئی!
دل مرا گھبرا رہا ہے کیا کروں ۔۔۔ کیونکر میں اس سے رہائی پا سکوں

تم نے بھی افسوس آنا کم کیا
غم غلط کچھ ہوتا تھا جس سے مرا

جبرائیل امینؑ

آپ کو مولیٰ نے بھیجا ہے سلام ۔۔۔ اور یہ فرمایا ہے پھر کچھ کلام
تم نے ساقی سے رہائی کو کہا! ۔۔۔ کیا رہا میں تم کو کر سکتا نہ تھا

قید تم نے مجھ سے مانگی تھی دی
پھر رہائی کیوں نہ مجھ سے مانگ لی

اس کے بعد حضرت جبرائیل نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ اے یوسف مجھے اپنی شان جلالی کی قسم ہے جتنے حرف تم نے ساقی سے رہائی طلب کرنے میں اور اس سے سفارش کرنے کے لئے زبان سے نکالے ہیں۔ اُذْكُرْنِیْ عِنْدَ رَبِّكَ

یعنی اپنے بادشاہ سے میرا ذکر کیجیو۔ اس کے بارہ حرف ہیں۔ لہذا بارہ برس تک میں تمہیں قید خانہ میں رکھوں گا۔ یہ کلام عتاب انگیز سن کر پیارے حضرت یوسفؑ تھر تھر کانپنے لگے اور اپنی اس لغزش پر اسقدر روئے کہ آپ کی ہچکی بندھ گئی اور پھر حضرت جبرائیلؑ سے کہا کہ للہ یہ بتایئے کہ مولیٰ مجھ سے ناراض تو نہیں ہوا۔ جواب ملا کہ ناراض نہیں ہے بلکہ ہر آن تمہیں

دیکھ رہا ہے اور تمہارے ساتھ ہے۔ یہ سن کر حضرت یوسفؑ نے فرمایا۔ اگر میرا مولیٰ مجھ سے ناراض نہیں اور ہر وقت میرے ساتھ ہے تو مجھے بارہ برس اور قید خانے میں گزار دینے مشکل نہیں۔

جو رضا اس کی وہی میری رضا — اس کا میں بندہ ہوں وہ میرا خدا
مجھ کو بس اس کی رضا مطلوب ہے — جیتے جی مجھ کو یہی محبوب ہے
وہ اگر راضی ہے اور خوشنود ہے — نعمتِ دارین بس موجود ہے
اس کی ناراضی قیامت ہے ستم — جھیلنا مشکل ہے اس کا ایک دم
خیر اس میں ہے کہ وہ راضی رہے — چاہیئے بندہ اسے راضی رکھے

عجیب سوال و جواب

حضرت یوسفؑ: اے اخی جبرائیل! یہ تو بتاؤ کہ مجھے علاوہ غلامی کی ذلت کے قید خانہ کی قید ذلت اور یہاں کے رنج و ملال میں کیوں مبتلا کیا گیا۔ اس کی کیا وجہ ہے؟

جبرائیل امین۔ اے اخی حضرت یوسفؑ! مصر کی عورتوں سے تنگ آکر آپ نے اس معاملہ کو خدا پر کیوں نہ چھوڑا اور ان سے بچنے کیلئے قید خانہ میں جانے کی کیوں دعا کی اسکا کیا مطلب ہے۔

حضرت یوسفؑ: اپنے دل میں سخت نادم اور منفعل ہو کر۔ فی الحقیقت میں قید خانہ کو زیادہ پسند کرتا ہوں۔ جس کا میں قائل ہوں اور سخت نادم۔

جبرائیل امین۔ اے حضرت یوسفؑ! اللہ تم سے سوال کرتا ہے کہ تم کو حسن عالم سوز کس نے دیا۔ حضرت یعقوبؑ سا مہربان اور بے انتہا محبت کرنے والا باپ کس نے عطا فرمایا۔ اور اندھیرے کنوئیں میں سے کس نے نکالا؟ اور علم تعبیر کس نے دیا اور زلیخا سے بچا کر بھاگنے میں سات دروازوں کے قفل کس نے کھولے؟

حضرت یوسفؑ، شان کبریائی و فضل مولیٰ کے بے حد احسانات پر روتے ہوئے فرمایا:

اسی نے دیا مجھ کو حسن و جمال — اسی نے کیا باپ بھی خوش خصال
اسی نے نکالا کنوئیں سے مجھے — اسی نے دیئے علم بس خواب کے
اسی نے تو کھولے ہیں وہ قفل سات — وہی فضل والا ہے عالی صفات

جبرائیل امین

سنو یوسفا! حکم رب کریم — کہ جس کا نہیں ہے شریک و حریم

وہ کہتا ہے جب میں ہوں سب سے بڑا ۔۔۔ تو پھر تم نے ساقی سے کیوں کچھ کہا
قسم ہے مجھے اپنی یکتائی کی ۔۔۔ تمہاری طلب کی فقط دیر تھی
رہا تم کو کرتا اس اعزاز سے ۔۔۔ کہ تم یاد کرتے مجھے ناز سے
مگر تم تو بھولے مجھے اس قدر ۔۔۔ مرا نام تک بھی نہ آیا مگر

اس آخری ارشاد خداوندی پر حضرت یوسفؑ کی ہچکی بندھ گئی اور وہ روتے روتے بیہوش ہوگئے۔ پھر جب تھوڑی دیر میں ہوش آیا تو مولیٰ کی جناب میں عرض کرتے ہیں کہ خداوندا میں تیری جناب میں توبہ کرتا ہوں اور تیری حضوری میں وعدہ کرتا ہوں کہ ہر اچھے بُرے میں آئندہ کبھی تجھ کو نہ بھولوں گا۔

کرم ہے ترا مجھ پہ رب کریم ۔۔۔ کہ غفار ہے تو غفور رحیم

حضرت یوسفؑ : اے حضرت جبرائیل۔ یہ فرمایئے کہ میرے والد ماجد کی بھی آپ کو خبر ہے کہ وہ کہاں ہیں؟ کس حال میں ہیں اور کیا ان پر گزر رہی ہے۔

جبرائیل امین : اے اخی حضرت یوسف! تمہارے والد حضرت یعقوبؑ تمہارے فراق میں روتے روتے نابینا ہوگئے ہیں اور ایک غم کی کوٹھڑی میں بیٹھے ہوئے ہر وقت تمہارے لئے روتے رہتے ہیں اور مخلوق سے ملنا جلنا چھوڑ دیا ہے۔

حضرت یوسفؑ : اے اخی حضرت جبرائیل! یہ تو بتایئے کہ اس درجہ فراق کا غم اور حضرت یعقوبؑ کو کیوں دیا گیا؟ اور اس نازک حالت کو کیوں پہنچایا گیا ہے۔

جبرائیل امین : اے اخی حضرت یوسفؑ! یہ رنج والم اور اس درجہ حزن و ملال انہیں اس لئے دیا گیا ہے کہ ان کے دل میں سوائے خدا کی محبت کے تمہاری محبت زیادہ ہو گئی تھی اور خدا کو یہ بات ناپسند ہے کہ بندہ کسی بندے سے اتنی گہری محبت رکھے۔

حضرت یوسفؑ : اے اخی جبرائیل! بھلا پھر یہ تکالیف و مصائب جو وہ اُٹھا رہے ہیں اس کا کچھ اجر و صلہ بھی انہیں ملے گا؟ یا ان کا یہ رنج والم بیکار جائے گا۔

جبرائیل امین : اے اخی حضرت یوسف! نہیں بیکار نہیں جائے گا بلکہ خدائے رحیم و کریم ہر روز ان کو ایک شہید کا ثواب دے رہا ہے۔ نیز تفسیر کشاف میں ایک روایت منقول ہے کہ ایک روز ہمارے آقائے نامدار حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبرائیل سے دریافت کیا تو حضرت جبرائیل نے فرمایا کہ حضرت یوسفؑ کے فراق میں حضرت یعقوبؑ کی الفت

کا یہ اندازہ تھا کہ جیسے ستر مائیں اپنے اکلوتے فرزندوں کے جلنے سے بے چین اور بے قرار ہوں اور اپنی جان کو خاک میں ملا دیں۔

پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا کہ اے حضرت جبرائیل! حضرت یعقوبؑ کو اس حزن وغم اور فراقِ فرزند میں کچھ ثواب بھی ملے گا۔ حضرت جبرائیل نے فرمایا حضرت یعقوبؑ کو ہر روز سو شہیدوں کا ثواب ملتا تھا اور یہ ایک دو دن نہیں بلکہ پورے بتیس برس حضرت یعقوبؑ اپنے فرزند حضرت یوسفؑ کے فراق میں روئے ہیں جن میں ہر دن اور ہر روز انہیں سو سو شہیدوں کا ثواب ملا ہے۔ اللہ اکبر۔

آہ اے یعقوب تم کیا چیز تھے — غم الم اتنے برس جھیلا کیے
کیسا سینہ ہو گیا ہو گا کباب — حالتِ دل کیا ہوئی ہو گی خراب
چھلنی چھلنی ہو گیا ہو گا جگر — ہجرِ یوسفؑ کی طوالت اس قدر
سننے والے سن نہیں سکتے جسے — آہ تم اتنے برس روتے رہے

آہ! اسرائیل! بس حد ہو گئی
اس الم کی بس تمہی پر انتہا ہو گئی

بادشاہِ مصر کا خواب

حضرت یوسفؑ کو قید خانہ میں رہتے رہتے جب بارہ برس کی ایک مدت دراز ہو گئی اور بموجب ارشادِ خداوندی۔ فَلَبِثَ فِي السِّجْنِ بِضْعَ سِنِيْنَ ہ

یعنی: سالہا سال کی مدت میں وہ قید خانہ میں گزار چکے تو اب منظورِ ایزدی ہوا کہ حضرت یوسفؑ قید خانے سے رہا ہوں جس کیلئے بہتر سے بہتر سامان عجیب شروع ہوتے ہیں۔ چنانچہ ایک رات بادشاہ ریان عجیب و غریب خواب دیکھتا ہے جس سے وہ خوفزدہ ہو کر علی الصباح تمام مدبرین وزراء اور حکماء کو جمع کر کے ان کے سامنے وہ اپنا خواب بیان کرتا ہے جس کو اللہ تعالیٰ اپنے کلام میں نقل فرماتا ہے: وَقَالَ الْمَلِكُ اِنِّيْٓ اَرٰى سَبْعَ بَقَرٰتٍ سِمَانٍ يَّاْكُلُهُنَّ سَبْعٌ عِجَافٌ وَّسَبْعَ سُنْۢبُلٰتٍ خُضْرٍ وَّاُخَرَ يٰبِسٰتٍ ۭ يٰٓاَيُّهَا الْمَلَاُ اَفْتُوْنِيْ فِيْ رُءْيَايَ اِنْ كُنْتُمْ لِلرُّءْيَا تَعْبُرُوْنَ ہ

یعنی: بادشاہ مصر نے کہا کہ اے میرے عقلائے ملک! آج رات میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ سات موٹی تازی گائیں ہیں جن کو سات دبلی سوکھی گائیں کھائے چلی جاتی ہیں اور پھر یہ دیکھا

سات ہری بالیں ہیں جن پر سات خشک بالیں چھائی ہوئی ہیں اور ہری بالوں کو انہوں نے دبا لیا ہے پس اے اہل دربار اگر تم خواب کی تعبیر بتا سکتے ہو تو جلدی بتاؤ کیونکہ مجھے اس خواب سے خوف معلوم ہو رہا ہے اور رات سے میں سخت پریشان ہوں یہ سنکر تمام مدبرین اور عقلاء دم بخود اور ساکت بیٹھے رہے کسی نے ہُوں تک نہ کی اور اس زبردست خواب کی تعبیر ان کی سمجھ میں نہ آئی بادشاہ نے پھر کہا کہ میرے خواب کی تعبیر بتاؤ۔ جس پر وہ لوگ مجبوری اور لاچاری کا جواب دینے لگے۔ اور کہا۔

قَالُوْٓا اَضْغَاثُ اَحْلَامٍ ۚ وَمَا نَحْنُ بِتَاْوِيْلِ الْاَحْلَامِ بِعٰلِمِيْنَ ۝

یعنی: اے بادشاہ یہ آپ کے محض خیالات پریشان ہیں اور ایسے خیالات کی تعبیر ہمیں دینی نہیں آتی۔ اس وقت بادشاہ کی حضوری میں وہ ساقی بھی موجود تھا۔ جس نے بادشاہ کا خواب اور عقلاء دربار کا عاجزانہ جواب سنا۔ بس اسی وقت اس کو حضرت یوسفؑ یاد آگئے اور پیارے حضرت یوسفؑ کیلئے اس کے آنسو نکل آئے اور دل میں کہا کہ افسوس! آج پورے بارہ برس کے بعد وہ مجھے یاد آئے۔ غرضیکہ وہ اپنے آنسو پونچھ کر اور بادشاہِ مصر کیطرف متوجہ ہو کر دست بستہ عرض کرنے لگا جیسے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: قَالَ الَّذِىْ نَجَا مِنْهُمَا وَادَّكَرَ بَعْدَ اُمَّةٍ اَنَا اُنَبِّئُكُمْ بِتَاْوِيْلِهٖ فَاَرْسِلُوْنِ ۔

یعنی: ایک وہ شخص جوان قیدیوں میں سے رہائی پا چکا تھا اور اب اسے ایک مدت کے بعد حضرت یوسفؑ کا پیغام یاد آیا تو اس نے کہا کہ ذرا کی فدا اگر مجھے حضور قید خانہ تک جانے کی اجازت عطا فرمائیں تو میں وہاں سے واپس آکر خواب کی تعبیر ہو بہو بیان کر دوں گا۔ ساقی کی بات سن کر بادشاہ اور تمام عقلائے مصر متعجبانہ نظروں سے اسے دیکھتے ہیں اور حیرت زدہ ہو کر چند مدبرین ساقی سے کہتے ہیں

روک اے ساقی ذرا اپنی زبان — تو کہاں اور یہ اولوالعزمی کہاں
خواب ہے یہ شاہ والا جاہ کا — تجھ سے اور تعبیر سے کیا واسطہ
سخت گستاخی ہے اس میں بولنا — جرم ہے یاں یوں زبان کا کھولنا
سن کے ساقی نے دیا ان کو جواب — شاہ کو مطلوب ہے تعبیر خواب
میں بتاؤں گا بتاؤں گا ابھی — رہنے دیجئے آپ اپنی خودسری
اذن شاہی پہ ابھی بنتا ہے کام — اور ابھی تعبیر ملتی ہے تمام

بادشاہ ریان یہ سوال و جواب سن کر ہمہ تن ساقی کی طرف متوجہ ہوا اور کہا کہ اے ساقی! تیرا اس مضبوطی سے کہنا اگرچہ میرے دل کو اطمینان دلاتا ہے کہ ضرور میرے خواب کی تعبیر کہیں سے لائے گا تاہم ظاہر کرنا ہوگا کہ وہ کیا شئے ہے جس کے ذریعے سے تعبیر لائیگا۔ ساقی دست بستہ بادشاہ کی خدمت

میں عرض کرنے لگا کہ حضور یوسفؑ نامی ایک نوجوان مصر کے قید خانہ میں ہے جس نے مجھے اور طباخ کو یہ تعبیر دی تھی اور یہ کہا تھا کہ آج کے تیسرے روز ساقی اپنے قدیمی عہدے پر مامور ہوگا اور طباخ آج کے تیسرے روز پھانسی پا جائے گا۔ چنانچہ ہو بہو ایسا ہی ہوا یعنی تیسرے روز میں اپنے عہدہ پر بحال ہو گیا اور طباخ پھانسی پا گیا۔ اس بنا پر میں نہایت وثوق کے ساتھ کہتا ہوں کہ وہ نوجوان حضرت یوسفؑ جو بڑا عبادت گزار اور بڑا نیک صالح انسان ہے وہ آپکے خواب کی اتنی سچی تعبیر دیگا جس کا جواب نہیں۔ یہ سنتے ہی بادشاہ نے اسے اجازت دیدی اور ساقی وہاں سے اسی وقت روانہ ہو گیا اور داروغۂ جیل سے اجازت لیکر قید خانہ میں داخل ہوا۔ نہایت نادم صورت لیکر حضرت یوسفؑ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپنے ساقی کو دیکھا اور اُسے خوب اچھی طرح پہچانا اور اپنے دل میں کہا،

یہ وہی ساقی ہے جس کی بات پر — بڑھ گئی تھی قید میری سر بسر
یہ وہی ساقی ہے بس جس کے سبب — مدتوں ناخوش رہا ہے مجھ سے رب
وہ بھی ہے جس کے ہاتھوں یہ ہوا — آج تک میں قید خانہ میں رہا

حصہ دوئم

حضرت یوسفؑ کی تعبیر

القصہ ساقی اپنی شرمندہ صورت لئے ہوئے آپکے سامنے آکھڑا ہوا اور بہت کچھ معذرت کرتے ہوئے کہا کہ حضور معاف کیجئے گا میں بالکل بھول گیا اور بادشاہ کی خدمت میں آپکی سفارش کرنی مجھے یاد نہ رہی۔ اب چونکہ خود بادشاہ کو ایک زبردست خواب آیا اور میں نے آپ کی سچی تعبیر دینے کا حال بادشاہ سے بیان کیا ہے۔ مگر حضور کیا کروں جس خواب کی تعبیر آپسے لینے آیا تھا وہ بھاگا دوڑی میں بھول گیا۔ آپنے فرمایا۔ گھبراؤ نہیں تو بھول گیا ہے تو میرا مولیٰ تو مجھے نہیں بھولا ہے وہ سب کچھ بتا دے گا۔ تھوڑا توقف کرنے کے بعد حضرت یوسفؑ خود ہی فرماتے ہیں کہ وہ سات موٹی گائیں اور سات ہری بالیں اس بات کی علامت ہیں کہ مصر میں سات برس تک نہایت ارزانی سستا سماں اور بڑی خوشحالی ہوگی اور وہ سات دبلی گائیں اور سات خشک بالیں اس بات کی دلیل ہیں کہ سات برس انتہا درجہ کی قحط سالی اور بڑی مصیبت کے دن آئیں گے۔ ساقی یہ سنتے ہی بادشاہ کی خدمت میں پہنچا اور یہ خوفناک تعبیر بادشاہ کے آگے بیان کی۔

حال سنئے بادشاہِ مصر کا — سُن کے یہ تعبیر وہ سُن ہو گیا

دیر تک وہ غوطہ زن اس میں رہا ! — حیف یہ ساقی نے آکر کیا کہا
پھر سنبھل کر یہ کہا ساقی سنبھل — عقل میں تیری نہ آیا ہو خلل !
ہوش کی لے دیکھ کیا کہتا ہے تُو — میرے آگے اور یہ تیری گفتگو
پھر کہا ساقی نے ہاں ہاں اے حضور — اس کا فرمانا یوں ہی ہوگا حضور

اب تو بادشاہ اپنے دل میں بہت حیران ہوا اور ساقی سے کہا کہ آخر وہ کون ایسا مبارک شخص ہے جس کی بات ضرور پوری اُترتی ہے اور اس کی تعبیر بالکل سچی ہو کر رہتی ہے۔ ساقی نے پیارے حضرت یوسفؑ کی داستان شروع کی اور کہا کہ وہ خوبصورت جوان ہے جس کے متعلق ایک ایک زمانہ میں تمام مصر کو دلہن کی طرح سجایا گیا تھا اور شاید حضور نے بھی اس مبارک ذات کی زیارت کی تھی۔ اب صورتِ حال یہ ہے کہ مدت دراز سے وہ قید خانہ میں ہے اور وہ نوجوان غریب الوطن یہ بھی کہتا ہے کہ عزیز مصر اور زلیخا نے مجھے بلاوجہ قید خانہ میں بھیج دیا ہے، حالانکہ میں نے کوئی جرم نہیں کیا۔ نیز وہ یہ بھی کہتا ہے کہ میں شہر کنعان کا رہنے والا ہوں اور حضرت یعقوبؑ یعنی اسرائیل کا فرزند ہوں اور میرے بھائیوں نے بوجہ رشک و حسد میرے والد سے مجھے ایک مصری قافلہ کے ہاتھ بیچ ڈالا تھا۔ الغرض اس مسافر غریب الوطن کے معصوم و بے گناہ ہونے میں کوئی شک نہیں اور فی الحقیقت وہ بے خطا ہے۔

ملک ریان نے یہ سنتے ہی حکم صادر کیا کہ اچھا، عزیز و زلیخا دونوں ہمارے سامنے پیش کیے جائیں۔ چنانچہ عزیز مصر ملک ریان کے دربار میں حاضر ہوا۔ جس سے پہلا سوال ملک ریان نے یہ کیا کہ اے عزیز :

شاہِ مصر

قید میں وہ کیوں ہے بندہ نیک ذات — سُن رہے ہیں جس کی ہم اعلیٰ صفات
جرم اس نے کیا کیا تھا اے عزیز — قید خانہ کیوں گیا وہ باتمیز !
اک مسافر خاندانی اور نجیب ! — قید ہو وہ تیرے ہاتھوں بدنصیب
حیف تیری عقل پر اے ہوشیار ! — اک نبی زادہ ہو ذلت کا شکار
میرے عدل و رحم پر دھبہ لگا ! — حیف اے قسمت میری وا حسرتا
مصر کو بدنام تو نے کر دیا ! — اب قیامت تک یہ افسانہ رہا

کر بیاں جلدی سے اے آشفتہ حال — کیونکہ مجھ کو رنج و صدمہ ہے کمال

عزیزِ مصر

سنئے عرضِ حال اے عالی جناب — مجھ کو بھی اس کا قلق ہے بے حساب
میں دکھی ہوں اس کیلئے بے حد ملول — مختصر ہے عرض گو قصہ ہے طول
میں نے بیٹے کی طرح رکھا اسے — اور سب گھر بار تک سونپا اُسے
چند مدت بعد پھر ایسا ہوا — یک بیک تہمت اٹھی اک برملا
اور وہ تہمت یہ تھی اے باوقار — ہو گیا ہے وہ زلیخا سے دوچار
ہاں مگر مجھ کو نہیں ثابت ہوا — یہ کہ اس نے کوئی بھی کی ہو خطا
صرف بدنامی سے بچنے کے لئے — قید خانہ میں نے بھیجا تھا اُسے

ملک ریان نے عزیزِ مصر کی تقریر سُن کر کہا کہ جب تمہارے نزدیک وہ جوان صالح، فی الحقیقت نیک نہاد اور امانت دار تھا تو اس کا قید خانے بھیجنا سرے ہی سے ناروا اور نادرست تھا۔ یہ کہہ کر اپنے یمین و لیسار کو حکم دیا کہ اس جوان صالح کو نہایت عزت و وقار کے ساتھ قید خانے سے لاؤ اور ہمارے دربار میں پیش کرو۔

یہ سُن کر چند حاضرین شاہی ساقی کو ساتھ لیکر قید خانہ پہنچے اور ساقی کو حضرت یوسفؑ کے سامنے پیش کر کے خواب اور اس کی تعبیر اپنے کانوں سے سننی چاہی۔ چنانچہ ساقی پیش ہوا۔ یعنی ساقی نے کہا اے حضرت یوسفؑ! اے صدیق! ہمیں اس خواب کی تعبیر بتایئے کہ سات موٹی گائیوں کو سات دُبلی گائیں کھا رہی ہیں اور سات ہری بالیں ہیں اور خشک بالیں۔ پس آپ تعبیر بتائیں تاکہ ہم جان کر تعبیر بیان کریں۔ حضرت یوسفؑ نے فرمایا کہ خواب کی یہ تعبیر بتائیں کہ تم لوگ سات برس تک کاشتکاری کرو گے پس تمہیں چاہیئے کہ جو اناج کاٹو وہ بالوں ہی میں رہنے دو اور کھانے کی ضرورت کے مطابق ان میں سے نکالتے رہو۔ کیونکہ پھر اس کے بعد سات برس سخت قحط سالی کے آئیں گے جس میں وہ غلہ کا ذخیرہ سب کھا جائیں گے۔ البتہ تخم ریزی کے لئے کچھ باقی رہ جائے گا۔ پھر اس کے بعد ایسا برس آئے گا جس میں نہایت اچھا سماں ہوگا اور خوب بارشیں ہوں گی اور لوگ خوب تازے انگور نچوڑیں گے۔

جب حضرت یوسفؑ نے خواب کی تعبیر ساقی اور مصاحبین کے سامنے بیان فرمائی تو ایک

ان میں سے بادشاہ کے دربار میں حاضر ہوا اور ملک ریان سے من وعن خواب کی تعبیر بیان کی۔ بادشاہ چونکہ پہلے ہی سے پیارے حضرت یوسفؑ کا عاشق زار ہو چکا تھا، تعبیر سُن کر بہت خوش ہوا اور اسی وقت حکم دیا جیسے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ وَقَالَ الْمَلِكُ ائْتُونِي بِهِ۔ یعنی بادشاہ مصر نے نہایت مشتاقانہ لہجے میں کہا کہ حضرت یوسفؑ کو جلدی میرے پاس لے آؤ۔ چنانچہ حکم پاتے ہی وہ ساقی یا مصاحب نہایت شان و شوکت کے ساتھ پیارے حضرت یوسفؑ کو دربارِ شاہی میں لانے کے لئے قید خانے پہنچا اور حضرت یوسف علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ بادشاہِ مصر آپ کو یاد فرماتے ہیں اور نہایت عزت و وقار کے ساتھ آپ کو بلاتے ہیں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام میں نقل فرمایا ہے۔ فَلَمَّا جَاءَهُ الرَّسُولُ قَالَ ارْجِعْ إِلَىٰ رَبِّكَ فَاسْأَلْهُ مَا بَالُ النِّسْوَةِ اللَّاتِي قَطَّعْنَ أَيْدِيَهُنَّ ۚ إِنَّ رَبِّي بِكَيْدِهِنَّ عَلِيمٌ ۝

یعنی جب شاہی ایلچی حضرت یوسف علیہ السلام کے پاس شاہی پیغام لیکر پہنچا تو اس کے جواب میں حضرت یوسفؑ نے فرمایا کہ تم اپنے بادشاہ کے پاس واپس جاؤ اور دریافت کرو کہ آپ کو کچھ ان عورتوں کا حال بھی معلوم ہے جنہوں نے خود بخود اپنے ہاتھ کاٹ لئے تھے اور یہ کہ وہ میری گرویدہ ہوئی تھیں یا میں ان کا گرویدہ ہوا تھا۔ اور کہنا کہ اے بادشاہ! میرا پروردگار ان عورتوں کے مکر و فریب کو خوب جانتا ہے۔

ایلچی پیارے حضرت یوسفؑ کا یہ پیغام لیکر شاہی دربار میں حاضر ہوا اور حضرت یوسفؑ کا ارشاد ملک ریان کے آگے پیش کیا۔ چنانچہ بادشاہ نے اسی وقت ان تمام عورتوں کو جنہوں نے اپنے ہاتھ کاٹ ڈالے تھے پیش ہونے کا حکم دیا۔ اور کہا کہ زلیخا اور ان ہاتھ کاٹنے والی عورتوں کو بہت جلد ہمارے دربار میں حاضر کرو۔

آج بیٹھی ہے زلیخا کی وہاں ۔۔۔ جس جگہ ہو جائے گا سب کچھ عیاں
آج بس اٹھ جائیں گے سارے حجاب ۔۔۔ اور سب دہرائی جائے گی کتاب
کیا زلیخا نے کیا یوسفؑ کے ساتھ ۔۔۔ کیوں زنانِ مصر نے کاٹے تھے ہاتھ
قید خانے کس لئے یوسفؑ گئے ۔۔۔ ظلم ایسے کیوں زلیخا نے کئے
جرم کس کا جو اور ہے کس کی خطا
جان لے گا بچہ بچہ مصر کا

زلیخا کی پیشی

لکھا ہے کہ دربارِ مصر میں زلیخا اور تمام وہ عورتیں جنہوں نے اپنے ہاتھ کاٹ ڈالے تھے، پیش ہوئیں جن سے مخاطب ہو کر بادشاہِ مصر نے دریافت کیا۔

قَالَ مَا خَطْبُكُنَّ اِذْ رَاوَدْتُّنَّ يُوْسُفَ عَنْ نَّفْسِهٖ ط

یعنی: اے عورتو! جب تم نے حضرت یوسفؑ سے اپنا مطلب حاصل کرنا چاہا تو اس وقت تمہارے سامنے کیا معاملہ پیش آیا۔ چنانچہ بادشاہِ مصر کے جواب میں سب عورتوں نے متفق اللفظ اور ایک زبان ہو کر کہا۔ قُلْنَ حَاشَ لِلّٰهِ مَا عَلِمْنَا عَلَيْهِ مِنْ سُوْٓءٍ ط

یعنی عورتوں نے کہا کہ اے بادشاہ حاشا وکلا ہم نے حضرت یوسفؑ میں کسی طرح کی برائی نہیں دیکھی بلکہ اس کو نہایت نیک پایا۔ پس عورتوں کا کہنا تھا کہ زلیخا پر ایک حالت طاری ہو گئی اور خود بخود بغیر کسی سوال کے بول اٹھی اور سچی سچی بات خود اس نے ظاہر کر دی اور کہا، جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: قَالَتِ امْرَاَتُ الْعَزِيْزِ الْـٰٔنَ حَصْحَصَ الْحَقُّ ز اَنَا رَاوَدْتُّهٗ عَنْ نَّفْسِهٖ وَاِنَّهٗ لَمِنَ الصّٰدِقِيْنَ ○ یعنی عزیزِ مصر کی بیوی زلیخا نے اپنے دل میں کہا کہ اب تو جو بات تھی وہ کھل گئی۔ چنانچہ وہ خود بخود یہ پکار اٹھی۔

صادق و مصدوق ہے یوسف کی ذات ۔۔۔ ایک ہی وہ نیک ہے عالی صفات
اس کی خوبی ہو نہیں سکتی بیاں ۔۔۔ ظلم ہے اس پر برائی کا گماں!
میں نے ہی اس سے کیا فاسد خیال ۔۔۔ نفس نے میرے ہی ڈالا اس پہ جال
بے خطا، بے جرم ہے وہ نیک خو ۔۔۔ ٹھیک ہے یہ عورتوں کی گفتگو
فی الحقیقت ہے یہ ظلم ناروا! ۔۔۔ قید خانے میں گیا وہ بے خطا

بادشاہِ مصر نے جب پیارے حضرت یوسفؑ کی بے گناہی معلوم کی تو حضرت یوسفؑ کی طرف سے وہ اپنے دل میں بہت خوش ہوا اور اسی وقت حکم صادر کیا کہ حضرت یوسفؑ ابھی ہمارے دربار میں تشریف فرما ہوں۔

شاہی ایلچی اسی وقت زندان میں پہنچا اور حضرت یوسفؑ سے تمام ماجرا زلیخا اور زنانِ مصر کی پیشی کا بیان کیا۔ جسے سن کر حضرت یوسفؑ نہایت مسرور ہوئے اور اپنے دل میں کہا کہ اگرچہ اللہ تعالیٰ نے دامن تہمت سے دھبہ پاک و صاف فرما دیا اور تمام مصر نے جان لیا کہ حضرت

یوسف پاک ہیں اور وہ اس تہمت سے بری ہیں اور پھر حضرت یوسفؑ نے فرمایا:

ذٰلِكَ لِيَعْلَمَ اَنِّىْ لَمْ اَخُنْهُ بِالْغَيْبِ وَاَنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِىْ كَيْدَ الْخَآئِنِيْنَ ۝

یعنی یہ بات میں نے اس لئے دریافت کرائی تھی کہ عزیزِ مصر کو اس بات کی تسلیّ ہو جائے کہ میں نے اس کی امانت میں خیانت نہیں کی۔ نیز یہ بھی ضرور ہے کہ اللہ تعالیٰ خیانت کرنیوالوں کے فریب نہیں چلنے دیتا۔ پھر حضرت یوسفؑ نے فرمایا وَمَآ اُبَرِّئُ نَفْسِىْ اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَةٌۢ بِالسُّوْٓءِ اِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّىْ ؕ اِنَّ رَبِّىْ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝

یعنی میں اپنی نسبت یہ نہیں کہتا ہوں کہ میں ملائکہ کی طرح پاک و صاف ہوں کیونکہ انسان کا نفس برائی کی طرف ضرور مائل کرتا ہے مگر میرے مولیٰ نے مجھ پہ رحم فرمایا۔ اور فی الحقیقت وہ بخششوں والا مہربان مولیٰ ہے۔

آج تہمت کا ہوا قصہ تمام ۔۔۔ آج واقف ہو گئے سب خاص و عام
پاک ثابت ہو گئے یوسفؑ نبی ۔۔۔ کیا عنایت ان پہ یہ مولیٰ نے کی
بچہ بچہ مصر کا۔ واقف ہوا ۔۔۔ یہ کہ ذرا بھر نہیں ان کی خطا
ہو گئی عظمت دلوں میں اسقدر ۔۔۔ کرتا ہے یوسف ہی یوسف ہر بشر
اور یہ ہے حال شاہِ مصر کا ۔۔۔ دل سے وہ یوسف کا گرویدہ ہوا
ہو گئی ہے فرقتِ یوسف کٹھن ۔۔۔ ہیچ ہے نظروں میں ساری انجمن
ان سے ملنے کا ہے یاں تک اشتیاق ۔۔۔ لحظہ لحظہ ہو رہا ہے اس پہ شاق

یوسفؑ کی رہائی

وَقَالَ الْمَلِكُ ائْتُوْنِىْ بِهٖٓ اَسْتَخْلِصْهُ لِنَفْسِىْ ج

یعنی بادشاہِ مصر نے حکم دیا کہ حضرت یوسفؑ کو ہمارے دربار میں لے آؤ کیونکہ ہم اس کو عزیز کی ماتحتی سے نکال کر اپنی ملک گیری کے ضروری کاموں کیلئے مخصوص کریں گے۔

تفسیر کبیر میں لکھا ہے کہ وہ شاہی حکم یہ تھا کہ آج پورے شتر سوار اور گھوڑے سوار نہایت پُر تکلف لباس سے آراستہ و پیراستہ ہو کر حضرت یوسفؑ کو لینے کے لئے قید خانہ پر پہنچیں اور وہاں سے یہاں تک تمام راستوں میں دونوں طرف افواج و سپاہ استادہ ہو اور انتہائی اعزاز کے ساتھ حضرت یوسفؑ کو ہمارے دربار میں لایا جائے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ قید خانہ سے دربارِ شاہی

کر لگن اور راستوں تک دو رویہ فوج ایستادہ ہے اور شتر گھوڑے سوار ایک شاہی گھوڑا اور ایک بیش قیمت خلعتِ فاخرہ لیکر قید خانہ تک پہنچتے ہیں اور جناب حضرت یوسفؑ کی خدمت میں حاضر ہو کر نہایت ادب سے عرض کرتے ہیں کہ حضور کو شاہِ والا یاد فرماتے ہیں اور اپنی حضوری میں بلاتے ہیں۔ یہ کہہ کر خلعتِ فاخرہ پیش کی جسے حضرت یوسفؑ نے نہایت خوشی سے پہنا اور بہی رضا و رغبت سے ان کے ساتھ چلنا قبول فرمالیا۔ چنانچہ لباس فاخرہ پہن کر آپ شاہی گھوڑے پر سوار ہوئے اور آج پورے سترہ سال کے بعد قید خانہ سے باہر قدم نکالا اور بڑی شان و شوکت سے آپکا جلوس دربار شاہی کی طرف روانہ ہوا۔ راستہ میں ہر دو جانب سے افواج برابر سلامی اُتار رہی ہیں اور ہر طرف سے خوش آمدید کی صدائیں بلند ہو رہی ہیں اور ایک عجیب سرور کا عالم ہے۔

آج سے پھر مصر میں وہ اژدحام
آج ہیں پھر محوِ حیرت خاص و عام
آج عالم منتظر ہے آپ کا!
آج پھر چرچا ہے گھر گھر آپ کا
آج پھر ہے مصر میں اک دھوم دھام
آج پھر بے چین ہے عالم تمام
کیا سواری جا رہی ہے آپ کی
ہے طلاطم میں مسرت اور خوشی!
دیکھتے ہیں آپ کو پیر و جواں
بندھ رہی ہیں ہر دو جانب ہچکیاں
آج پھر عالم ہے شادی مرگ کا
آج پھر ہے مصر میں عید الفصحے!
الغرض پہنچی سواری آپ کی
دُھوم اک، دربار شاہی میں ہوئی
آگئے یوسفؑ پیارے آگئے
آگئے آنکھوں کے تارے آگئے
تخت سے زبان اٹھتا ہے وہیں
اور اُتر آتا ہے بالائے زمیں

ملاقاتِ شاہی

جب حضرت یوسفؑ کی سواری نہایت کرّ و فر اور شان و شوکت کے ساتھ دربار مصر کے قریب پہنچی اور بادشاہ کو پیرہ گزاروں نے خبر دی کہ حضرت یوسفؑ کی سواری آگئی ہے فوراً تخت سے اتر کر کھڑا ہو گیا اور استقبال میں چند قدم چل کر صحنِ ایوان تک آپ کا خیر مقدم کیا۔ پیارے حضرت یوسفؑ نے اپنے مکلف گھوڑے سے اتر کر اور نہایت متانت کے ساتھ آگے بڑھ کر ملک ریان کو سلام کیا۔ بادشاہ نے اس زبان میں جس میں حضرت یوسفؑ نے سلام کیا تھا جواب دیا کیونکہ عاقل بادشاہ ستر زبانیں جانتا تھا۔ غرضیکہ بعد جواب سلام کے ملک

ریان حضرت یوسفؑ سے بغلگیر ہوا اور بڑی عزت سے اپنے ساتھ لیجا کر اپنے پہلو میں تختِ شاہی پر بٹھایا اور نہایت متانت سے کلام شروع کیا۔

تفسیر بحر المواج اور معالم میں مرقوم ہے کہ بادشاہ ستر زبانیں جانتا تھا اور حضرت یوسفؑ بہتر زبانوں سے واقف تھے۔ چنانچہ ہر سوال اور اس کا جواب نئی زبان سے ہوتا تھا جس سے بادشاہ کا دل بیحد مسرور ہوا اور اس کے دل میں پیارے حضرت یوسفؑ کی وقعت اور محبت گھر کر گئی۔

لکھا ہے کہ وہاں سے اُٹھتے وقت حضرت یوسف علیہ السلام نے بادشاہ کو عبرانی زبان میں دعا دی جس کو بادشاہ بالکل نہ سمجھا۔ پوچھا یہ کس زبان کے الفاظ ہیں اور کیا الفاظ ہیں۔ آپ نے فرمایا یہ میرے باپ دادا کی لسان یعنی عبرانی زبان ہے۔ جس میں یہ ناچیز آپ کی عمر و دولت کو دعا دے رہا ہے۔ اس کے بعد حضرت یوسفؑ نے عربی زبان میں "فی امان اللہ" کہا۔ ملک ریان اسے بھی نہ سمجھ سکا۔ دریافت کیا یہ کون سی زبان ہے؟ فرمایا یہ عربی زبان ہے جو کہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ میرے جدِ امجد کی زبان تھی اور اکثر میرے خاندان کے بزرگوں کی یہی زبان تھی۔

حضرت وہب بن منبہؓ روایت کرتے ہیں کہ حضرت یوسفؑ اس وقت جبکہ ایک سن رسیدہ ستر زبانیں جاننے والے بادشاہ سے باتیں کر رہے تھے تو آپ کی تیس سال عمر تھی۔ چنانچہ بادشاہ آپ کی زبان دانی اور علمیت و فراست پر عش عش کر رہا ہے اور ہزار جان سے اس پر فریفتہ ہوا چلا جاتا ہے اور پھر ان کی تقاریر دلپذیر کے بعد ملک ریان نے اپنا خواب خود اپنی زبان سے حضرت یوسفؑ کے سامنے بیان کیا اور اس کی تعبیر فصاحت و بلاغت کیساتھ خود اپنے کانوں سے سنی۔ جب حضرت یوسفؑ تعبیرِ خواب بیان کر چکے تو بادشاہ نے کہا اچھا اب مجھے اس عالمِ قحط سالی کے متعلق کیا تدبیر کرنی چاہیئے۔

حضرت یوسفؑ نے فرمایا تمام قلمرو میں منادی کی جائے کہ یہ جو قحط سالی کے سات برس آنے والے ہیں۔ ان کے قبل لوگ کھیتی باڑی کا کام وسیع پیمانے پر کریں اور پھر سالانہ خرچ کے موافق اس میں سے نکال نکال کر کھاتے رہیں۔ اس طریقے سے قحط کے ایام میں خلق اللہ کو مصائب کم پیش آئیں گے اور آئندہ تخم ریزی کے لئے بھی غلہ موجود نکل آئے گا۔

بادشاہ حضرت یوسفؑ کی فہم و فراست اور تدبیر مملکت کا بے حد قائل ہوا اور ان کی نسبت بہت کچھ آفرینی کلمات زبان پر لائے جیسے اللہ تعالیٰ نقل فرماتا ہے۔

فَلَمَّا كَلَّمَهٗ قَالَ اِنَّكَ الْيَوْمَ لَدَيْنَا مَكِيْنٌ اَمِيْنٌ ۝

یعنی جب بادشاہِ مصر نے حضرت یوسفؑ سے گفتگو کی تو آپ کو نہایت امین اور فہیم پاکر ان سے کہا کہ آج سے تم ہماری حضوری میں نہایت باوقار اور صاحبِ اعتبار ہوئے۔ آگے تفسیر معالم میں منقول ہے کہ ملک ریان اس درجہ آپ کا گرویدہ و شیدا ہوا کہ اسی وقت آپ کے ہاتھ پر مشرف بہ اسلام ہو گیا۔

نبوت کے صدقے نبوت کے صدقے ۔۔۔ گدا اور شہنشاہ قائل ہیں جس کے
خیالاتِ عالی، کمالاتِ عالی! ۔۔۔ عجب شان ہے دہر میں انبیاء کی
جو نبیوں پہ ایمان لاتے نہیں ہیں ۔۔۔ وہ رستے پہ لاریب آتے نہیں ہیں
عجب شان کی یہ جماعت ہے واللہ ۔۔۔ خدا کی اور ان کی محبت ہے واللہ
خدا ان سے راضی یہ راضی خدا سے ۔۔۔ خدا سے پھرا، جو پھرا انبیاء سے
درود اور سلام اے گروہِ مکرم ۔۔۔ نہی پر تو رحمت ہے مولیٰ کی ہر دم
عجب یہ جماعت ہے ساری کی ساری
مسلمان صدقے، ہمہ دان داری!

یوسفؑ اور تاجِ سلطنت

قَالَ اجْعَلْنِیْ عَلٰی خَزَآئِنِ الْاَرْضِ اِنِّیْ حَفِیْظٌ عَلِیْمٌ

یعنی حضرت یوسفؑ نے کہا کہ اے بادشاہ! مصر کے خزانے اگر میرے سپرد کر دیے جائیں تو انشاء اللہ بہت کارنمایاں ہوں گے کیونکہ میں بہت سی کتابیں جاننے کے علاوہ حفاظتِ ملکی سے بھی خوب واقف ہوں۔ ملک ریان آپ کی درخواست قبول کرتے ہوئے فوراً آپ کے بادشاہ بنانے کی تیاری میں مصروف ہو گیا۔

چنانچہ کتبِ تفاسیر و تواریخ میں لکھا ہے کہ ملک ریان نے نہایت عجلت کے ساتھ تمام ممالک میں شاہِ کنعان حضرت یوسفؑ کو بادشاہِ مصر بنانے کا اعلان کر دیا۔ اور اس مبارک ذات کے لئے ایک تختِ زریں تیار کرایا اور حضرت یوسف کو بادشاہ بنانے کے دن اور تاریخ سے جملہ اعیانِ ملک کو مطلع کیا۔ آخر وہ مسرت کا دن آیا اور نہایت جوش و خروش کا عالم اپنے ساتھ لایا۔ علی الصباح حضرت یوسفؑ شاہی حمام میں غسل فرما کر ملک ریان کے نئے دربار میں

تشریف لائے جہاں بحکم شاہی مصاحبین خاص نے پیارے حضرت یوسف کو لباس شاہی پہنایا اور ملک ریان نے تاج شاہی اپنے سر سے اتار کر حضرت یوسف علیہ السلام کے سر پر رکھا اور شاہی انگشتری اپنے ہاتھ سے نکال کر حضرت یوسف کے ہاتھ میں پہنائی اور بیش قیمت شاہی پٹی اور پرتلہ اپنی کمر سے کھول کر جناب حضرت یوسف کی کمر مبارک سے باندھا اور تمام خزانوں کی کنجیاں آپ کے سپرد کر دیں اور پھر جواہر نگار تخت پر آپ کو بٹھایا اور اپنے ہاتھ آسمان کی طرف اٹھا کر اپنی رعایا، اپنے ملک اور حضرت یوسف کی درازیٔ عمر کیلئے دعا کی۔ جناب حضرت یوسف علیہ السلام آمین آمین کہتے ہوئے ملک ریان کا شکریہ بجا لائے کہ اتنے میں ہر چہار سمت سے،

مبارک سلامت کا ایک غل ہوا — بھرا آج دربار بس گونج اٹھا
مسرت سے دریا امنڈنے لگے — دعاؤں کے تھے ہر طرف چہچہے!
خوشی کی پڑی ہے وہ سب پہ کمند — مبارک، سلامت ہے ہر سو بلند
کہاں ابن راحیل پہنچے ہو تم! — کہاں سے کہاں دیکھو آئے ہو تم
زمانہ وہ بھولے نہیں ہیں ابھی — ابھی یاد ہے چاہ کنعان کی!

ابھی اب میں یہ کیا سے کیا ہو گیا
شہنشاہی کا چتر پھرنے لگا

کما قال اللہ تعالیٰ۔ وَكَذَٰلِكَ مَكَّنَّا لِيُوسُفَ فِي الْأَرْضِ يَتَبَوَّأُ مِنْهَا حَيْثُ يَشَاءُ ۚ نُصِيبُ بِرَحْمَتِنَا مَنْ نَشَاءُ ۖ وَلَا نُضِيعُ أَجْرَ الْمُحْسِنِينَ ۝ وَلَأَجْرُ الْآخِرَةِ خَيْرٌ لِلَّذِينَ آمَنُوا وَكَانُوا يَتَّقُونَ ۝ یعنی: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہم نے حضرت یوسف کو سرزمین مصر کا بادشاہ بنایا، کہ جہاں چاہیں وہ آرام سے رہیں۔ پس اے لوگو! ہم جس پر چاہتے ہیں فضل و کرم مینہ کی طرح برسا دیتے ہیں، اور نیک لوگوں کے اجر و صلے کو ہم ضائع نہیں ہونے دیتے ہیں اور جو بندے ایمان لے آئیں اور پرہیز گاری کرتے رہیں ان کیلئے اجر آخرت اس سے بھی زیادہ ملنے والا ہے۔

القصہ ملک ریان نے اس سے قبل عزیز مصر اور زلیخا کو ممتاز عہدوں سے معزول کر دیا۔ اور ان پہ عتاب فرمایا جس کے تھوڑے دنوں بعد عزیز مصر کا انتقال ہو گیا اور زلیخا غمزدہ سخت حیران و پریشان ہوئی۔ اس کی کمر ہمت بالکل جواب دے گئی۔ اور جنگل میں ایک جھونپڑی ڈال کر بیٹھ گئی۔

آدمی اللہ سے ڈرتا رہے — جاہ و عزت کو نہ سمجھے اپنی شے

عزت و دولت سب اسکے ہاتھ ہے
بس یہیں رنج ہے بشر اور مات ہے
قیدیوں کو وہ بنا دے بادشاہ
بادشاہوں کو کرے وہ قید آہ!
کوئی اس کا روکنے والا نہیں
کوئی اس سے برتر و اعلیٰ نہیں
بھولنا اس کا ستم ہے قہر ہے!
اور یہی انساں کے حق میں زہر ہے
مصر کا اب حال سنئے ناظرین!
کس قدر شاداب ہوتی ہے زمین
کیسی خوشحالی برستی ہے وہاں
کس قدر ہوتا ہے بس سستا سماں

مصر کی خوشحالی

حضرت یوسف علیہ السلام کی تخت نشینی کے بعد آج نیا دور شروع ہوتا ہے تمام ملک مصر میں نہایت سرور و شادمانی کا عالم ہے۔ ہر ایک متنفس باغ باغ نظر آتا ہے اور دربار یوسفی سے نئے نئے احکامات جاری ہو رہے ہیں اور اب وہ سات سال شروع ہوئے جن میں غلہ کھیتیاں کثرت سے پیدا ہوں گی اور ملک میں بے حد خوشحالی اور فارغ البالی رہے گی۔

لکھا ہے کہ جناب یوسف علیہ السلام تخت سلطنت پر رونق افروز ہوئے تو آپ نے جملہ امور سلطنت میں وہ اعلیٰ انتظام و بندوبست کیا کہ تمام اقلیم میں ایک شہرہ ہو گیا۔ آپ کا ذاتی خیال تھا کہ میرے ملک اور میری رعیت میں کسی متنفس کو کسی نوع کی تکلیف و آزردگی نہ ہو اور ہر شخص نہایت خوشحال گزران کرے۔ انہی ایام میں آپ نے تمام زمینداروں اور کاشتکاروں کے نام احکام صادر فرمائے کہ جملہ سرزمین مصر میں غلہ کا بونا، جو تنا ہمیشہ سے دگنے پیمانے پر کیا جائے تاکہ ملک میں دگنا غلہ پیدا ہو۔ اور پورے سات سال تک ایسا کیا جائے اس کی وجہ یہ تھی کہ ہمیں اندرون ملک سات سال میں چودہ سال کا غلہ فراہم کرنا ہے تاکہ آئندہ آنے والی ایک زبردست قحط سالی سے ملک مصر محفوظ و مامون رہے جس کیلئے آپ نے ایک عظیم الشان جنگل صرف اسلئے نامزد کیا کہ یہاں وہ زائد غلہ فراہم رہیگا جو قحط سالی میں خلق اللہ کے کام آئیگا اور لوگوں میں تقسیم ہوا کرے گا۔

غرضیکہ ادھر وہ تمام کاشتکار اور زمیندار کھیت کیاری کے کام میں مصروف ہوئے، آسمان سے باران رحمت برسنا شروع ہوا جس میں رحمت الٰہی یہاں تک پوشیدہ تھی کہ سنگلاخ اور بنجر زمینوں تک میں اناج پیدا ہونے لگا اور سال در سال اناج کے انبار جمع ہوتے شروع ہوئے زمین سے ہر سال آدھا نکال لیا جاتا تھا اور آدھا بطور ذخیرہ کے جمع رہتا تھا جب پانچ سال گزر گئے

توجناب حضرت یوسفؑ گو نہ مطمئن ہوئے اور اناج کی کافی مقدار اور کافی ذخائر سے آپنو الاحزان و ملال کم ہوا تو اب آپ تسکین دلی سے دیگر ملکی کاروبار میں حصہ لینے لگے۔ جگہ جگہ کے ملاحظے اور مقامات کی سیر شروع کی:-

یہ دیکھا اہل عالم کی نظر سے
نکلتی ہے سواری کر و فر سے
جناب حضرت یوسفؑ پیمبر!
کہ جن کے نام کا ڈنکا ہے گھر گھر
انہی کا مصر میں ہے دَور دَورہ
انہی کا کھنچ رہا ہے دل میں نقشہ
جلوس یوسفی ہوتے ہیں ہر دم!
بہاریں لوٹتا ہے ایک عالم!
مگر ایک عاشق صادق ہے محروم
زمانہ خوش ہے اور وہ حیف مغموم
زلیخا نام ہے جس غمزدہ کا
کہ جس کو وصل یوسفؑ کا ہے سودا
جو نابینا ہوئی ہے روتے روتے
مٹی جو جان اپنی کھوتے کھوتے
ادھر ہے ابتدائی جاہ و ثروت
ادھر ہے انتہائی اس کی نوبت
کہیں آغاز ہے جاہ و حشم کا
کہیں انجام ہے دم اور قدم کا
کہیں عزت کے جھنڈے گڑ رہے ہیں
کہیں لینے کے دینے پڑ رہے ہیں

زلیخا کی بے کسی

مصر کے جنگل میں سر راہ ایک جھونپڑی پڑی ہے جو نہایت بوسیدہ اور ٹوٹی ہوئی ہے۔ جس کے چاروں طرف سنسان میدان یا ہُو کا مکان ہے جہاں آدمی ہے نہ آدم زاد۔ وہاں زلیخا عزیزِ مصر کی بیگم رہتی ہے جس کی حالت یہ ہے کہ آنکھوں سے اندھی، کمر سے دوہری، نہایت بُرے احوال اسلئے وہاں پڑی ہے کہ جب کبھی سیر و شکار کیلئے شاہِ مصر یعنی حضرت یوسفؑ کی سواری اس جانب سے گذرے گی، تو یہ اس کے ماہی مراتب اور اس کے گھوڑے کے سموں کی آواز سے اپنے دل کو تسلی دے گی۔

حضرات! آپ جانتے ہیں کہ یہ ضعیفہ کون ہے؟ یہ وہ ہے جس نے حضرت یوسفؑ کو جواہرات میں تولا تھا اور مصر میں ان کا خیر مقدم یا ان کے استقبال کیلئے ان کی راہ میں صرف زر و جواہر نہیں بلکہ اپنی پلکیں تک بچھا دیں اور تمام مصر کو دلہن بنا کر اس کے سامنے اپنی آرزو پیش کی تھی لکھا ہے کہ جب زلیخا نے حضرت یوسفؑ سے اپنی تمنا پوری کرنے کا ارادہ کیا تو سات نراہ نشینی

عالی شان تعمیر کرائیں جن کی دیواریں سونے چاندی اور عقیق و زمرد و الماس اور یاقوت سُرخ سے جگمگ جگمگ کر رہی تھیں اور ان شہ نشینوں میں نہایت خوشنما پرند، جانوروں کی تصویریں اور گل اور بوٹے زر و جواہر کے تراشے ہوئے جگہ جگہ استادہ کئے تھے نیز جا بجا اپنی اور حضرت یوسفؑ کی تصویریں سونے سے اُبھرے ہوئے نقوش میں ان کی دیواروں پر آویزاں کی تھیں جو نقاش سے اس طور پہ بنوائی گئیں تھیں کہ یہ دونوں کے دونوں نہایت الفت اور محبت سے گلے میں باہیں ڈال کر کھڑے ہیں یا بیٹھے ہیں۔ غرضیکہ اس عالیشان محل سرائے میں ایسی پُر تکلف تیاریاں کیں جو بلا شبہ جنت کا نمونہ بن رہی تھیں یہ قصہ اپنی جگہ ہے کہ پھر وہاں کیا ہوا اور پیارے حضرت یوسفؑ کو خدائے تعالیٰ نے کیسا بال بال بچایا جو اس سے پہلے گزر چکا ہے اور آپ نے ملاحظہ کیا ہوگا۔

خلاصہ یہ کہ یہ وہی جو آج کل بُرے حالوں خراب خستہ پڑی ہوئی یوسفؑ یوسفؑ کہہ کر ٹھنڈی سانس بھرتی ہے اور کوئی اس کا پرسانِ حال نہیں۔ عاجزہ نابینا، ٹوٹی ہوئی جھونپڑی میں رہتی ہے لیکن کان اس کے ہر وقت حضرت یوسفؑ کے جلوس کی آواز پر لگے ہوئے ہیں اور بالکل دیوانوں کی طرح حالت ہے۔ اوّل اوّل اسکی حالت یہ تھی کہ جب کوئی اس کے پاس آکر حضرت یوسفؑ کا ذکر کرتا تو یہ اس کا منہ اشرفیوں سے بھرتی تھی جس سے تھوڑے ہی دنوں میں مفلس و محتاج ہوگئی۔ اور ایک پیسہ تک اسکے پاس باقی نہ رہا اور اب کیفیت یہ ہے کہ جو کوئی راہ چلتا مسافر ادھر سے گزرتا ہے تو وہ زلیخا کی یہ حالت دیکھ کر روتا ہے اور اس پر ترس کھا کر کہتا ہے کہ آہ! یہ وہی زلیخا ہے جس نے کروڑہا روپے خرچ کر کے تمام مصر کو حضرت یوسفؑ کیلئے دلہن بنایا تھا۔ افسوس! آج اس کی یہ حالت ہے۔

نیز زلیخا واجب الرحم، مردہ صورت کے پاس پیتل کا ایک بُت ہے جسے کبھی کبھی جھولی میں سے نکال کر وہ اپنے آگے رکھتی ہے اور اسے سجدہ کرتی ہے۔

ایک روز خود بخود اس کے دل میں خیال آیا کہ میں جس بُت کو اپنا خدا سمجھتی ہوں افسوس آج تک اس نے میرا کوئی کام نہیں کیا اور خاص کر جب حضرت یوسفؑ کو ہی اسنے نہیں ملایا تو بیشک یہ اس قابل ہے کہ اس کی پوجا چھوڑ دی جائے اور اسے توڑ کر پھینک دیا جائے۔ چنانچہ اس نے ایسا ہی کیا۔ اور بعد میں سوچنے بیٹھ گئی کہ اس سے حضرت یوسفؑ کو کبھی کبھی مانگا کرتی تھی اب کس سے مانگا کروں گی۔

پھر اسی وقت خیال آیا کہ دیوانی اب حضرت یعقوبؑ کے خدا سے حضرت یوسفؑ کو مانگ اور دیکھ کہ اس میں بھی حضرت یوسفؑ کو ملانے کی قدرت ہے یا نہیں؟ یہ کہہ کر خدا کی جناب میں سجدہ

پا او۔ اس سجدہ میں اس نے وہی حضرت یوسفؑ کا سوال پیش کیا۔ **نظم**

تجھ کو کچھ مشکل نہیں اے ذوالجلال — اک نظر دکھلائے یوسفؑ کا جمال!
ربِ یوسف! تجھ کو سب آسان ہے — عاجزہ جس کے لیے حیران ہے!
جس پہ قرباں کر دیا سب عزّ وجاہ — اس نے مڑ کر بھی نہ دیکھا اے الٰہ
تھا بتوں کے بس میں کب وہ نازنین — تیرے قبضہ میں تو ہو گا بالیقین
تجھ میں قدرت ہے ملانے کی اگر — دے مجھے مطلوب میرا جلد تر
جب بنتی کرکے زلیخا یہ دعا — آئی کانوں میں وہیں پیاری صدا
اے زلیخا مدعا کیا ہے بتا — میں کھڑا ہوں سامنے یوسف ترا
اے زلیخا آج کس سے کی دعا — اتنی جلدی مدعا حاصل ہوا
سر نہیں سجدے سے اٹھا تھا ابھی — مدتوں کی آرزو پوری ہوئی
اے زلیخا! بیچ میں ڈالا کسے! — ہو گیا مقصود جو حاصل تجھے
کس سے کی فریاد اے اندوہگیں — کس نے دی امداد اے اندوہگیں

وصالِ یوسفؑ

خلاصہ یہ ہے کہ زلیخا کی دعا ختم نہیں ہوئی تھی کہ عرشِ معلیٰ سے حضرت یوسفؑ کے نام حکم آیا۔ چنانچہ اسی وقت حضرت یوسفؑ کا جلوس نہایت کرّوفر اور بڑی شان وشوکت کے ساتھ زلیخا سے بہت دُور ایک سڑک پر سے گزر رہا تھا۔

حضرت یوسفؑ کے کانوں میں یہ آواز آئی کہ حضرت یوسفؑ! ایک عاجزہ بندی کی دُعا سے دریائے رحمت جوش میں آیا اور ہم نے اس کی فریاد سنی۔ جاؤ اور ابھی جاؤ اور ہماری نیک بندی کا مزاج دریافت کرو۔ چنانچہ یہ ارشادِ خداوندی سنتے ہی حضرت یوسفؑ زلیخا کے پاس پہنچے۔ حضرت یوسفؑ زلیخا کی خدمت میں کیوں نہ حاضر ہوتے۔ جھونپڑی کے پاس آئے اور فرمایا۔ اے زلیخا میں تیرا مطلوب یوسف حاضر ہوں۔ زلیخا کے کانوں میں یکایک آواز آئی جس کے فراق میں وہ زندہ درگور اور اس حالت میں پہنچ چکی تھی۔ فوراً اس کشتۂ محبت نے اپنا ہاتھ بڑھایا اور حضرت یوسفؑ کے کوڑے کا پھندنا اس کے ہاتھ میں آگیا جس کو اس نابینا زلیخا نے جلدی سے پکڑ کر چھوڑ دیا۔ حضرت یوسفؑ ملاحظہ فرماتے ہیں کہ اس پھندنے میں سے دھوا

اٹھنا شروع ہوا اور ساتھ ہی اس کے تمام کوڑے میں آگ لگ گئی جسے بعجلت پیارے حضرت یوسف نے اپنے ہاتھ سے پھینکا اور زلیخا کی آتش محبت سے آپ بیحد متاثر ہوئے اور نہایت افسوس کر کے آپ نے فرمایا اے زلیخا! کاش تو یہ عشق و محبت کی آگ خدا کی طرف مائل کرتی تو آج تیرا جواب کاہے کو ہوتا۔ افسوس تو نے ایک فانی حضرت یوسف کے لئے اپنے آپ کو فنا کر دیا۔

یہ کہہ کر آپ وہاں سے چلنے لگے۔ ایک قدم وہاں سے اٹھایا تھا کہ دوسرے قدم پر حضرت جبرائیل علیہ السلام نے حضرت یوسف کو روکا اور کہا اللہ تعالیٰ تمہیں سلام فرماتا ہے اور یہ ارشاد کرتا ہے کہ یوسف! ہماری بندی کے پاس سے اب کہاں جاتے ہو۔ کیا تمہیں معلوم نہیں کہ وہ ہماری بندی بن گئی ہے اور ہم اسکے معبود، اس کے پالنہار ہو گئے ہیں۔ جو اس کی تمنا ہوگی وہ ہم پوری کریں گے اور وہ جو کچھ مانگے گی ہم اسے دیں گے۔ اس وقت چونکہ اس نے ہم سے تم کو مانگا ہے لہذا اے یوسف! ہم نے تمہیں زلیخا کو دے دیا۔ زلیخا دنیا جہان کی دولت قدم پر اتار چکی ہے مگر تم اس کے ہاتھ نہ آئے۔ اسلئے کہ وہ ہم سے پھری ہوئی تھی۔ آج اس نے ہم سے ملاپ کر لیا تو ہم نے اس کی ایک کوڑی بھی خرچ نہیں کرائی اور مفت میں تمہیں اس کا غلام بنایا۔ پس تم اب بلا اجازت اپنی مخدومہ اور محسنہ کے ایک قدم آگے نہیں بڑھا سکتے۔ یہیں ٹھہرے رہو۔ زلیخا سے دریافت کرو کہ وہ کیا چاہتی ہے۔

چنانچہ آپ نے زلیخا سے پوچھا اے میری محسنہ! کیا چاہتی ہو؟ وہ بولی ؎

میری صورت سوال ہے یوسف
دیکھ جو میرا حال ہے یوسف

حضرت یوسف! میں وہ ہوں جس نے تم پر کروڑہا روپیہ، جواہرات اور سونا قربان کر دیا اور تمہیں ایک سالارِ قافلہ سے خریدا اور جس دن سے تمہیں دیکھا پیٹ بھر کر کھانا اور نیند بھر کر سونا اپنے اوپر حرام کر دیا مگر تم ایسے بے وفا نکلے کہ تم نے ہماری طرف مڑ کر بھی نہ دیکھا۔

حضرت یوسف! تم ہماری طرف نہ تو کبھی خود آئے اور نہ بلانے سے آنے کی توفیق ہوئی سچ بتاؤ یہ آج تم خود بخود کیسے آ گئے۔

حضرت یوسف نے فرمایا اے زلیخا! اس سے پہلے تم مجھے زر و جواہر سے لینا چاہتی تھی آج تم نے خدا سے لینا چاہا پس اس قدرت والے نے حکماً مجھے یہاں بھیجا اور یہ فرمایا کہ حضرت یوسف آج سے تم زلیخا کے ہو گئے! اس کا کہا مانو اور اس کی تابعداری کرو۔ لہذا آج سے میں

آپ ... کے کہنے میں ہوں اور آپ کا فرمانبردار ہوں۔ یہ سن کر زلیخا کے دل میں ایک دھوتی رم گئی اور کہا کہ بڑی بڑی تعریف کے قابل وہ ذات ہے جس نے کچھ بھی نہ لیا اور سب کچھ دے دیا۔

لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ ؕ

پڑھ کر مشرف بہ اسلام ہوگئی اور کہا کہ اے خداوندا! یہ وہی حضرت یوسفؑ ہے جو چاندی اور جواہر نگار محلوں میں نہ آیا۔ ایک روز دھوکے سے میں لیگئی تو پیچھا چھڑا کر بھاگا۔ اس سنسان جنگل اور ٹوٹی پھوٹی جھونپڑی میں یہ دست بستہ میرے سامنے کھڑا ہے۔

اللہ، اللہ! وہ فراق بت پرستی کی نحوست تھی یہ وصال خدا پرستی کی برکت نہیں تو اور کیا ہے ؎

ہمارے گھر میں وہ آئیں خدا کی قدرت ہے
کبھی ہم اُن کو کبھی اپنے گھر کو دیکھتے ہیں

پھر حضرت یوسفؑ نے دریافت کیا کہ اے زلیخا یہ بتاؤ کہ اب تمہاری کیا تمنا ہے اور تم کیا چاہتی ہو۔ زلیخا جواب میں کہتی ہے کہ حضرت یوسفؑ! پہلے تم یہ بتاؤ کہ وہ کونسی طاقت ہے جس نے تمہیں ایک پلک جھپکنے میں میری طرف اتنا جھکایا۔

حضرت یوسفؑ نے فرمایا۔ وہ اللہ رب العالمین ہے جس کے جواب میں زلیخا نے کہا کہ حضرت یوسفؑ! میری تمنا وہی ہے جو پہلے تھی۔

حضرت یوسفؑ نے پیٹھ پھیر کر اپنے خدام کی طرف دیکھا اور فرمایا کہ انہیں بڑی عزت کے ساتھ ہماری محل سرائے میں پہنچاؤ۔ چنانچہ زلیخا اسی وقت محل سرائے سلطانی میں داخل ہوئیں، پیچھے پیچھے حضرت یوسف علیہ السلام بھی کسی کے مجبور کئے ہوئے۔ اور زلیخا کو اپنے پاس بلایا اور حسب ذیل سوال و جواب شروع ہوئے جو عبرت سے خالی نہیں۔

پیارے سوال و جواب!!

یوسفؑ۔ اے زلیخا مدعا کیا ہے بتا ۔۔۔ پوچھتا ہوں تجھ سے میں بہر خدا
زلیخا۔ یوسفا کب تک رہیگا یہ سوال ۔۔۔ کیا نہیں تو جانتا ہے میرا حال
یوسفؑ۔ اے زلیخا کچھ تو یوسف کو بتا ۔۔۔ آرزو کیا ہے وہ تیرا مدعا
زلیخا۔ یوسفا قربان تیرے یوسفا ۔۔۔ پوچھے ہی جائے گا مجھ سے مدعا

یوسفؑ - اے زلیخا حُسن تیرا کیا ہُوا | کیوں ترا چہرہ ہے کمہلایا ہُوا
زلیخا - یوسفا تیری جدائی کا قلق | حُسن کیسا یوسفا سینہ ہے شق
یوسفؑ - اے زلیخا وہ جوانی کیا ہوئی | دھوم تھی عالم میں تیرے حُسن کی
زلیخا - یوسفا حسن و جوانی سب مری | تیرے صدقے خاک میں سب مل گئی
یوسفؑ - اے زلیخا وہ قدِ رعنا تیرا | سرو کو شرما رہا تھا کیا ہُوا!
زلیخا - یوسفا فرقت میں تیری جھک گیا | مرا قد ہی کیا مرا دم تک گیا
یوسفؑ - اے زلیخا آنکھیں تیری کیا ہوئیں | حیف کب اور کیونکر یہ جاتی رہیں
زلیخا - یوسفا! تجھ کو جو پھر دیکھا نہیں | روتے روتے بس مری آنکھیں گئیں

القصہ حضرت یوسفؑ نے پھر فرمایا کہ اے زلیخا اپنی تمنا اور آرزو معمّے میں نہیں بلکہ لفظوں میں بیان کرو کہ کیا چاہتی ہو۔

زلیخا نے کہا کہ حضرت یوسفؑ تمنائیں تو میرے دل میں ہزارہا جوش مار رہی ہیں۔ لیکن اس وقت صرف تین باتیں اور تمنائیں پیش کرتی ہوں۔

پہلی تمنا یہ ہے کہ تم اپنے پروردگار کی جناب میں دُعا کرو کہ وہ میری آنکھیں روشن فرمائے اور مجھے دوبارہ بینائی بخشے جس سے میں تمہاری صورت کو دیکھ کر اپنے جلے ہوئے دل کو ٹھنڈا کروں اور اپنی بینائی کو وہ چیز دکھاؤں جس کے فراق میں وہ اندھی ہو گئی تھی۔

حضرت یوسفؑ نے اسی وقت دُعا کی جس سے زلیخا کی آنکھیں مثل تارے کے روشن ہو گئیں۔ آنکھیں کھلتے ہی زلیخا نے پہلے شکرِ الٰہی ادا کیا اور پھر حضرت یوسفؑ کے جمال کو دیکھ کر اپنے دل کو تسکین دی۔

اس کے بعد زلیخا نے کہا کہ اے یوسفؑ میری دوسری تمنا یہ ہے کہ تم حضورِ خداوندی میں دُعا کرو کہ میرا حسن و جمال جیسا پہلے تھا اس سے بھی زیادہ مجھے عطا فرما دے۔

آپ نے دُعا کی چنانچہ وہ بھی قبول ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے ویسا ہی حُسن و خوبصورتی نہیں بلکہ اس سے بھی دس حصے زیادہ حسن و جمال عطا فرما دیا جسے دیکھ کر حضرت یوسفؑ نے اپنی نگاہ زلیخا کی طرف سے پھیر لی اور فرمایا کہ تیسری تمنا کیا ہے۔

زلیخا نے کہا کہ میری تمنا یہ ہے کہ تم مجھے اپنے نکاح میں لاؤ تاکہ میں دونوں جہان کی عزت حاصل کروں۔

یہ سُن کر حضرت یوسفؑ دم بخود رہ گئے اور نہایت متفکر ہو کر اپنا سر جھکا لیا اور چپ چاپ ہو بیٹھے۔ اِدھر حضرت یوسفؑ نے سکوت اختیار کیا اُدھر سدرۃ المنتہیٰ سے حضرت جبرائیلؑ آموجود ہوئے اور کہا کہ اللہ تعالیٰ آپ کو سلام فرماتا ہے اور یہ ارشاد کرتا ہے کہ حضرت یوسفؑ فکر نہ کرو بلکہ ہماری بندی کی کیسی کیسی تمنائیں اور آرزوئیں پوری کر رہے ہیں۔ کیا تم اس کی ایک تمنا بھی پوری نہ کرو گے؟

یہ ارشادِ خداوندی سُن کر حضرت یوسفؑ آبدیدہ ہو گئے اور حضورِ خداوندی میں عرض کیا حضور میں اس کی تیسری تمنا پوری کرنے میں اسلئے متفکر ہوں کہ یہ چونکہ میری محسنہ ہے اور میری مخدومہ ہے اور اس نے مجھ پر بڑے بڑے احسان کئے ہیں اس لئے میں اس سے نکاح کہتے ہوئے شرماتا ہوں۔

حکم ہوا کہ اے حضرت یوسفؑ! یہ زلیخا اب وہ زلیخا نہیں ہے بلکہ یہ جو کچھ اسے اب ملا ہے اور ہم نے اسے دیا ہے یہ تمہارے لئے دیا ہے پس ہمارا حکم ہے کہ تم اس سے نکاح کرو۔ چنانچہ حضرت یوسفؑ نے منظور کر لیا اور اسی وقت نکاح ہو گیا۔

جب زلیخا کی یہ تمنا بھی پوری ہو گئی اور اب اس کا خیال ادھر جا لگا جو پس پردہ اس کی ساری تمنائیں پوری کر رہا ہے۔ زلیخا کا دل خدا کی طرف گیا حضرت یوسفؑ کا دل زلیخا کی طرف آیا ؎

یاں عشقِ مجازی سے ہوا عشقِ حقیقی
واں عشقِ حقیقی سے ہوا عشقِ مجازی

زلیخا اور خدا کا عشق

زلیخا کا حُسن و جمال دیکھ کر حضرت یوسفؑ کا دل اس پر آگیا۔ ایک دن میں ساری مرادیں پوری ہوتے دیکھ کر زلیخا کا دل خدا پر آگیا۔ حضرت یوسف چاہتے ہیں کہ زلیخا میرے پاس بیٹھے زلیخا چاہتی ہے کہ میں اپنی ساری مرادیں پوری کرنے والے خدا کے سامنے جانماز پر بیٹھوں بلکہ ہر وقت اس کی جناب میں سجدے ہی کرتی رہوں۔

حضرت یوسفؑ نے زلیخا کے لئے ایک محل سرائے کو نہایت درجہ آراستہ و پیراستہ کیا۔ جیسا کہ کبھی زلیخا نے ان کیلئے محلسرائیں آراستہ کی تھیں اور حضرت یوسفؑ اپنی محبوبہ کے انتظار میں وہاں بیٹھے ہیں جب رات ہوتی تو زلیخا وہاں لائی گئی جہاں پہنچکر زلیخا نے اس خلوتخانہ کو آنکھ اٹھا کر نہیں دیکھا۔ غرضیکہ اس خلوت خانہ میں پہنچتے ہی زلیخا نماز کی نیت باندھ کر کھڑی ہو گئیں جب

یوسفؑ انتظار میں بیٹھے ہیں زلیخا اپنے حقیقی خداوند کے جمال کمال میں محو و مستغرق ہو رہی ہیں۔

آگیا دل ربِ یوسفؑ پر وہاں ! بس گیا دل میں مکینِ لامکاں !
رُک گیا یہ کہہ مصلّے آ گئے اب کہاں تصویرِ یوسفؑ کا پتا
اے زلیخا اب ہوئی کچھ چیز تو اب ملی بس دو جہاں کی آرزو
اے زلیخا ! سامنے پروردگار اور پیچھے ہے کہ یوسفؑ بے قرار
اب نہ ہٹیو سامنے والے سے تُو ٹوٹ جائے گی نماز اے باوضو
مڑ کے دیکھے گی تو پچھتائے گی تو کچھ نہیں محراب میں پائے گی تو
اور آگے بڑھ کے پلّا تھام لے ہاتھ آئے گا نہ یہ موقع تجھے !
جس نے یوسفؑ کو بنایا ہے یہی جس نے سب کچھ کر دکھایا ہے یہی
یہ ہے وہی جس نے تجھے زندہ کیا چھوڑیو اس کو نہ تو اے باحیا !
کیسا یوسفؑ اور کیا حسن و جمال مل گیا تجھ کو خدائے ذوالجلال

خدا کی پیاری بندی زلیخا خدا کے سامنے سجدے میں پڑی ہے اور حضرت یوسفؑ اس کے سامنے بحالتِ انتظار کھڑے ہیں کہ کب یہ مبارک خاتون نماز سے فارغ ہوں اور کب راحت و آرام فرمائیں۔ مگر حضرت یوسفؑ کو یہ خبر نہیں کہ پیاری زلیخا کو نماز اور سجدے میں دارین کی راحت اور دو جہاں کا آرام پیدا کرنے والا مل گیا جس کو اب نہیں راحت اور نہیں آرام ہے۔ نہ حضرت یوسفؑ سے غرض نہ حضرت یوسفؑ کے خلوت خانہ سے کچھ کام اور نہ دنیا کی زینت سے کوئی دلچسپی ہے۔

اب تو حسن کچھ اور ہی دل میں لگی کیسے یوسف اور کیا ان کی خوشی

آخر کار حضرت یوسفؑ انہیں وہاں سے اُٹھا کر خواب گاہ میں لے گئے۔ جہاں سے زلیخا اُلٹے پیروں بھاگیں جن کے پیچھے حضرت یوسفؑ دوڑے۔ آگے زلیخا ہیں پیچھے حضرت یوسفؑ ان کے پکڑنے کیلئے چلے آتے ہیں۔ آخر کار حضرت یوسفؑ نے زلیخا کا کرتہ پکڑ لیا۔ پھر بھی نہیں رکیں یہاں تک کہ زلیخا کا کرتہ پھٹ گیا۔

حضرات ! یہ وہی جگہ ہے جہاں ایک مرتبہ آگے حضرت یوسفؑ اور پیچھے زلیخا بھاگ رہی تھیں یہ وہی جگہ ہے جہاں مجبور ہو کر زلیخا نے حضرت یوسفؑ کا کرتہ پکڑا تھا اور بھاگنے میں وہ پھٹ گیا۔ خدا کی قدرت دیکھئے آج وہی زلیخا ہیں جن کے پیچھے حضرت یوسفؑ بھاگ رہے ہیں اور زلیخا حضرت یوسفؑ سے پیچھا چھڑانا چاہتی ہیں۔ جب حضرت یوسفؑ کے ہاتھ میں زلیخا

کا کرتہ پھٹ گیا تو اسی وقت اور اسی خلوت خانہ میں حضرت جبرائیل نمودار ہو گئے اور فرمایا،

يَا يُوسُفُ قَمِيصٌ بِقَمِيصٍ

یعنی اے حضرت یوسفؑ! لو یہ کرتہ کا بدلہ کرتہ ہو گیا۔ زلیخا نے تمہارا کرتہ پھاڑا تم نے زلیخا کا کرتہ پھاڑ دیا تو اب برابر ہو گئے۔ پھر حضرت یوسفؑ نے زلیخا سے نہایت لجاجت سے کہا۔

یوسفؑ :- اے زلیخا وہ محبت کیا ہوئی — کیا میں وہ یوسف نہیں کہہ تو سہی

زلیخا :- بے شک و لاریب یوسفؑ ہے تو — مدتوں کی میں نے جس کی جستجو

یوسفؑ :- اے زلیخا کچھ تو پھر دل کی کہو — اس قدر کیوں مجھ سے تم بیزار ہو

زلیخا :- یوسفا! کیا تجھ سے میں دل کی کہوں — آگیا ہے دل میں اک تجھ سے فزوں

یوسفؑ :- اے الٰہ العالمین یہ کیا ہوا — قلب ماہیت یہ کیسا ہو گیا

رَبُّ الْعِزَّتْ

یوسفا! کیا کی زلیخا نے خطا — اس کا دل تھا جس کو چاہا دیدیا

ہو گئی بندی ہماری ہو گئی — ہو گئی پیاری ہماری ہو گئی

مصر کا اب حال سنئے ناظرین — کس بلا کی خشک ہوتی ہے زمین

قحط سالی اس قدر ہو گی وہاں — ملک بھر میں ہو گی فریاد و فغاں

آئے گی فاقے میں نوبت اسقدر — چھائے گی لوگوں میں ذلت اسقدر

سب کے سب بک جائینگے یوسف کے ہاتھ — یہ دکھانی ہے خدا کو ایک بات

مصر کی قحط سالی

اب صورت حال یہ ہے کہ حضرت زلیخا آپ کے نکاح میں آچکی ہیں اور سلسلۂ اولاد بھی شروع ہونے والا ہے اور لسنے میں اندرونِ ملک مصر خوشحالی اور فراخ دستی کے سات سال ختم ہو کر قحط سالی و تنگدستی کے ہیبت ناک سال شروع ہو گئے جس کی پہلی علامت یہ ہوئی کہ آسمان سے مینہ برسنا موقوف ہوا اور لوگوں میں پریشانی پیدا ہونے لگی جس کی نسبت تفسیر معالم و مدارک میں لکھا ہے کہ جب ملک مصر میں گرانی و خشک سالی کا پہلا سال شروع ہوا تو مخلوق نے اپنی نقدی یا اپنا روپیہ پیسہ لا کر حضرت یوسفؑ کی طرف رجوع کیا اور اناج کے شاہی خیر لن میں سے غلہ خریدا اور وہ سال جوں توں کر کے بدقت تمام پورا کیا۔

پھر جب دوسرا سال شروع ہوا تو لوگ اپنا زر و جواہر گہنا پاتا لیکر آئے اور شاہی ذخیروں میں سے سال تمام کا غلہ خرید ا اور نہایت حتّٰی کفا کر کے وہ سال بھی پورا کیا۔

جب تیسرا سال شروع ہوا تو مصر کے لوگ اپنے اپنے لونڈی غلام دربارِ شاہی میں فروخت کرنے کے لیئے لائے اور انکے بدلے شاہی ذخیروں میں سے غلہ حاصل کیا اور بمشکل تمام وہ سال پورا کیا۔

اور پھر جب چوتھا سال شروع ہوا تو لوگ اپنے اپنے چوپائے یعنی ہاتھی، اونٹ، گھوڑے، ٹٹو، گدھے، بیل، بھیڑ، بکریاں لیکر آئے اور ان کے معاوضہ میں غلہ خرید ا اور بمشکل وہ سال پورا کیا۔

اور جب پانچواں سال شروع ہوا تو مصر کے لوگ سخت حیران و پریشان ہوئے اور پھر انہیں یہ تدبیر بن آئی کہ اپنی حویلیاں، جائیداد اور باغات کے کاغذات دربارِ شاہی میں لائے اور ساری املاک حضرت یوسفؑ کے ہاتھ فروخت کر دی اور غلہ حاصل کیا اور نہایت دشواری سے وہ سال اختتام کو پہنچا۔

اور جب چھٹا سال شروع ہوا تو غلہ فراہم کرنے کے لیئے ان کے پاس کوئی شے باقی نہیں رہی آخر مجبوری و لاچاری اولاد یا فرزندوں کو بیچنے پر نوبت آئی اور جملہ رعایا نے حضرت یوسفؑ کے ہاتھ اپنی اولاد فروخت کی اور سال بھر کا غلہ حاصل کیا اور مر پٹ کر وہ سال بھی گزرا۔

جب ساتواں سال شروع ہوا تو اب سوائے اپنی جان کے اور کچھ کسی کے پاس نہ تھا سخت حیرانی و پریشانی لاحق ہوئی اور فاقہ کشی کی نوبت یہاں تک پہنچی کہ صدہا لوگ بھوک کے مرتے مرنے لگے۔ آخر کار تنگ آکر تمام مصر کے لوگوں نے اپنا خطِ غلامی لکھا اور سب کے سب آکر حضرت یوسفؑ کے غلام ہو گئے۔ اس وقت حضرت یوسفؑ کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے اور پھر فرمایا:۔

نظم

ایک ہے تو اے عزیز ذو انتقام ۔۔۔ کس قدر لیتا ہے تو بدلے تمام

مصر کے بازار میں یوسفؑ بکا ۔۔۔ تو نے اس کا اس قدر بدلہ لیا

مصر سارا بک رہا ہے میرے ہاتھ ۔۔۔ واہ تیری شان اے عالی صفات

اس غلامی کا لیا یہ انتقام ۔۔۔ مصر کی مخلوق کر دی سب غلام

آپ موتی اور جواہر میں تلے

مصر سارا جو کے دانوں پر بکے

غزل

جسے چاہے سلطاں بنا دے الٰہی ۔۔۔ جسے چاہے در در پھرا دے الٰہی

گدا سے عداوت نہ سلطان سے اُلفت | جسے چاہے جو کچھ بنا دے الٰہی
فلک پر جسے چاہے مولیٰ بٹھا دے | کنویں جس کو چاہے جھنکا دے الٰہی
سزاوار اس کا اگر ہے تو تو ہے ! | جسے چاہے جتنی سزا دے الٰہی
کسی کو زلیخا کا آقا بنا دے | کسی سر پہ آرے چلا دے الٰہی
کسی کو خلیلی کا دے مرتبہ تو | کہیں آگ میں گل کھلا دے الٰہی
بگاڑے بنے کو تو یہ تیری قدرت | تو بگڑے کو چاہے بنا دے الٰہی
بنا دے شہنشاہ عفریت جن کو | سلیمان کو در در پھرا دے الٰہی
تیرے ہاتھ عزت ترے ہاتھ ذلت | نہ دے جس کو تو چاہے پا دے الٰہی
بنی اور بگڑی میں ثابت قدم رکھ | ہمیں ہر روش میں مزا دے الٰہی
مسلمان راضی ہوں تیری رضا پر | انہیں ذائقہ یہ چکھا دے الٰہی
خداوندا اپنی کریمی کا صدقہ | معاصی سے ہم کو بچا دے الٰہی

مقدر پہ اسحاق شاکر اگر ہو
تعجب نہیں جو بنا دے الٰہی

حُسن کی یہ تاثیر

جب ساتواں سال اس قحط سالی کا گزر رہا تھا تو اندرون سال غلے کے ذخیرے ختم ہو گئے اور لوگ الجوع الجوع پکارنے لگے۔ یہاں تک کہ ہلاکت پر نوبت آ گئی۔ یہ حال دیکھ کر جناب حضرت یوسفؑ نے عام طور پر منادی کرائی کہ فلاں وسیع میدان میں ہم اپنا عظیم الشان دربار قائم کریں گے اور لوگوں میں جو عام بھوک کی شکایت ہے اسے رفع کریں گے۔

چنانچہ یہ اعلان سن کر تاریخ مقررہ پر اس میدان میں اس قدر مخلوق آئی کہ جس سے میدان کا میدان لبریز ہو گیا اور بھوکے پیاسے غلامانِ یوسفؑ صبح ہی سے آموجود ہوئے۔ جہاں اونچے مقام پر حضرت یوسفؑ کے لئے ایک منبر بچھایا ہوا ہے اور حضرت یوسفؑ کا انتظار ہو رہا ہے۔

چنانچہ بعد انتظار بسیار چہرہ پر نقاب ڈالے ہوئے حضرت یوسفؑ تشریف لائے اور اپنے منبر پر رونق افروز ہوئے اور سب کو مخاطب کر کے فرمایا

لوگو! میں نے تم سب کو غلامی سے آزاد کیا اور ساتھ اس کے وہ تمام مال و دولت رقم

خریدنے کیلئے شاہی خزانے میں جمع کرایا ہے واپس کرتا ہوں اور تمہاری جائیداد و املاک تمہی کو بخشی۔ اور اے لوگو! یہ جو کچھ بھی ہوا سب قدرت خداوندی کا ایک کرشمہ تھا اور اس میں میرا اور تمہارا سب کا امتحان اسے مقصود تھا کیونکہ اسے اور مجھے تمہاری حشمت و دولت کی کچھ ضرورت نہیں۔ لوگو! وہ اکیلا وحدہٗ لاشریک ہے اور میں اس کا ایلچی یا نبی ہوں پس۔

لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ یُوْسُفُ صِدِّیْقُ اللّٰهِ کہو۔

اور اس خدائے یکتا پر سب کے سب ایمان لے آؤ۔ یہ سن کر ادھر تمام میدان میں کلمۂ توحید کی گونج پیدا ہوئی۔ ادھر جناب حضرت یوسف علیہ السلام نے نقاب اپنے چہرۂ انور سے ہٹا دی۔ اب جو نظر آپ کے چہرۂ پُر انوار پر پڑی ششدر اور حیرت زدہ ہو کر سات رات دن تک وہیں کے وہیں بیٹھ کر رہ گئے اور کسی میں حس و حرکت تک باقی نہ رہی اور اتنے روز تک کسی کو بھوک نہ معلوم ہوئی

حسن کی تاثیر دیکھی اور سنی — بھوک تک انسان کی جاتی رہی
محو حیرت ہو گئے پیر و جوان — بندھ گئیں ہر ایک کی بس ہچکیاں
یہ تو اک بندے کو بخشا ہے کمال — آہ کیا کچھ ہو گا تو اے ذوالجلال
طورِ سینا سے بلا ہے کچھ پتا — ذرہ ذرہ ہو کے جب وہ گر گیا
یا خدا تیری تجلّی ہو نصیب — اور تیرا دیدار ہو ہم سے قریب
یا خدا ایمان دے اسلام دے — کفر سے ہم کو بچا اور شرک سے

حضرت یوسفؑ کا زہد

لکھا ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام قحط سالی کے ایام میں مہینوں اور برسوں بھوکے رہے کبھی پیٹ بھر کر آپ نے کھانا نہیں کھایا۔ یہ حال دیکھ کر ندیم اور مصاحبین کبھی کبھی آپ کی خدمت میں عرض کرتے کہ حضور! تمام ملک مصر اور اس کے خزانے آپ کے قبضہ میں ہیں اور آپ جملہ اشیاء کے مالک ہیں پھر کیا وجہ ہے کہ جناب اکثر فاقہ کشی کیوں فرماتے ہیں اور شکم سیر ہو کر کھانا کیوں نہیں تناول فرماتے۔ جواباً حضرت یوسفؑ ارشاد فرماتے ہیں کہ اے میرے مصاحبین میں ڈرتا ہوں اس امر سے کہ اگر میں شکم سیر ہو کر کھانا کھاؤں گا تو بھوکوں کی قدر نہ کر سکوں گا اور انہیں بھول جاؤں گا اور قحط کے رفع کرنے کی تدابیر بھی مجھ سے نہ ہو سکیں گی۔

صاحب تعشق ذخیرۃ الملوک کے پانچویں باب میں نقل کرتے ہیں کہ حدیث میں آیا ہے۔

جب حضرت یوسفؑ تخت پر بیٹھے تو روز بروز نحیف و ناتواں ہونے لگے۔ لوگ آپ سے اکثر اس کا سبب دریافت کرتے مگر آپ کسی کو کچھ جواب نہ دیتے۔

مدت کے بعد ایک روز جب آپ کے وزیر مشیر نے نہایت اصرار اور بہت زیادہ اصرار سے پوچھا کہ حضور والا لاغر ہوئے چلے جا رہے ہیں۔ حالانکہ مصر کے مالک ہیں۔ نیز یہ کہ جناب کو کوئی اندرونی مرض لاحق ہے تو ارشاد فرمائیں تاکہ حکیم طبیب آپ کے معالجہ میں مصروف ہوں۔

آپ نے فرمایا مرض جو کچھ ہے مجھے معلوم ہے اور علاج اس کا جو کچھ ہے وہ بھی مجھے معلوم ہے۔ لوگوں نے کہا کہ وہ کیا مرض ہے اور اس کا علاج کیا ہے۔ آپ نے فرمایا۔ آج پورے ستر ہ سال سے میرا نفس اس بات کا آرزومند ہے کہ میں اسے پیٹ بھر کر کھانا دوں۔ مگر میں نہیں دیتا اور نہ دوں گا۔ اور یہ مشقت صرف اسلئے میں نے اپنے نفس پر ڈالی ہے کہ بھوکوں اور محتاجوں کی معیت حاصل ہو۔ جو حال بھوکوں مسکینوں کا ہے وہی حال اپنا بھی رہے۔ کیونکہ میں ڈرتا ہوں اور مجھے دہشت معلوم ہوتی ہے۔

کل قیامت میں اگر ہو یہ سوال
پوچھ بیٹھا مجھ سے ربِ ذوالجلال
یوسفا! تو بادشاہِ مصر تھا
پاس کچھ فاقہ زدوں کا بھی کیا
کیا معیت میرے مسکینوں سے کی
یا فقط ہوتی رہی تن پروری
کیا دیا دنیا میں محتاجوں کا ساتھ
یا بڑھاتے ہی رہے بس اپنی بات
کچھ غریبوں سے بھی رکھی دوستی
یا فقط ہوتی رہی تن پروری!
کچھ نہیں بن آئے گا مجھ سے جواب
مجھ سے لے بیٹھا اگر وہ یہ حساب
اس لئے فاقہ سے الفت ہے مجھے
تاکہ بھوکوں سے نہ ہو نفرت مجھے
فاقہ مستوں کا ہے میرے دل میں گھر
ہے فقط فاقہ کشی کا یہ اثر!
اللہ اللہ زہدِ یوسفؑ واہ واہ
چاہیئے ہم بھی چلیں بس ایسی راہ

کنعان میں قحط

جب قحط سالی کا خوفناک اثر کنعان میں پہنچا اور وہاں بھی مخلوق بھوکی اور پیاسی مرنے لگی اور سخت بے چینی پیدا ہوئی اور آلِ یعقوبؑ میں ہلچل پڑ گئی۔ اور قحط سالی کا زیادہ اثر ان کو محسوس ہوا اس وقت تمام فرزندانِ یعقوبؑ جمع ہو کر حضرت یعقوب علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ اے والد بزرگوار ہم نے سنا ہے کہ شہر مصر میں ایک بادشاہ ہے جس کی تمام

اور عدالت کا عالم میں ڈنکا بج رہا ہے اور اس کے لبریز خزانے مخلوق پر مینہ کی طرح برس رہے ہیں اور اس عالمگیر قحط میں اس کی رعایا دونوں وقت خوب سیر ہو کر کھاتی اور پیتی ہے اور کوئی شخص رات کو بھوکا نہیں سوتا۔ جناب حضرت یعقوبؑ نے فرزندوں کی باتیں سنیں اور سن کر ان کی تصدیق فرمائی اور کہا کہ فی الحقیقت شاہ مصر کے اوصاف مَیں بھی ایسے ہی سُن رہا ہوں اور اس کی جود و سخا کا مجھے بھی اچھی طرح سے علم ہو چکا ہے۔

اور یہ علم آپ کو اس طرح ہوا ہے کہ کنعان میں سر راہ آپ کا عبادت خانہ بنا ہوا ہے جہاں آپ ہر وقت عبادت الٰہی میں مشغول رہتے ہیں اور آپ راہ چلتے مسافروں کی زبان سے شاہ مصر کے عجیب و غریب حالات سنتے رہتے ہیں اور بعض مسافروں کو آپ آواز دے کر بلاتے ہیں اور شاہ مصر کے حالات خود سے سنتے رہتے ہیں اور اپنے دل میں تمنا کرتے ہیں کہ کاش مجھ میں چلنے پھرنے کی طاقت ہوتی تو میں اس بادشاہ سے جو پیغمبروں کے اوصاف رکھتا ہے ضرور جا کر ملتا اور ضرور اسکی زیارت کرتا اور اس عادل بادشاہ سے اپنے گمشدہ یوسفؑ کی تلاش بھی کراتا مگر کیا کروں مجبور ہوں۔

غرضیکہ فرزندوں کی آپ نے تصدیق فرمائی اور کہا کہ بیشک بادشاہ مصر ایسا ہی ہے جیسا کہ تم کہتے ہو۔ اچھا پھر تم کیا چاہتے ہو۔

فرزندوں نے کہا کہ ہم آپ سے اس امر کی اجازت چاہتے ہیں کہ ہم سب ملکر شہر مصر کو روانہ ہوں اور ہم بھی اس سخی بادشاہ کی سرکار سے کچھ بھتہ وغیرہ لیکر آئیں تاکہ ہمارے بال بچوں میں بھی خوشحالی نظر آئے۔ گو ہم خطا کار اور گنہگار ہیں مگر ہمارے خاندان کے چھوٹے چھوٹے بچے اور تمام گھرانے کی معصوم اور بے خطا عورتیں جن پر فاقے گزرتے ہیں ہم سے نہیں دیکھے جاتے۔

حضرت یعقوب علیہ السلام اپنے خاندان کی افسوسناک حالت سُن کر سخت مغموم ہوئے یہاں تک کہ جناب کے آنسو نکل آئے اور فرمایا کہ اچھا میں صرف اجازت ہی نہیں دیتا ہوں بلکہ فہمائش کرتا ہوں تم بادشاہ مصر کی خدمت میں جاؤ اور ضرور جاؤ اور کچھ تحائف تحفے بھی اپنے ساتھ لے جاؤ۔

یہ سن کر فرزندان اسرائیل عرض کرنے لگے کہ اے زاہد بزرگوار ہماری حالت نازک ہو گئی ہے اور رات دن ہم فاقہ کشی و تنگ دستی سے اس قابل نہیں رہے کہ بادشاہ کی خدمت میں پیش کرنے کے قابل تحائف لے جا سکیں۔ آپ نے فرمایا:

ہے کریم النفس وہ شاہ زماں ۔۔۔ اور سخی ہے اسقدر وہ بے گماں
ہو رہی ہے رات دن داد و دہش ۔۔۔ مصر گویا بن رہا ہے اک بہشت

مفت دے دیتا ہے وہ دولت عظیم
کچھ نہیں لیتا کسی سے وہ کریم
شاہ ہوکر خادم انساں ہے وہ
قدرداں مخلوقِ یزداں کا ہے وہ
جاؤ تم بھی اس کی خدمت میں ضرور
پاؤ گے بیشک مسرت اور سرور

بھائیوں کی روانگی

جملہ فرزندانِ یعقوبؑ شہر مصر جانے کے لئے تیار ہوتے ہیں اور وہاں سے کامیاب ہوکر آنے کے خواب ابھی سے دیکھنے شروع ہوگئے مگر اپنی موجودہ حالت پر نظر ڈالتے ہیں تو نہایت افلاس و تنگدستی پاتے ہیں۔ اتنا سامان بھی میسر نہیں کہ کچھ بطورِ تحفہ تحائف بادشاہِ مصر کی خدمت میں لیکر پیش کرسکیں۔ ایک دوسرے کو مایوسانہ دیکھتا ہے اور کہتا ہے کہ خالی ہاتھ شاہِ مصر کے دربار میں جاکر کھڑے ہوں۔ آخر حضرت یعقوبؑ نے کچھ بندوبست کیا۔ وہ یہ کہ کچھ تھوڑا سا پنیر تازہ اور کچھ تھوڑا رنگا ہوا اون اور کچھ روغن چلغوزہ وغیرہ غرضیکہ نہایت قلیل اور مختصر تحائف ان کے ساتھ کئے اور ایک ایک اونٹ سواری کے لئے دیا اور اپنے چھوٹے فرزند بنیامین کو اپنے پاس رکھا اور باقی جملہ فرزندوں کو بہت نصیحتیں اور وصیتیں کرکے شہر مصر کی طرف روانہ کردیا۔

اب یہ دس شتر سواروں کا مختصر سا قافلہ منزل بمنزل راستہ طے کرتا ہوا مصر کی جانب چلا جارہا تھا جن کی شکستہ حالی و مسکنت ان کے چہروں سے آشکار ہے جو قحط سالی کے خوفناک حملے سے پسپا اور نہایت واجب الرحم ہوگئے ہیں۔ جن کی شکستہ حالی پر در و دیوار روتے ہیں۔

نظم

سزا اتنقامی کی یہ پا گئے!
بڑی سخت مشکل میں یہ آگئے
عجب ان کی فاقوں سے نوبت ہوئی
تہی شہ زور جن کی جماعت ہوئی
کنوئیں میں جسے مل کے دھکے دئے
چلے لینے کچھ اس کے دربار سے
دیا تھا جسے کل غلامی کا پھل
جسے چند درہم سے بیچا تھا کل
چلے آج اس کی غلامی کو سب
چلے آج اس کی سلامی کو سب

مصر میں پہنچنا

مصر کی سُننے کیا تیاریاں ہیں اور کیا ساز و سامان ہیں۔ یہاں شاہِ مصر حضرت یوسفؑ کی

یہ کیفیت ہے کہ والد ماجد حضرت یعقوبؑ کیلئے بے چین ہیں اور ان کے فراق میں کوئی شئے آپ کو اچھی معلوم نہیں ہوتی۔ ہر وقت انہی کا دھیان ہے اور انہی کا تصور بلکہ وطن مالوف کی طرف یہاں تک دل بے چین ہے کہ شہر کے باہر کنعانی رستہ پر ایک عظیم الشان مکان آراستہ ہے جس میں آنیوالے قافلے رات دن آکر اترتے ہیں اور اپنے آنے کی غرض و غایت بادشاہ کی خدمت میں بذریعہ تحریر پیش کرتے ہیں نیز اس محل عالیشان کے غلام کو یہ حکم ملا ہے کہ جب کوئی نووارد قافلہ مصر میں داخل ہونے کیلئے آئے تو پہلے اسے مہمان ٹھہراؤ اور پھر ان کے یہاں آنے کا مدعا اور جملہ حالات لکھ کر ہمارے سامنے پیش کرو کہ کہاں سے آئے ہیں اور کیا چاہتے ہیں۔

اس سے جناب حضرت یوسفؑ کا اصلی مقصود یہی ہے کہ کنعانی قافلہ آئے اور پیارے باپ کا حال زار کچھ معلوم ہو سکے۔ القصہ سالہا سال گزرے چلے جاتے ہیں مگر نہیں آتا تو کوئی کنعانی قافلہ جس کے انتظار میں اس عظیم محل مسافرین پر لکھوکھا روپیہ صرف ہو رہا ہے۔

آخر کار وہ مبارک دن آیا کہ ایک کنعان کا چلا ہوا قافلہ اس محل مسافرین پر آکر مقیم ہوا خدام مسافرین کیا دیکھتے ہیں کہ دس شتر سوار ہیں جو نہایت وجیہہ صورت اور بزرگ معلوم ہوتے ہیں اور ان کے چہروں پر رعب داب برس رہا ہے اسلئے نہایت تعظیم و تکریم سے ان لوگوں کو خدام نے ٹھہرایا اور اپنے قاعدے کے مطابق ان شتر سواروں سے تمام باتیں دریافت کیں۔ چنانچہ حضرت یوسفؑ کے بھائیوں نے اپنا حسب نسب اور اپنا نام و نشان اور اپنے آنے کی غرض و غایت سب بتائی۔

خدام نے تمام باتیں لکھیں اور پھر ان مسافروں کو بڑی تعظیم و تکریم سے اس محل مسافرین میں ٹھہرایا اور وہ روزنامچہ کاغذ دربار شاہی میں روانہ کیا۔

جناب حضرت یوسفؑ کا معمول تھا کہ آپ روزانہ مسافرین کی فہرست خود ملاحظہ فرمایا کرتے تھے اور اس سے آپ کو صرف کنعانی مسافرین کی تلاش تھی۔ آخر آج شب کے وقت جب روزنامہ پیش ہوا تو اس کی پیشانی پر کنعانی قافلہ لکھا ہوا ہے جسے دیکھتے ہی آپ بے چین ہو گئے اور فوراً کاغذ ہاتھ میں اٹھا لیا مگر اس وقت افراط خوشی میں آپ کا ہاتھ تھر تھر کانپ رہا تھا اور آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے تھے مگر دل تھام کر اس کاغذ کا بغور ملاحظہ فرمانا شروع کیا جن میں سب سے پہلے یہودا اور شمعون کے نام نظر آئے اور پھر سوائے بنیامین کے اور تمام بھائیوں کے نام لکھے دیکھے آخر آپ کو اس خوشی کی سہار نہ ہو سکی۔

بھائیوں کے نام لکھے دیکھ کر ہو گئے بے ہوش یوسفؑ سر بسر

اس قدر دل میں ہوئی پیدا خوشی — ضبط کی طاقت نہ حضرت میں رہی
آج گزرے ہیں جسے تئیس سال — مدتوں میں سامنے آیا وہ حال
دیر میں جب ہوش آیا آپ کو — اور وزیروں نے سنبھالا آپ کو
اور پھر دریافت حضرت سے کیا — خیر ہے ؟ یہ دشمنوں کو کیا ہوا ؟
کون سے ایسے مسافر آ گئے — جن کے ناموں سے ہی بیخود ہو گئے
کیا وطن کا قافلہ ہے یہ کوئی — انتہا کی جس سے دلچسپی ہوئی
بولے حضرت کیا کہوں یہ کون ہیں — واسطے جن کے ہوا بے چین میں
صورتیں ہیں سب یہ میرے باپ کی — یہ میرے بھائی ہیں اور میرے اخی
آہ یہ فاقوں کے مارے آئے ہیں — ملک سب قربان کر دوں اپنا میں
جن کا تھا برسوں سے مجھ کو انتظار — آ گئے صد شکر وہ لیل و نہار
اب خدا چاہے ملے والد سے ہم — اب ہوا اللہ کا فضل و کرم

مصر اب کنعان سے مل جائے گا
مصر کا والی مرادیں پائے گا

دربار میں آنا

حضرت یوسف نے پھر وزیروں اور اس محل کے خادموں کے نام حکم جاری کر دیا کہ وہ نیا قافلہ جو کنعان سے آیا ہے اس کو نہایت آرام و راحت سے ٹھہرایا جائے اور ان کی مہمانداری میں انتہائی کوشش کی جائے اور تمام مصری تکلفات ان کے سامنے پیش کر دیئے جائیں۔

وہاں کیلئے یہ حکم ہے وریہاں یہ کیفیت ہے کہ دربار آراستہ ہونا شروع ہو گیا ہے اور اس قدر آراستہ و پیراستہ ہوا کہ آج تک کبھی دربار یوسفی ایسا نہیں تیار ہوا تھا۔ یہ صورت اور یہ تیاری دربار کا جوش و خروش دیکھ کر سوائے چند وزراء کے تمام عالی موالی اور تمام رعیت دربار کے تعجب میں غلطاں تھی کہ آج ایسے کون لوگ دربار میں آ رہے ہیں جن کیلئے اس قدر تیاریاں ہیں اور انتہا درجہ کے تکلفات کئے جا رہے ہیں ایک دوسرے کو حیرت سے دیکھتا ہے اور شوکت یوسفی سے دم بخود ہے کوئی کسی سے پوچھ نہیں سکتا کہ کون آتا ہے اور دربار میں کیا ہونے والا ہے۔ صرف دربار ہی آراستہ نہیں ہے بلکہ سارا شہر دلہن کی طرح سجایا گیا ہے۔

جب تمام تیاریاں ہوگئیں تو حضرت یوسفؑ نے حکم دیا کہ وہ کنعانی مسافر نہایت اعزاز کے ساتھ ہمارے دربار میں پیش کیے جائیں۔ چنانچہ یہ حکم پاتے ہی ادھر عالی موالی کنعانی مسافروں کو ہمراہ دربار میں لانے کے لیے چلے۔ ادھر خود جناب حضرت یوسفؑ نے وہ لباس فاخرہ جو آجتک نہ پہنا تھا زیب تن فرمایا اور نہایت ہی پرتکلف تخت زریں پہ آکر رونق افروز ہو گئے جس کے دونوں طرف وزارت کی زریں کرسیاں اور ان کے عقب میں تمام غلامان وحسینان مصر زرق برق لباسوں میں پھوٹتی ہوئی شفق کی مانند تہ بہ تہ اس طرح ایستادہ ہوئے جیسے چاند کے گرد ہالہ یا سورج کی کرنیں ہوتی ہیں الغرض بڑے کر وفر واحتشام سے کنعانی مسافروں کا جلوس محلسرائے سے چلا اور خراماں خراماں تمام مصر کی سیر دیکھتا ہوا شاہی دربار تک آ پہنچا جیسے خدائے پاک فرماتا ہے۔

وَجَاءَ إِخْوَةُ يُوسُفَ فَدَخَلُوا عَلَيْهِ فَعَرَفَهُمْ وَهُمْ لَهُ مُنْكِرُونَ ۝

یعنی حضرت یوسفؑ کے بھائی آئے اور حضرت یوسفؑ کے دربار میں داخل ہوئے تو حضرت یوسفؑ نے انہیں پہچان لیا مگر انہوں نے حضرت یوسفؑ کو نہیں پہچانا۔

کس طرح پہچانتے یوسفؑ کو وہ — اور کیونکر جانتے یوسفؑ کو وہ
دس برس کی جان کو رخصت کیا — قافلے کے ایک مالک کو دیا
آج جس کو ہو گئے تینتیس سال — ذہن تک میں بھی نہ تھا جسکا خیال
ان کو یوسفؑ کا تصور بھی نہ تھا — بلکہ تھا مقصود اپنا مدعا
مصر کے دربار میں آئے تھے وہ — اور اپنی ہی غرض لائے تھے وہ
کیسے یوسفؑ اور کہاں کا خیال — بلکہ ہے مقصود اپنا عرض حال
شاہ کو دیکھا کہ ہے وہ باحجاب — اور چہرے پر پڑی ہے اک نقاب

بادشاہ سے ہم کلامی

دربار مصر کی شان و شوکت اور شاہ مصر کا رعب و داب دیکھ کر یہ دس کے دس کنعانی مسافر ششدر ہو گئے۔ اور حیرت زدہ ہیں کیونکہ آج تک انہوں نے کہیں شاہی دربار نہ دیکھا تھا اور نہ کسی بادشاہ سے ہم کلامی ہوئی تھی تاہم انہوں نے اپنے آپ کو سنبھالا اور نیچی نگاہ کر کے نہایت ادب کے ساتھ بادشاہ سلامت کے تخت کی جانب متوجہ ہوئے اور نہایت متانت سے بادشاہ کی خدمت میں سلام عرض کیا۔

بادشاہ مصر نے سلام کا جواب دیا اور نہایت مشفقانہ لہجہ میں ان مسافروں سے بادشاہ نے دریافت کیا۔ آپ کون ہیں؟ اور کہاں سے تشریف لائے ہیں اور یہاں قدم رنجہ فرمانے کا مدعا کیا ہے؟

جب بادشاہ مصر نے باوجود انتہائی جاہ و جلال کے بے حد شفقت اور محبت سے دریافت کیا تو ان کنعانی مسافروں کے دل اور بھی زیادہ بڑھ گئے اور انہیں تمام اپنا حال سقیم اور اپنی تمام کیفیت بیان کر دینے کا حوصلہ پیدا ہو گیا۔ چنانچہ سب سے بڑا بھائی یہودا اور شمعون شاہی تخت کی جانب متوجہ ہوئے اور عرضِ حال شروع کیا۔

کیا کہیں ہم کون ہیں اے ذی پناہ　　عرض کیا اپنا کریں حالِ تباہ
کیا کہیں شاہا کہاں سے آئے ہیں　　آپ سے کیا حال اپنا عرض کریں
کیا کہیں کیا مدعا لاتے ہیں ہم　　کیا کہیں اے صاحبِ جود و کرم
اِک معزز ذات کے دلبند ہیں　　حضرتِ یعقوبؑ کے فرزند ہیں
شہر کنعان سے چلے آتے ہیں ہم　　آہ اپنا آج کھلتا ہے بھرم
حیف یاری دے نہیں سکتی زباں　　حال اپنا کر نہیں سکتے بیاں

اس بھرے دربار میں ہم کیا کہیں
کیا مصیبت کھینچ لائی ہے ہمیں

یہودا اور شمعون یہاں تک پہنچ کر خاموش ہو گئے۔ جناب حضرت یوسفؑ سمجھ گئے کہ یہ آگے بیان کرتے ہوئے مجمع عام میں شرماتے ہیں۔ اور صورتِ حال یہ ہے کہ رومال حضرت یوسفؑ کا آنسوؤں سے تر ہے اور یہودا کے فقرے فقرے پر لڑیاں آنسوؤں کی جاری ہیں۔ تاہم جناب نے ذرا اپنی طبیعت کو روک کر فرمایا اچھا تم لوگ ہمارے تخت کے قریب آجاؤ اور اپنا مفصل حال زار بیان کرو۔ ہمیں تمہارا حالِ زار سننے میں بیحد دلچسپی ہے اور بڑے شوق سے ہم تمہاری داستان سن رہے ہیں۔

چنانچہ دسوں بھائی تختِ شاہی کے پاس آکر کھڑے ہو گئے اور انہوں نے تختِ شاہی کو بوسہ دیکر اپنا عرضِ حال شروع کیا۔

قحط سالی وہ ہوئی اے بادشاہ　　شہر کنعاں ہو گیا جس سے تباہ
آلِ اسرائیل فاقے مرتے ہیں　　آہ وہ الجوع ہر دم کرتے ہیں
بے خطا اور بے زباں بچے تمام　　آہ وہ روتے ہیں بھوکے صبح و شام

کچھ عطا ہو جائے ان کے واسطے ۔۔۔ اے سخی کچھ حکم ہو ان کے لئے
آپ کی دریا دلی مشہور ہے ! ۔۔۔ پرورش بس آپ کو منظور ہے
اور کرتے ہیں سفارش آپ سے ۔۔۔ آئے ہیں یعقوبؑ کے بھیجے ہوئے
مدح خواں ہیں آپ کے وہ بھی کمال ۔۔۔ پوچھتے ہیں ہر کسی سے یاں کا حال
سنتے ہی یوسفؑ کی ہچکی بندھ گئی ۔۔۔ روتے روتے ہو گئی نوبت بری
راز کھل جانے کے ڈر سے پھر جناب ۔۔۔ ظاہرا کرنے لگے ان پر عتاب

عتابِ ظاہری

جناب حضرت یوسفؑ نے دیکھا کہ میرے ضبط نہ کرنے اور رونے سے کہیں یہ لوگ اپنے دل میں شبہ نہ کر بیٹھیں کہ یہ حضرت یوسفؑ ہے فوراً پلٹ گئے اور ذرا غصے نما لہجے میں فرمایا :

اے کنعانی مسافرو! مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تم لوگ جاسوس ہو اور کسی بادشاہ کے بھیجے ہوئے آئے ہو تاکہ میرے ملک کا راز اس سے جا کر بیان کرو۔ سچ بتاؤ کیا بات ہے۔ یہ سب بادشاہ کے عتاب اور غصے سے بیحد خائف ہوئے اور ڈرتے ڈرتے سب نے کہا :

اے بادشاہ! ہم خدا کی پناہ مانگتے ہیں اس سے کہ ہم جاسوس ہوں یا کسی بادشاہ کے بھیجے ہوئے آئے ہوں۔ نعوذ باللہ من ذالک۔ ہمیں ایسی باتوں سے خدا بچائے۔ حاشا وکلا ہم سچ کہتے ہیں تاکہ کچھ کھانے پینے کا سامان اپنے بال بچوں میں لے جائیں۔

پھر آپ نے دریافت کیا کہ اچھا یہ بتاؤ کہ تم اپنے باپ حضرت یعقوب علیہ السلام کے کتنے فرزند ہو؟ عرض کیا کہ حضور! ہمارے والد ماجد کے بارہ فرزند تھے جن میں سے ایک چھوٹے فرزند کو بھیڑیا کھا گیا اور اس سے چھوٹے فرزند بنیامین کو والد کے پاس چھوڑا اور بڑے دس ہم آپ کے پاس موجود ہیں۔

حضرت یوسف علیہ السلام نے دریافت فرمایا کہ کیا تمہارے والد حیات ہیں؟ جواب دیا۔ کہ حضور! ہاں حیات ہیں۔

پھر فرمایا کہ اچھا تم اپنے چھوٹے بھائی بنیامین کو اپنے ساتھ کیوں نہیں لائے۔ برادرانِ یوسفؑ نے عرض کیا کہ حضور! اسے والد ماجد نے نہیں بھیجا کیونکہ انہیں خوف تھا کہ کہیں اُسے بھی بھیڑیا نہ کھا جائے۔ جیسا کہ اس سے پہلے حضرت یوسفؑ کو بھیڑیا کھا گیا ہے۔

حضرت یوسفؑ نے یہ سن کر نقاب کے اندر تبسم فرمایا اور ہنس کر دریافت فرمایا۔ کیوں جی؟

تمہارے ملک کے بھیڑیے ایسے شفیق ہیں کہ پیغمبر زادوں کا گوشت کھا جاتے ہیں۔

یہ سن کر بھائیوں کی پیشانی شرمندگی کے پسینے سے تر ہو گئی۔ معاً آپ نے دوسری باتیں پوچھنی شروع کر دیں کہ کہیں راز افشا نہ ہو جائے۔ پھر ادھر اُدھر کی باتیں کر کے فرمایا:

اے کنعانی مسافرو! تمہارے چھوٹے بھائی حضرت یوسفؑ کو بھیڑیے نے کھایا تو ان کا کرتہ دھجیاں دھجیاں کر گیا یا سالم رہا؟ نہیں حضور! حضرت یوسفؑ کا کرتہ سالم رہا جسے ہم نے اپنے والد ماجد کو جا کر دے دیا۔

حضرت یوسفؑ نے فرمایا کہ یہ عجیب بات ہے کہ بھیڑیے نے حضرت یوسفؑ کو پھاڑا اور یوسف کا کرتہ بالکل صحیح وسالم اس کے بدن سے اُتار کر رکھ دیا اور افسوس کہ اس بھیڑیے نے حضرت یوسفؑ کے کرتے کا لحاظ کیا مگر حضرت یوسفؑ بن حضرت یعقوبؑ بن حضرت ابراہیم خلیل اللہؑ کا ذرا لحاظ نہ کیا۔

اور فرمایا کیوں جی؟ تمہارے چھوٹے بھائی کا نام بنیامین کیوں نہیں ہے؟ برادرانِ یوسفؑ نے عرض کیا کہ اسکی والدہ راحیل اسے دودھ پیتا چھوڑ گئی اور حضرت یعقوبؑ نے دایہ کا دودھ پلا کر پرورش کیا تھا۔

ڈر گئے ہم اے شہ عالی تبار — قید کی سن کر گیا صبر و قرار
آلِ یعقوبیؑ کا لکھا ہو گا یہ — قافلہ حد سے سوا جن کا ہے یہ
ننھے ننھے بے خطا اور بے قصور — روتے روتے ختم ہوں گے وہ ضرور
قید کر دیں گے اگر ہم کو جناب — آلِ اسرائیل بس ہو گی خراب
آپ ہیں گر بادشاہِ بحر و بر — رحم فرمائیں ہمارے باپ پر
جو فراقِ یوسفی میں ہیں مدام — زندگی ہو جاوے گی ان پر حرام
عورتیں معصوم بچے بے گناہ! — گھر کا گھر ہو جائے گا بالکل تباہ
رحم فرمائیں ہمارے حال پر! — جس کی ہے ہم کو ضرورت سر بسر
اتنے گھبرائے کہ بس وہ رو دیئے — شاہ کے بھی جن پہ آنسو گر گئے

کر لیا منظور حضرت نے شتاب
کیونکہ تھا سب ظاہری ان کا عتاب

رخصت کی تیاری

جب ان مسافرین کنعانی کو شاہی حضور میں کئی روز بڑے بڑے تکلفات میں گزر گئے

اب ان کو اپنے اہل و عیال یاد آنے شروع ہوئے اور والد ماجد حضرت یعقوبؑ کا تصور بندھا کہ وہ ہمارے لئے بے حد انتظار کرتے ہوں گے اور نہ معلوم چھوٹے چھوٹے بچوں کی کیا حالت ہو گی اور فاقہ کشی سے دیگر خاندان کی کیا حالت ہو گی۔

چنانچہ کنعانی مسافروں نے یہ خیال کر کے بادشاہ والا جاہ کی جناب میں عرض کی کہ حضور اب ہمیں رخصت عطا فرمائیں۔ کیونکہ ہمارے اہل و عیال اور ہمارے والد بزرگوار ہمارے لئے بے حد ملول ہونگے اور ہماری مفارقت میں نہ معلوم اُن کا کیا حال ہوا ہو گا۔ لہذا آپ ہمیں رخصت عطا فرمائیں۔ چنانچہ ان کنعانی مسافروں کو شاہ مصر نے جواب دیا کہ اچھا ہم تم لوگوں کو جانے کی اجازت دیں گے۔ اور بڑی خوشی سے رخصت کریں گے۔ مگر ہم کو تمہاری نسبت بہت سے شبہات پیدا ہو گئے ہیں۔ جس کے متعلق ہمارے خیال میں یہ نہایت مناسب معلوم ہوتا ہے کہ تم اپنے سوتیلے بھائی بنیامین کو لا کر ہمارے سامنے پیش کرو۔ اور ہم اس سے تمہارے بارے میں دریافت کریں گے کہ آیا تم لوگ کہاں تک سچے ہو؟ پس اگر تم ایسا کرو گے اور اپنے بھائی بنیامین کو یہاں لے آئے تو ہم بے شک تمہیں مالا مال کر دیں گے اور بہت کچھ تمہاری خدمت بجا لائیں گے۔

یہ سن کر کنعانی مسافروں نے وعدہ کیا اور نہایت سچا اقرار کرتے ہوئے کہا کہ ہم اپنی سچائی کے لئے اپنے ساتھ بنیامین کو ضرور ساتھ لائیں گے اور بہت جلد لا کر حاضر دربار کر دیں گے۔ جواب ملا کہ ہمیں کس طرح یقین ہو کہ تم لوگ اپنی صداقت کے لئے اپنے بھائی بنیامین کو ہمارے پاس لا سکو گے۔ پس ہماری رائے میں مناسب یہ معلوم ہوتا ہے کہ ہم تم میں سے ایک شخص کو بطور یرغمال کے اپنے پاس رکھیں اور تو کو رخصت کر دیں۔ کنعانی لوگ خوشی سے تیار ہو گئے۔ اور عرض کیا کہ حضور شوق سے ایک بھائی ہمارا اپنے پاس رکھیں۔ ہم انشاء اللہ بنیامین کو لائیں گے اور بہت جلد لائیں گے۔ اس کے بعد آپس میں ان کا مشورہ ہوا کہ کس کو یہاں چھوڑا جائے اور بادشاہ کے پاس رہنے کے لئے کون تیار ہوتا ہے۔ جس میں قرار پایا کہ قرعہ ڈالا جائے۔ پس قرعہ ڈالا گیا جس میں شمعون کا نام نکلا اور شمعون برضا و رغبت شاہ مصر کی خدمت میں رہنے کے لئے تیار ہو گیا۔

اس کے بعد شاہ مصر نے اپنے خدام کے نام حکم صادر کیا۔ چونکہ ان مہمانوں کو ہم رخصت کرتے ہیں۔ لہذا ان کے لئے عام مہمانوں کے مطابق سامان تیار کیا گیا۔ چنانچہ خدام شاہی نے عام مسافروں کے رخصتانہ کی طرح ان کا رخصتانہ بھی تیار کیا۔ وہ یہ کہ دسوں بھائیوں کے لئے دس اونٹ غلہ اور ان پر سے لاد دیئے اور مہمانوں کو اطلاع کی کہ سامان رخصت تیار ہے۔ چنانچہ دسوں اونٹ غلہ کے

لدے ہوئے دیکھ کر وہ بولے کہ گیارہواں اونٹ جو اپنے بھائی بنیامین کا اپنے ساتھ لائے ہیں کیا اس میں غلہ نہیں بھرا جائے گا اور ہمارا وہ بھائی حضور شاہی انعام سے محروم رکھا جائے گا؟ جن کے جواب میں بادشاہ مصر نے فرمایا جس کو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وَلَمَّا جَهَّزَهُمْ بِجَهَازِهِمْ قَالَ ائْتُونِي بِأَخٍ لَكُمْ مِنْ أَبِيكُمْ أَلَا تَرَوْنَ أَنِّي أُوفِي الْكَيْلَ وَأَنَا خَيْرُ الْمُنْزِلِينَ ۝ فَإِنْ لَمْ تَأْتُونِي بِهِ فَلَا كَيْلَ لَكُمْ عِنْدِي وَلَا تَقْرَبُونِ ۝ قَالُوا سَنُرَاوِدُ عَنْهُ أَبَاهُ وَإِنَّا لَفَاعِلُونَ ۝

یعنی جب ان دسوں بھائیوں کیلئے سامان تیار ہو گیا تو حضرت یوسفؑ نے کہا کہ اپنے سوتیلے بھائی کو میرے پاس لے آؤ گے تو اسے بھی دوں گا کیونکہ تم نے میرے دیکھنے کا دیکھ ہی لیا ہے کہ میں کیسا فراخدل مہماں نواز ہوں۔ اور اے کنعانی مسافرو! اگر تم اس کو میرے پاس نہ لاسکے تو پھر تمہارے دینے کیلئے میرے پاس کچھ نہ ہوگا اور پھر تم میرے ملک میں آنے کا ارادہ نہ کرنا۔ جس کے جواب میں ان لوگوں نے عرض کیا کہ بہت جلد ہم اپنے والد بزرگوار کی خدمت میں پہنچ کر عرض معروض کریں گے اور بنیامین کو یہاں لانا ہمارا سب سے پہلا کام ہوگا۔

جب حضرت یوسف علیہ السلام نے دیکھا کہ یہ سچے دل سے بنیامین کو لانے کا اقرار کرتے ہیں اور نہایت بادثوق وعدہ کر رہے ہیں۔ نہایت متاثر ہوئے اور ان کی حالت پر آپ کو اس وقت بہت کچھ ترس بھی آیا۔ یہاں تک کہ آپ اس وقت آبدیدہ ہو گئے اور خفیہ طور پر خدام کو اشارہ کیا۔

وَقَالَ لِفِتْيَانِهِ اجْعَلُوا بِضَاعَتَهُمْ فِي رِحَالِهِمْ لَعَلَّهُمْ يَعْرِفُونَهَا إِذَا انْقَلَبُوا إِلَى أَهْلِهِمْ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ ۝

یعنی: حضرت یوسفؑ نے اپنے خدام سے کہا کہ یہ تمام ہدیے اور تحفے جو کہ ہمارے لئے کنعان سے یہ لائے ہیں ان کے غلہ میں رکھ دو۔ اور اس طرح رکھو کہ جب یہ غلہ اپنے گھر جا کر کھولیں اس وقت یہ تحائف انہیں واپس ملیں۔ جناب حضرت یوسفؑ کی اس سے غرض یہ تھی کہ

آہ اُن بھوکوں کو کیا تکلیف دوں ۔۔۔ اور تحفے یا عوض کیا اُن سے لوں
ہیں یہ والد کی نشانی اے فتا! ۔۔۔ قافلہ ہے آلِ اسرائیل کا
دُور سے چل کر یہ آئے تھے یہاں ۔۔۔ اور بڑی اُمید لائے تھے یہاں
نیز یہ اُون اور اُن کا یہ پنیر ۔۔۔ کام آئے بس اُنہی کے لئے وزیر
دوسرا اک راز اس میں یہ بھی ہے ۔۔۔ گھر پہنچ کر دیکھیں گے جب مری شے

مجھ کو دینے آئیں گے واپس ضرور — پاس ہوگا ان کو گو ہوں گے یہ دُور
اور دیانت دار ہوں گے یہ اگر — بھائی کو لائیں گے اپنے جلد تر
ڈر نہ ہوتا راز کھُلنے کا اگر — آپ دیتے زر جواہر اس قدر
بس الٹ دیتے خزانے مصر کے — گو وہ ہوں کیسے ہی آخر بھائی تھے
شاق تھی جن کی جدائی شاق تھی — وقت رخصت اور بے چینی بڑھی
قافلہ تیار ہوتا ہے وہاں! — قلب یوسفؑ تلملاتا ہے یہاں
کر رہے ہیں قافلہ رخصت جناب — حیف دل کی ہے مگر حالت خراب

مصر کیسا اور کیا اس کا مزا
قافلے میں دل پڑا ہے آپ کا

یوسفؑ کا شُبہ

حضرت یوسفؑ اپنے کنعانی مسافروں کی روانگی میں مصروف ہیں اور ان کیلئے بظاہر کچھ ایسی زیادہ تیاریاں نہیں کر رہے ہیں۔ صرف ایک ایک اونٹ غلے کا ساتھ کیا ہے مگر وقت روانگی جناب کی طرف سے سرگرمی زیادہ معلوم ہوتی ہے کہ جو بادشاہ ان مسافروں کی مدارت میں اس درجہ حصّہ لے رہا ہے اور ہر وقت انہی کیلئے احکام صادر ہوتے ہیں ضرور یہ کوئی نہ کوئی بات ہے۔ چنانچہ جب قافلہ تیار ہوا اور کنعانی مسافروں کو رخصت کرنے کیلئے خدام و مصاحبین شاہی جمع ہوئے تو کنعانی لوگ دیکھتے ہیں کہ بنفس نفیس خود بادشاہ مصر بھی وہاں ٹہل رہے ہیں اور مہمانوں کا قافلہ تیار کرنے میں سرگرم ہیں۔ جن کے چہرے پر نقاب پڑی ہوئی ہے اور وہ قافلہ کے ادھر ادھر پھر رہے ہیں۔ یہ دیکھ کر کنعانی مسافروں کے دلوں پہ ایک خاص اثر پڑا اور بادشاہ کی اس گہری ہمدردی سے وہ آدھے آدھے ہونے لگے کہ اتنے میں یہودا جو سب سے زیادہ سمجھدار تھا بادشاہ مصر کی طرف سے اس کے دل میں کچھ شبہ پیدا ہوا اور وہ بغور آپ کی چال ڈھال پہ نظر ڈال کر سمجھا۔ نظم

ہو بہو رفتار بھی اس کی سی ہے — اور بس گفتار بھی اس کی سی ہے
کیسی کرتا ہے ہماری خاطریں — کس قدر نوازتا ہے اس لئے ہیں

غور تم نے اب تلک یہ بھی کیا
اس قدر گہری تواضع اور عطا
پوچھتا ہے کس قدر احوال یہ!
کیوں ہے ہمدردی میں اس کا حال گا
کیوں یہ بنیامین کا طالب ہوا
ذکر سے یعقوبؑ کے کیوں زرد یا
میرے دل پر کھنچ رہی ہے اک لکیر
ہو نہ ہو یوسفؑ ہے یہ ماہ منیر

یہودا کے بھائی

اے یہودا عقل کی باتیں کرو
بھائی سمجھے بادشاہِ مصر کو
سلطنت اور بادشاہت مصر کی
آپ کے یوسفؑ کو کیونکر مل گئی!
اور اگر یہ یوسفؑ ہوتا اے اخی
ہم سے ہمدردی نہ کرتا یہ کبھی
بلکہ لیتا ہم سے یہ بدلے ضرور
اور ہوتا ہم سے یہ بے حد نفور
دیکھ کر یہ حال یہ جاہ و جلال
آ نہیں سکتا ہے یوسفؑ کا خیال

بادشاہِ مصر

سن کے یہ کنعانیوں کی گفتگو!
ظاہراً یوسفؑ نے بدلی اپنی خو
سخت غصے ہو کے یہ اُن سے کہا
تم پہ بس الزام ہے جاسوس کا
یا کوئی ضامن یہاں سے اپنا دو
یا بہت جلدی سے لاؤ بھائی کو
تا کہ ہم راضی ہوں تم سے جلد تر
ورنہ تم ہو جاؤ گے زیر و زبر
تم نے کیا سمجھا ہے شاہِ مصر کو
ہوش کی اور عقل کی باتیں کرو

کنعانی لوگ

ڈر گئے وہ شاہ کی تقریر سے
اور گیا وہ شبہ اس تدبیر سے
دست بستہ سب نے حضرت سے کہا
عفو فرمائیں غریبوں کی خطا
واقعی ہم سے ہوا ہے یہ قصور
عقل میں آیا تھا اپنی اک فتور
ہم مسافر بے وطن ہیں بالیقین
کوئی ضامن یاں سے دے سکتے نہیں
بھائی کو حاضر کریں گے جلد تر
آپ سے انعام لیں گے سر بسر

عارضی رخصت

جب حضرت یوسفؑ نے دیکھا کہ ان کے دلوں میں جو حضرت یوسفؑ کا شبہ پیدا ہو گیا

دور ہوگیا اور اب سچے دل سے بہت جلدی واپس آتے اور بنیامین کو لانے کا اقرار کرتے ہیں لہٰذا نہایت خوشی سے انہیں علیحدہ رخصت عطا فرمائی اور انہیں شہر کنعان جانے کی اجازت دی چنانچہ یہ لوگ نو بھائی مصر سے روانہ ہوئے اور اب یہ منزل بہ منزل راستہ طے کر رہے تھے لیکن شاہ مصر کی مدارات اور انتہائی اخلاص سے بیحد خوش ہیں اور بہت کچھ تعریف و توصیف بیان کرتے ہوئے آپس میں کہتے ہیں کہ بادشاہ کی مہربانی اور انتہائی قدردانی سے ہم سخت حیران ہیں کہ ایسا ہمارے ساتھ کیوں کیا جس کے جواب میں کسی بھائی نے کہا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ بادشاہ کے اخلاص جیسے بڑھے ہوئے ہیں جس سے وہ ہر کس و ناکس سے بہت اچھی طرح پیش آتے ہیں اور ہر کسی کی مدارات میں ایسا مصروف ہوتا ہے کہ جیسے کوئی اپنے یگانے کیساتھ سلوک ہوا کرتا ہے۔ کسی نے کہا کہ مجھ کو تو کچھ ایسا معلوم ہوتا ہے کیونکہ جب میں خیال کرتا تھا تو اس کی نقاب میں سے بالکل حضرت یوسفؑ کی آواز آتی تھی اور چال ڈھال تو بالکل حضرت یوسفؑ ہی کی سی تھی۔ جس کے جواب میں کسی نے کہا۔ بالکل بیشک۔ کوئی بولا کہ بھلا حضرت یوسفؑ کو یہ جاہ و جلال کہاں سے میسر آسکتا ہے اور وہ کیونکر بادشاہ مصر ہوسکتا ہے۔ خدا جانے وہ کہاں معدوم ہوا ہوگا۔ اور نہ معلوم وہ زندہ بھی ہوگا یا نہیں کسی نے کہا فی الحقیقت اگر یہ حضرت یوسف ہوتا تو یقیناً زندہ درگور کرتا اور ہمارے ظلموں کے خدا جانے کیسے کیسے بدلے لیتا اور ہمیں ہمارے کرتوتوں کا بُری طرح مزا چکھاتا۔

غرضیکہ یہ باتیں کرتے ہوئے شہر کنعان کی طرف چلے جا رہے تھے وہاں انتظار بسیار کے بعد حضرت یعقوبؑ نے شہر مصر کی جانب اپنا ایک ایلچی روانہ کیا اور اس سے فرمایا کہ دیکھو اور تلاش کرو کہ وہ کہاں گئے مبادا حضرت یوسفؑ کی طرح کہیں وہ بھی بوڑھے باپ کو داغ مفارقت نہ دے جائیں۔ جاؤ۔ اور میرے دسوں فرزندوں کو تلاش کرکے لاؤ۔

آہ اے والد! یہ بیٹوں کا خیال آہ اے یعقوب! یہ الفت کمال
آپ کی حالت پہ کڑھتے ہیں سبھی کیا محبت ہے غضب اولاد کی
کس نے یہ رشتہ بنایا اے نبی! یہ محبت کس نے دی اولاد کی
کسقدر بے چین ہو ان کے لیے وہ جنہوں نے آپ کو صدمے دیے
دل ہوا تھا جن کے ہاتھوں پاش پاش اسقدر ان کی ہوئی تم کو تلاش
ایلچی کنعان سے نکلا ہی تھا مل گیا بس قافلہ آتا ہوا
اور سب داخل ہوئے کنعان میں جان آ گئی اسرائیل کی جان میں

مصر کی سرگزشت

فَلَمَّا رَجَعُوْا اِلٰی اَبِیْهِمْ قَالُوْا یٰاَبَانَا مُنِعَ مِنَّا الْکَیْلُ فَاَرْسِلْ مَعَنَا اَخَانَا نَکْتَلْ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ

یعنی فرزندانِ یعقوبؑ اپنے والد کی خدمت میں پہنچے تو کہا۔ اے والد بزرگوار ہم سے مزید انعام روک لیا گیا ہے پس ہمارے بھائی بنیامین کو ہمارے ساتھ بھیج دیں تاکہ خوب اچھی طرح انعام واکرام حاصل کریں۔ اور ہم اس سفر میں بنیامین کی حفاظت کریں گے۔

حضرت یعقوبؑ نے فرمایا کہ پہلے تم وہاں کی سرگزشت بیان کرو کہ کیا واقعات پیش آئے چنانچہ صاحبزادوں نے مصر کی تمام کیفیت بیان کرنی شروع کی اور کہا کہ بادشاہِ مصر نہایت مدارات سے پیش آیا۔ یہاں تک کہ اس کے اخلاق ہمارے دل پر نقش ہو گئے اور اس نے ہمیں مسخر کر لیا اور ہم اس کے اتنے شکر گزار ہیں کہ بیان نہیں کر سکتے۔ اور اے والد بزرگوار بادشاہِ مصر نے ہمارے سامنے وہ نعمتیں دستر خوان پر چنی ہیں کہ ہم نے کبھی خواب میں بھی ایسی نعمتیں نہیں دیکھی تھیں اور ایسی ایسی خاطر کی ہے کہ ہم سے آپ کے سامنے دہرائی نہیں جا سکتیں۔ اور اے والد بزرگوار باوجود بہت سے احسانات کرنے کے اس نے چلتے میں یہ بھی کہا ہے کہ اگر تم بنیامین کو میرے پاس نہ لاؤ گے تو یہاں تم ہرگز نہ آنا۔ اور میرے ملک میں ہرگز ہرگز قدم نہ رکھنا کیونکہ اپنے بھائی کو یہاں نہ لانے کے صلے میں تم کو ٹھہرنے کیلئے جگہ نہ دوں گا۔ اور نہ کسی نوع کا تم سے سلوک کروں گا۔ اور اسے لیکر آئے تو بہت مالا مال کروں گا۔ یہاں تک کہ تم اور تمہارا خاندان شاد و شاد ہو جائے گا اور سبکے سب مالا مال ہو جاؤ گے۔ (نظم)

سن کے یہ یعقوبؑ کا دل ہل گیا — شبۂ یوسفؑ کا انہیں پیدا ہوا
اور کہا دل میں کہ وہ یوسفؑ نہ ہو — کیوں بلاتا ہے وہ بنیامین کو
شوق ہے کیوں اس سے ملنے کا اسے — کیوں وہ اس کے واسطے بے چین ہے
بھید ہے یہ کچھ نہ کچھ اے کبریا! — ورنہ اس سے اور اس سے واسطہ
مصر کا والی کہاں اور یہ کہاں — اس طلب میں راز ہے کوئی نہاں

اس کے بعد فرزندانِ یعقوبؑ نے آپکے سامنے وہ تمام لدے ہوئے اونٹ پیش کئے اور آپکے سامنے ہی ان پر سے سامان اتارا اور نہایت نفیس غلے کی بوریاں کھولنا شروع کیں جن میں سے نہ صرف تحائف بلکہ وہ پونجی بھی نکل آئی جسے بادشاہِ مصر کی نذر گزارنے کیلئے لے گئے تھے۔ یہ دیکھ کر فرزندانِ یعقوبؑ متعجب ہوئے کسی نے کہا کہ افسوس یہ پونجی خدامِ شاہی کے ہاتھوں سے

ہمارے اسباب میں رکھی گئی کوئی بولا کہ نہیں بلکہ یہ بادشاہ کی بےحد مخلوق پروری کا ثبوت ہے کہ اس نے ہماری پونجی ہم کو دے دی۔ ایک نے کہا کہ نہیں نہیں بلکہ یہ ہماری دیانت داری اور بددیانتی کا امتحان ہے۔ پس ہمارے لئے یہ ضروری امر ہے کہ ہم اس پونجی کو واپس بادشاہ کی خدمت میں لیجا کر پیش کر دیں اور صاف کہہ دیں کہ حضور! یہ بھولے سے یا نامعلوم کس طرح ہمارے سامان میں بندھی ہوئی چلی گئی تھی۔ اگر ایسا نہ کیا جائے گا تو یقیناً ملکِ مصر میں کنعانی لوگ خائن اور چور مشہور ہو جائیں گے۔

پھیر دو پونجی یہ چل کر پھیر دو! — سُرخرو بس مصر میں ہو کر رہو!
اس کو سمجھو تم امانت شاہ کی — ہم پہ بس لازم ہے اس کی واپسی
اور بنیامین کو بھی لے چلو! — اس سے جو وعدہ ہے وہ پورا کرو
دست بستہ یہ کہو یعقوبؑ سے — ساتھ بنیامین کو کر دیجئے!
ورنہ جھوٹے مصر میں ٹھہریں گے ہم — اور سب کھل جائے گا اپنا بھرم

بنیامین کا سوال

اس کے بعد حضرت یعقوبؑ نے دریافت کیا کہ اچھا یہ بتاؤ کہ شمعون کہاں ہے جواب دیا کہ شمعون کو بادشاہ نے اپنے پاس رکھ لیا ہے اس ضمانت میں کہ ہم بنیامین کو اس کے دربار میں حاضر کر سکیں۔ لہٰذا آپ سے التجا کرتے ہیں کہ اب ہمارے بھائی بنیامین کو ہمارے ساتھ کر دیں تاکہ ہم مصر سے شمعون کو اور بنیامین کو لئے مع بہت سے مال و متاع کے کنعان میں آ جائیں۔ اور اپنے تمام خاندان کو مالا مال کر سکیں۔ پوری پوری کامیابی حاصل کر سکیں۔

بنیامین کے سوال پر حضرت یعقوب علیہ السلام نے فرمایا:

قَالَ هَلْ اٰمَنُكُمْ عَلَيْهِ اِلَّا كَمَآ اَمِنْتُكُمْ عَلٰٓى اَخِيْهِ مِنْ قَبْلُ۔

یعنی حضرت یعقوبؑ نے اپنے بیٹوں سے کہا کہ میں کیونکر تمہیں امانتدار سمجھوں۔ حالانکہ اس سے پہلے اس کے بھائی حضرت یوسفؑ کی نسبت بھی تو تمہیں امانتدار سمجھتا تھا۔ یہ سن کر فرزند شرمندہ ہوئے اور دریائے ندامت میں ڈوب گئے اور حضرت یعقوبؑ کو کچھ جواب نہ دے سکے۔ خاموش ہو کر بیٹھ گئے۔ حالانکہ حضرت یعقوبؑ کا ارادہ ایک شبہ رفع کرنے کے لئے بنیامین کو شہر مصر روانہ کرنے کا ہو ہی چکا تھا۔ تھوڑی دیر میں خود ہی فرمایا کہ اچھا بنیامین کو تمہارے

ساتھ بھیجتا ہوں۔ اور زبان سے کہتا ہوں کہ:

فَاللّٰهُ خَيْرٌ حَافِظًا وَّهُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ ۝

یعنی: اللہ سب سے بہتر نگہبان ہے اور سب پر رحم کرنے والوں سے زیادہ رحم کرنے والا ہے۔ وَلَمَّا فَتَحُوْا مَتَاعَهُمْ وَجَدُوْا بِضَاعَتَهُمْ رُدَّتْ اِلَيْهِمْ قَالُوْا يٰۤاَبَانَا مَا نَبْغِيْ هٰذِهٖ بِضَاعَتُنَا رُدَّتْ اِلَيْنَا وَنَمِيْرُ اَهْلَنَا وَنَحْفَظُ اَخَانَا وَنَزْدَادُ كَيْلَ بَعِيْرٍ ذٰلِكَ كَيْلٌ يَّسِيْرٌ یعنی: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جب حضرت یعقوبؑ نے اپنا سامان کھولا تو اس میں اپنی پونجی واپس رکھی ہوئی پائی جسے دیکھ کر انہوں نے اپنے باپ سے کہا کہ اے والد بزرگوار! یہ پونجی پھری ہوئی ہمارے حوالے کیجئے جس کو پہنچا کر پھر اپنے اہل وعیال کیلئے غلہ لائیں اور اپنے بھائی بنیامین کی حفاظت کریں اور ایک اونٹ غلہ کا بھرا ہوا زیادہ اپنے ساتھ لائیں کہ یہ سخاوت بادشاہ پر بہت آسان ہے اور ہمارے نزدیک بہت بڑی چیز ہے۔ فرزندوں کے بار بار کہنے اور بنیامین کے گھڑی گھڑی سوال کرنے پر حضرت یعقوبؑ ان کی طرف سے مشتبہ ہو گئے اور اپنے دل میں کہا کیا وجہ ہے کہ جو ہر پھر کر بنیامین کا سوال کرتے ہیں یہ کہیں حضرت یوسفؑ کی طرح اس کو بھی تو ضائع نہیں کریں گے اور مجھے داغِ مفارقت تو نہیں دیں گے یہ کہہ کر فراقِ حضرت یوسفؑ میں آج پورے بتیس برس کے بعد آپ نے پھر رونا شروع کیا اور زبانِ حال سے یہ فرمایا:

آہ میں پہلے ہی دل غمگین ہوں! تجھ کو اے یوسفؑ کہاں سے دیکھ لوں
مدتیں گزریں، زمانہ ہو گیا! خواب کا سا اک فسانہ ہو گیا!
صبر لیکن آج تک آتا نہیں : ذکر تیرا آج تک بھولا نہیں

یعنی پھر حضرت یعقوبؑ نے اپنے بیٹوں سے فرمایا کہ میں اپنے بنیامین کو تمہارے ساتھ ہرگز نہیں بھیجوں گا، جب تک تم خدا کو شامل کر کے مجھے نہایت پختہ عہد نہ دو اور اس کو میرے پاس پہنچانے کا پورا پورا اقرار نہ کرو اور اگر گھیرے میں آجاؤ تو مجبوری ہے۔ بہر حال میرے بنیامین کو میرے پاس پہنچانے کا پورا پورا اقرار کرو تو میں تمہارے ساتھ بھیجتا ہوں۔ ورنہ نہیں۔

یہ سن کر برادرانِ یوسفؑ نے قسم کھائی اور خدا کو شامل کر کے حضرت یعقوبؑ سے انہوں نے پورا پورا عہد کیا اور کہا کہ اے والد بزرگوار چاہے ہم اپنے بھائی بنیامین کی بڑی حفاظت کریں گے اور حتی الامکان آپ کی خدمت میں لیکر اسے حاضر ہوں گے۔ آپ ہر طرح اطمینان رکھیں۔ جب فرزندانِ یعقوبؑ نے نہایت وثوق کے ساتھ خدا کو شامل کر کے آپ سے عہد و پیمان کیا جس کو اللہ

فرماتا ہے: فَلَمَّآ اٰتَوْهُ مَوْثِقَهُمْ قَالَ اللّٰهُ عَلٰى مَا نَقُوْلُ وَكِيْلٌ ۝

یعنی: حضرت یعقوبؑ نے کہا کہ میں تمہارے عہد و پیمان پر اللہ تعالیٰ کو وکیل ٹھہراتا ہوں۔ چنانچہ خدا کی ذات پر پورا بھروسہ کر کے آپ نے بنیامین کو ان کے حوالے کیا۔

دے دیا یعقوبؑ نے فرزند کو
اس پہ تکیہ کر کے بس جو ہو، سو ہو

بھائیوں کے گو حوالے کر دیا!
دل کا مالک آپ کے اللہ ہی تھا

دل نہیں یہ چاہتا تھا آپ کا
یہ کہ بنیامین ہو دم بھر جدا

بعد یوسفؑ کے یہی تھا اک شغل!
آج دل پر پھر رکھی فرقت کی سل

آن ٹھہری آج اس کی بھی وداع
بن رہی ہے جان پر کیسی وداع

شجرِ فراق

حضرت یعقوبؑ نے اپنے نورِ عین کو غسل کرایا اور اچھے اچھے کپڑے پہنائے اور سر پر اپنا متبرک عمامہ باندھا اور خاص اپنے ہاتھ کا عصا لختِ دل کے ہاتھ میں دیا اور پھر شجرِ فراق تک رخصت کرنے کے لئے نورِ عین کو اپنے ساتھ لیکر چلے۔ پھر جب آپ شجرِ فراق کے سایہ میں پہنچ گئے تو وہاں ٹھہرے اور اپنے تمام فرزندوں کی طرف مخاطب ہو کر خطاب فرمایا:

وَقَالَ يٰبَنِيَّ لَا تَدْخُلُوْا مِنْۢ بَابٍ وَّاحِدٍ وَّادْخُلُوْا مِنْ اَبْوَابٍ مُّتَفَرِّقَةٍ ۭ وَمَآ اُغْنِيْ عَنْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ ۭ اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ ۭ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ ۚ وَعَلَيْهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُتَوَكِّلُوْنَ ۝

یعنی اے لڑکو! جب تم وہاں پہنچنا تو دیکھنا نظرِ بد سے بچنے کے لئے ایک دروازے سے مصر میں داخل نہ ہونا بلکہ مختلف اور الگ دروازوں سے داخل ہونا۔ یہ ضروری ہے کہ یہ میری تدبیر خدا تعالیٰ کے حکم کو تم پر سے ذرا بھی نہیں ٹال سکتی کیونکہ اس کا جو حکم ہوتا ہے ہو کر رہتا ہے اور میں نے بھی اسی پر بھروسہ کیا ہے۔ نیز تمام بھروسہ کرنے والوں کو چاہیئے کہ اسی پر بھروسہ کریں۔ اس کے بعد حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنے فرزند بنیامین کو سینے سے لگایا۔ اور اس وقت اس شجرِ فراق کے نیچے پیارے حضرت یوسفؑ کو وداع کرنے کا سارا حال آنکھوں میں پھر گیا اور آج بنیامین کے ساتھ حضرت یوسفؑ کے فراق کا غم تازہ ہو گیا جس سے آپ زار و قطار رونے لگے اور آپ کی ہچکی بندھ گئی اور زبانِ حال و قال سے یہ کہنا شروع کیا:

آج کیا فرقت ہے بنیامین کی
یاد تازہ ہو گئی یوسف تری

یوسفا دو غم نہ جھیلے جائیں گے
ہاتھ دھو بیٹھوں نہ بنیامین سے

یوسفا کس طرح اب ہو گی سہار
کیونکر میرے دل کو آئے گا قرار

آہ دو کا ہجر اور دو کا الم
کس طرح سے یہ سہا جائے گا غم

دونوں آنکھیں ایک کے غم میں گئیں
دوسرے تیرے لئے جانِ حزیں

دونوں مل بیٹھیں گے خوش خرم وہاں
حال کیا یعقوبؑ کا ہو گا یہاں!

یوسفا بھائی کو رکھنا پیار سے
یہ جدا ہوتا ہے اک غم خوار سے

تجھ کو سونپا تھا یہودا اے پسر
اس کو سونپا ہے خدا کو سر بسر

دی یہودا کو دعا اے نونہال
غم نہ دے گا مجھ کو ربِّ ذوالجلال

ہجر یوسفؑ اور بنیامین کا
چین کیونکر آئے گا اے کبریا!

کیا کروں گا میں یہ کھو گیا!
مجھ کو کیوں دی یہ محبت اے خدا

کب تلک مجھ پہ رہے گا امتحاں
کب تلک یونہی رہوں گا نوحہ خواں

آزمائش کب تلک ہو گی مری
عمر میری اب تو آخر ہو گئی

اب نہیں دل میں رہی مطلق سہار
کسطرح جھیلے گا وہ فرقت کا بار

مجھ کو ہے اُمید تیری ذات سے
مجھ کو دکھلائے گا تو بچے مرے

ہے بھروسہ مجھ کو تیری ذات کا
پھر نہ یہ غم مجھ کو تو دکھلائے گا

مصر کی منزل

فَلَمَّا دَخَلُوا مِنْ حَيْثُ أَمَرَهُمْ أَبُوهُمْ ۚ مَا كَانَ يُغْنِي عَنْهُمْ مِنَ اللَّهِ مِنْ شَيْءٍ إِلَّا حَاجَةً فِي نَفْسِ يَعْقُوبَ قَضَاهَا ۚ وَإِنَّهُ لَذُو عِلْمٍ لِمَا عَلَّمْنَاهُ وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ ۝ یعنی جب یہ لوگ حضرت یعقوبؑ کے کہنے کے مطابق مصر میں پہنچے تو حضرت یعقوبؑ کی یہ احتیاط خدا کے مقابلے میں کچھ بھی کام نہ آسکتی تھی۔ کیونکہ حضرت یعقوبؑ کا محض ایک دلی ارمان تھا جس کو بیٹوں سے ظاہر کیا اور اس میں شک نہیں کہ حضرت یعقوبؑ کو ہم نے ایک دو علم عنایت فرمائے تھے جس سے اکثر لوگ ناواقف ہوتے ہیں۔

خلاصہ یہ کہ حضرت یعقوبؑ نے شجرِ فراق کے سایہ میں تمام فرزندوں کو خاصکر بنیامین کو رخصت کیا، اور وہ لوگ چلے تو آپ دور تک انہیں دیکھتے رہے۔ یا جب تک ان کے قدموں کی آواز آپ کے کان میں آتی رہی وہیں کھڑے سنتے رہے۔ پھر جب وہ کنعانی حدود سے نکل گئے تو آپ نہایت غم کو سینہ میں جگہ دیتے ہوئے بیت الحزن اپنی غم کی کوٹھڑی کیطرف روانہ ہوئے اور پھر اس میں داخل ہو کر اس کے دونوں کواڑ بند کر لیے اور حضرت یوسفؑ اور بنیامین دونوں کا فراق جھیلنا شروع کر دیا۔

یہاں یہ صورت ہے اور وہاں یہ دسوں فرزند منزل بہ منزل راستہ طے کرتے ہوئے اور اپنے دل میں دربارِ شاہی کے مزے لیتے ہوئے شہر مصر کے قریب پہنچے۔ جہاں پہلے ہی سے ان کے آنے کی بیحد تیاریاں ہو رہی تھیں اور کنعانی رستہ پر بادشاہ کو بہت جلد خبر پہنچانے کیلئے پیدل و سوار چھوڑ دیئے ہوئے تھے کہ کب کنعانی قافلہ آئے اور اس کی بادشاہ کو خبر دی جائے آخر ایک روز شام کے وقت وہ مبارک قافلہ پہنچا جس کا بڑے تپاک سے خیر مقدم کیا گیا اور بڑے انتظام واہتمام سے انہیں بیرون شہر محلِ مسافرین میں ٹھہرایا گیا اور اسی وقت بادشاہِ مصر کو اطلاع دی گئی کہ حضور کنعانی قافلہ آ چکا ہے جس میں دس آدمی ہیں تو وہ ہیں جو پہلے آ چکے ہیں اور ایک نوجوان بالکل نیا ہے۔ جس کی مشابہت حضور سے ملتی جلتی ہے۔ یہ سن کر حضرت یوسفؑ کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے اور اپنے دل میں کہا۔ آہ وہ میرا ماں جایا بھائی بنیامین ہے جسے بچھڑے ہوئے آج پورے بتیس سال ہو چکے ہیں۔

القصہ حضرت یوسفؑ یہ مسرت انگیز خبر سن کر نہایت مسرور ہوئے اور خدام کو حکم دیا کہ ان مسافروں کی نہایت جوش وخروش کے ساتھ خاطر و مدارات کی جائے اور ہر قسم کا راحت و آرام پہنچایا جائے۔ دیکھو کسی نوع کی انہیں تکلیف نہ ہو۔ کیونکہ انہیں تکلیف ہوئی تو ہمیں تکلیف ہوگی۔ یہ اس لئے کہ یہ لوگ ہمارے معزز مہمان ہیں۔

غرضیکہ وہ رات کنعانی لوگوں نے محلِ مسافرین میں گزاری اور وہ تکلفات دیکھے جو آج تک نہیں دیکھے تھے۔ یہ حالت دیکھ کر بنیامین نے کہا کہ فی الحقیقت تم لوگوں کا یہاں آنا بہت ضروری تھا کیونکہ یہاں کا بادشاہ متواضع اور خاص کر تمہارا قدر دان معلوم ہوتا ہے جس کے جواب میں بھائیوں نے کہا:

ابھی کیا لطف دیکھا تم نے اور کیا ذائقہ چکھا
ابھی تو ناز برداری کی یہ پہلی ہی منزل ہے

مصر کے دروازے

برادرانِ حضرت یوسفؑ ابھی مصر میں داخل نہیں ہوئے تھے بلکہ بیرونِ شہر ایک میل کے فاصلہ، کنعانی راستہ پہ رات کی رات اسی عظیم محلِ مسافرین میں مقیم ہیں جو برسوں سے آج ہی کیلئے بنایا گیا تھا اور لکھوکھا روپے اس پہ محض اس لئے دربار میں سے خرچ ہو رہا ہے کہ پیارے کنعانی لوگ آئیں گے۔ چنانچہ رات کی رات وہ لوگ وہاں اُترے ہوئے ہیں اور یہاں مصر اور دربار میں وہ تیاریاں ہو رہی ہیں کہ آج تک نہیں ہوئی تھیں اور ایسی ذیشان تیاریاں کسی نے خواب میں بھی نہیں دیکھی تھیں۔

صبح کو فرمان جاری ہوا کہ کنعانی لوگ دربارِ مصر میں پیش کیے جائیں۔ چنانچہ خدامِ شاہی محلِ مسافرین پہ پہنچے اور شاہی بلاوا ان کے سامنے پیش کیا۔ یہ سُن کر وہ لوگ اپنے اونٹوں پر سوار ہوتے اور خدامِ شاہی سے کہا کہ آپ لوگ چلیں ہم آہستہ آہستہ حاضرِ دربار ہوں گے۔ خدامِ شاہی نے ان کے کہنے پر عمل کیا اور وہ سب کے سب آگے روانہ ہو گئے اور اب یہ دس کے دس بھائی اونٹوں پر سوار ہیں اور بیرونِ شہر ایک مقام پہ کھڑے ہیں۔ یہ مشورہ کر رہے ہیں اور آپس میں کہہ رہے ہیں کہ اے برادران! والد بزرگوار کی وصیت کے مطابق دو دو بھائی مل کر ایک ایک دروازے سے داخل ہوں۔ چنانچہ کنعانی لوگ یہ باتیں کر ہی رہے تھے کہ اتنے میں شمعون بھی آ پہنچا جسے دیکھ کر بنیامین اور تمام بھائی بے حد مسرور ہوئے اور اس سے مصر کی مزید تیاریاں معلوم کر کے بہت ہی شاد ہوئے اور اب حسبِ نصیحت جنابِ حضرت یعقوبؑ دو دو بھائی الگ الگ دروازوں سے داخل ہونے کے لئے روانہ ہو گئے اور دسویں شمعون کے آتے ہی گیارھویں سوتیلے بنیامین کو یہ بالکل بھول گئے اور شہر پناہ کے قریب آ کر پانچوں دروازوں سے دس بھائی داخل ہو گئے اور گیارھویں بنیامین کا مطلق خیال نہ کیا۔ چنانچہ وہ محض اجنبی مسافر تنِ تنہا مصر کے دروازے پر آ کھڑے ہوتے اور اب حیران ہیں کہ کدھر جائیں اور کس سے پوچھیں، ہر چند راہگیروں سے دریافت کرتے ہیں کہ دربارِ شاہی کا راستہ کدھر ہے تو کوئی بنیامین کی زبان نہیں سمجھتا۔ اجنبی شہر کے لوگ، غیر زبان، کچھ پتہ نہیں چلتا کس سے پوچھیں اور کس طرف جائیں آخر پیارے بنیامین نہایت پریشان ہو کر وہیں کھڑے ہو گئے اور آپ کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے جس سے حضور ربّ العزت کا دریائے رحمت جوش میں آیا اور اسی وقت حضرت جبرائیلؑ

کو حکم ہوا کہ ہمارے بندے بنیامین کی حیرانی حضرت یوسفؑ سے جا کر جلدی بیان کرو۔ چنانچہ اسی وقت حضرت جبرائیلؑ بادشاہِ مصر حضرت یوسف علیہ السلام کے پاس پہنچے اور کہا :

جاؤ بنیامین کو رستہ بتاؤ — ساتھ اپنے اپنے ماں جائے کو لاؤ
وہ تمہارے دیس میں حیران ہے — محض ناواقف ہے اور انجان ہے
پوچھتا ہے ہر کسی سے وہ پتا — آپ کا اور آپ کے دربار کا
کچھ نہیں ملتا ہے جب اس کو جواب — آہ رو دیتا ہے بس وہ باصواب
بھیس بدلو اور جلدی جاؤ تم — راستہ بھائی کو خود بتلاؤ تم
کچھ پتہ ملتا نہیں اس کو یہاں — کس قدر حیران ہے وہ بے زباں
حکم معبودی ہوا ہے یہ ابھی — خود کرو بھائی کی جا کر رہبری

بھائی کی رہبری

جناب حضرت یوسفؑ اپنے پیارے بھائی بنیامین کی بیکسی و پریشانی معلوم کر کے رو دیئے اور اسی وقت اپنا لباس فاخرہ اتار کر غریبانہ اور مسافرانہ لباس پہنا اور چہرے پر نقاب ڈال کر اسی وقت ایک اونٹ پر سوار ہوئے اور سیدھے شامی دروازے کی طرف محض تن تنہا روانہ ہوگئے وہاں جا کر کیا دیکھتے ہیں کہ اپنا ماں جایا بھائی والدہ مرحومہ راحیل کی نشانی پیارا بنیامین شامی دروازے پر اپنا اونٹ روکے کھڑا ہے اور حیران و پریشان ایک ایک کو دیکھتا ہے اور ایک ایک سے دربار شاہی کا پتہ پوچھتا ہے مگر اجنبی زبان ہونے کے سبب کوئی اس کو کچھ جواب نہیں دیتا جس سے اس کے آنسو جاری ہیں اور وہ سخت پریشان ہے۔

حضرت یوسفؑ پیارے بھائی کو تینتیس سال کے بعد دیکھ کر نقاب کے اندر ہی اندر بہت روئے اور اسی حالت میں اپنا دل تھام کر جلدی سے بنیامین کے پاس پہنچے اور سواری سے سواری ملا کر السلام علیکم کہا۔ بنیامین نے بھونچکا ہو کر ایک نقاب پوش شتر سوار مسافر کی طرف دیکھا اور سلام کا جواب دیکر خاموش ہو گئے۔ پھر جناب یوسفؑ نے ان کی مادری زبان عبرانی میں دریافت کیا کہ آپ کون ہیں؟ کہاں سے آئے ہیں اور کسے دریافت کرتے ہیں۔ پیارے بنیامین نے غنیمت سمجھا کہ تمام ملک میں ایک شخص اپنی زبان سمجھنے والا ملا تو سہی اور پھر نقاب پوش سے کہا کہ میں حیران ہوں کہ آپ کیسی عبرانی زبان صاف بول لیتے ہیں یہ تو فرمایئے کہ آپ نے کنعان

کی عبرانی زبان کہاں سے یاد کی؟ جناب حضرت یوسفؑ نے فرمایا کہ اے شخص میں ایک زمانہ میں شہر کنعان میں رہا ہوں اور عبرانی زبان خوب جانتا ہوں۔ خیر اچھا آپ بتایئے کہ آپ یہاں حیران و پریشان کیوں کھڑے ہیں اور کس کی تلاش ہے۔ بنیامین نے مختصراً اپنی حالت زار کا نقشہ کھینچا اور زار و قطار روتے ہوئے کہا:

کیا کہوں کیوں میں پریشاں حال ہوں
کس غم و اندوہ میں پامال ہوں

کیا کہیں ہم تم سے اپنی داستاں
ہو رہا ہے ہم پہ جو کچھ امتحاں

مدتیں گزریں زمانہ ہو گیا!
راحت و آرام سب رخصت ہوا

گھر کا گھر برباد اپنا ہو گیا!
ہر گھڑی جس میں ہے رونے کی صدا

باپ کی حالت ہوئی ہے وہ خراب
جس کا اندازہ نہ کچھ حدّ و حساب

روتے روتے جن کی بس آنکھیں گئیں
شہر کنعاں جن سے ہے اندوہگیں

حالِ یعقوبیؑ اگر تم کچھ سنو!
دونوں ہاتھوں سے کلیجہ تھام لو

فرقتِ یوسفؑ میں جب روتے ہیں وہ
کیا کہوں میں کیا سے کیا ہوتے ہیں وہ

ہوتے ہیں آنکھوں سے جب آنسو رواں
آہ سینے سے نکلتا ہے دھواں

روتے ہیں در و دیوار ان کے لئے
جان کھوتے ہیں بشر ان کے لئے

غم کدہ یعقوبؑ کا گھر بن گیا!
ہر گھڑی جس میں ہے رونے کی صدا

جناب حضرت یوسفؑ پیارے بنیامین سے یہ جگر خراش داستان سن رہے ہیں اور بے حد رو رہے ہیں۔ یہاں تک کہ روتے روتے آپ کی ہچکی بندھ گئی ہے۔ مگر چونکہ نقاب پوش ہیں اسلئے بنیامین کو آپ کا رونا زیادہ تر معلوم نہیں ہوا اور یہ راز پوشیدہ رہا۔ پھر حضرت یوسفؑ نے اپنے آپ کو سنبھالا اور غم فرقت کو ضبط کر کے بنیامین کی طرف مخاطب ہوئے اور ان کی خستگی و حیرانی سے متاثر ہو کر ہزارہا روپے کی تیاری کا ایک لعل بے بہا اپنے بازو سے کھولا اور بنیامین کو دیا۔ بنیامین نے اس لعل بے بہا کو اپنے ہاتھ میں لیکر کہا کہ میں اسے کیا کروں۔ حضرت یوسفؑ ان کی ناواقفیت اور بھولے پن سے ہنس دیئے اور فرمایا کہ یہ بہت کام کی چیز ہے اسے اپنے بازو پہ باندھ لینا۔ مگر دیکھنا کسی سے اس کا ذکر نہ کرنا۔ اس کے بعد حضرت یوسفؑ نے فرمایا کہ اچھا لو اب تم میرے ساتھ چلو میں تمہارے بھائیوں سے ملا دوں۔ چنانچہ وہ دونوں کے دونوں ماں جائے اور حقیقی بھائی آہستہ آہستہ دربار شاہی کی طرف روانہ ہوئے۔

جب محل سلطانی سامنے نظر آیا تو جناب حضرت یوسفؑ نے بنیامین سے کہا کہ دیکھو وہ ایوانِ شاہی نظر آتا ہے اور اتنے میں بنیامین کو دسوں بھائی کھڑے دکھائی دیئے جنہیں دیکھتے ہی اسی وقت یہ اپنے اونٹ سے کود گئے اور اپنے شفیق رہبر سے کہا کہ یہ ہیں وہ بھائی جن کی تلاش میں میری حالت خراب ہو رہی تھی اور جن کے لئے میں بے چین تھا۔ آپ نے فرمایا کہ اے پیارے مسافر! چونکہ تمہارا مقصود حاصل ہو گیا، تم کو دربارِ شاہی بھی نظر آ گیا اور بھائی بھی مل گئے۔ اس لئے اب مجھے اجازت ہے؟ بنیامین نے نہایت دعائیں دیتے ہوئے انہیں رخصت کیا۔

کچھ نہیں بھائی کو رہبر کی خبر — اونٹنی پر کون تھا یہ جلوہ گر
کس نے دل سے حالِ فرقت کا سُنا — کس نے یہ لعلِ بدخشانی دیا
کس نے یہ رستہ بتایا اے فتا — بھائیوں سے کس نے یہ ملوا دیا
کوئی بنیامین سے جھک کر کہے — جسکا تو بھائی ہے وہ یہ ہی تو ہے
یہ ہی ہے وہ یوسفؑ جانِ پدر — ماند جس سے ہوتے ہیں شمس و قمر
شہرِ کنعاں میں اندھیرا جس سے ہے — اور وہاں دن رات رونا جس سے ہے
جس سے ہے یعقوبؑ کی حالت زبوں — کہ دیا تھا بھیڑیئے نے جس کا خوں
غم تو وہ کنعان ہے جس کے لئے — گھر کا گھر بے جان ہے جس کے لئے
ہے یہی یوسفؑ جو ہے بانکا سوار — جس کی گردن میں ہے آج عزت کا ہار

دربار کا داخلہ

نقاب پوش شتر سوار حضرت یوسفؑ بنیامین سے رخصت ہو کر دوسرے راستہ سے محل سلطانی میں داخل ہو گئے یہاں بموجب فرمانِ شاہی پہلے ہی سے بیحد تیاریاں ہو رہی تھیں اور کنعانی مہمانوں کے استقبال میں آرائش و زیبائش میں کوئی دقیقہ باقی نہ چھوڑا تھا۔ عنقریب مہمانوں کے داخلہ کا حکم ہونے والا ہے اور اتنے میں بنیامین اپنے سوتیلے بھائیوں میں پہنچے مگر شاد شاد ہیں جنہیں دیکھ کر بھائی سخت متعجب ہوئے اور بنیامین کے چہرے سے بیحد سرور و شادمانی کا عالم محسوس کر کے دریافت کرنے لگے کہ بنیامین! اس اجنبی اور پرائے دیس میں آتے ہی تم ایسے خوش و خرم ہو گئے، اس کا باعث کیا ہے؟ سچ بتاؤ کہ کون سی دولت عظمیٰ تمہارے ہاتھ آ گئی ہے جس نے تمہیں ایسا باغ باغ کر دیا؟ بنیامین چونکہ سب سے چھوٹے تھے، سب کا ادب و لحاظ ان کے دل میں تھا!

فوراً صاف صاف کہنا شروع کیا کہ میں شاہی دروازہ پر گم گشتہ راہ حیران و پریشان کھڑا تھا کہ اتنے میں ایک نقاب پوش شتر سوار میرے پاس آیا اور میرے ساتھ بہت سی دلجوئی کرتے ہوئے دربار شاہی تک مجھے پہنچایا اور تم سے ملایا۔ نیز اس نے ایک لعل بے بہا مجھے دیا اور میرے ساتھ وہ بڑے اخلاق سے پیش آیا اور یہاں تک مجھے پہنچا کر رخصت ہوا اور سلام کر کے چلا گیا۔ بھائیوں نے وہ لعلِ بے بہا اپنے ہاتھ میں لیکر دیکھا جس کی چمک دمک سے ان کی آنکھیں چندھیا گئیں اور دل ان کے باغ باغ ہو گئے اور آپس میں کہا کہ یہ تو عجیب دولت عظمیٰ ہاتھ آئی۔ اسے بنیامین سے چھین کر اپنے ہی قبضہ میں رکھنا چاہیے۔ لیکن پلٹ کر وہ لعلِ بے بہا پیارے بنیامین ہی کے بازو پر بندھا رہا۔ آخر مجبور و لاچار ہو گئے اور اس خیالِ فاسد کو اپنے دل سے ہٹایا۔ ادھر حضورِ سلطانی سے دربار میں داخل ہونے کا حکم صادر ہو گیا۔ شاہی ایلچی آیا اور ارشادِ سلطانی سے انہیں ممتاز فرمایا۔ چنانچہ حکمِ شاہی پہنچتے ہی وہ کنعانی مہمان کھڑے ہوئے اور ہمراہ ایلچی خراماں خراماں دربار شاہی پہنچے۔

آج کا کچھ اور ہی دربار ہے
آج کی کچھ اور ہی سرکار ہے

آج کی نیاری کی وہ شان ہے
آدمی کی عقل تک حیران ہے

دیکھ کر دربار کا جوش و خروش
اچھے اچھوں کے بھی اُڑ جاتے ہیں ہوش

الغرض داخل ہوئے دربار میں
آن پہنچے حسن کی سرکار میں

آج کی حیرت نہ پوچھو دوستو!
آج کے دربار کا عالم سنو!

محل سرا کی رنگت

جب یہ کنعانی مہمان بادشاہ کے حضور میں پہنچے تو آج کی نیاری اور آج کی آرائشِ دربار سے حیرت زدہ ہو کر اشاروں سے آپس میں کہا اس دفعہ بادشاہ نے ہمارے لئے پہلے سے بھی زیادہ نیاری کی ہے اور آج اس کی آرائش و زیبائش انتہائی پیمانے پر کی گئی ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ہمارے ساتھ بہت کچھ سلوک کیا جائے گا۔ اور یقیناً ہم مالا مال ہو جائیں گے۔ آج کا دربار عام نہیں ہے بلکہ خاص دربار ہے اور خاص محلات میں داخلہ ہے جن کی نئی وضع قطع ہے۔ اور نئی نئی تصاویر ان کی دیواروں پر منقوش ہیں۔

ایک عالیشان محل سرا ہے جس کی سات ڈیوڑھیاں یا دوسری اصطلاح میں بڑی سات غلام گردشیں بنی ہوئی ہیں اور ان کی چوطرفہ دیواروں پر سونے کی ابھری ہوئی تصویریں دلوں پر

حواس اُڑ ڈالنے والی کندہ ہیں۔ پہلی ڈیوڑھی یا غلام گردش میں جب یہ کنعانی داخل ہوتے ہیں تو یہیں سے ان کے دلوں پر ایک رُعب سا طاری ہو جاتا ہے کیونکہ اس کی چوطرفہ دیواروں پر ایک لشکرِ جرار حملہ آور ہے جو تمام ہتھیاروں سے مسلح ہے جن کے خونخوار حملہ تصویری سے ہی ان کے حواس باختہ ہو گئے اور اب ڈرتے ڈرتے یہ گیارہ کے گیارہ بھائی ہمراہ ایلچی دوسری ڈیوڑھی یا دوسری غلام گردش میں داخل ہوئے یہاں کا عالمِ تصویر کچھ اور ہی دیکھا یعنی حضرت یعقوبؑ شجرِ فراق کے نیچے اپنے تمام فرزندوں کیلئے کھڑے ہیں اور پیارے حضرت یوسفؑ کو رخصت کر رہے ہیں۔ چنانچہ اس اتنے پتے کی تصویری منظر نے بھائیوں کے دلوں میں اور بھی زیادہ اثر ڈالا یہاں تک کہ اُن پر لرزہ پیدا ہو گیا اور اپنے دلوں میں یہ کہنا شروع کیا۔

رنگ بگڑا آج کے دربار کا ! ڈھنگ بدلا آج کی سرکار کا
آج عقدے کھُل گئے اپنے تمام دیکھئے یاں آج ہو گا اژدہام !
راز کیا سارے کھُلیں گے اپنے آج آج کیا دربار میں جائے گی لاج
اب تلک جو راز بس مخفی رہا آج آتا ہے نظر کھُلتا ہُوا
مصر میں کنعان کا پردہ کھُلا دیکھئے ہوتا ہے کیا اب کے فتا
کیسے پردے فاش ہونگے دیکھئے کس قدر محجوب ہوں گے شاہ سے
تھر تھرا اُٹھے کہ یہ کیا ہو گیا شاہ سے یہ بھید کس نے کہہ دیا
سب کے سب کھُلے یہاں موجود ہیں ہوش اور عقل و خرد مفقود ہیں
کون ایسا آ گیا بھیدی یہاں آ کہی جس نے یہ ساری داستاں

بادشاہ کی حضوری

غرضیکہ کنعانی لوگ یا گیارہ کے گیارہ بھائی شدہ شدہ اور رفتہ رفتہ پوری چھ غلام گردشیں طے کرتے ہوئے نہایت مزین اور پُر تکلف محل سرائے میں داخل ہوئے جہاں شاہ کا تخت ہے اور اس پر بادشاہ جلوہ افروز ہوئے۔ چنانچہ نقاب پوش بادشاہ مصر کے تخت پر نگاہ پڑتے ہی ان کے دلوں میں شدت کا لرزہ پیدا ہو گیا اور معاً سب نے نیچی نگاہیں کر لیں اور اپنے دلوں کو سنبھالا نہایت تعظیم کے ساتھ سلام عرض کیا حضورِ سلطانی نے سلام کا جواب مرحمت فرمایا۔ اور ساتھ ہی ان سے دریافت ہوا کہ آپ صاحبان کون ہیں اور کہاں سے آئے ہیں۔ مہمانوں کی طرف سے جواب

عرض کیا گیا کہ حضور! ہم لوگ شہر کنعان کے رہنے والے ہیں اور ہم اس سے پہلے بھی حضور سلطانی میں حاضر ہوئے تھے اور قحط سالی کی وجہ سے ہم بھوکے پیاسوں کو امداد بھی عطا فرمائی تھی۔ نیز اس دفعہ ہم کو یہ حکم ہوا تھا کہ ہم اپنے بھائی بنیامین کو لے کر آئیں۔ اس کے بعد دریافت ہوا کہ تمہارے والد کیسے ہیں۔ عرض کیا کہ حضور! وہ نہایت نازک حالت میں ہیں۔ عرصہ ہوا کہ پہلے ان کے ایک فرزند حضرت یوسفؑ کو بھیڑیا کھا گیا تھا جس کی مفارقت میں روتے روتے نابینا ہو گئے۔ دوسرے اب ان کو سب سے چھوٹے فرزند بنیامین کی مفارقت سہنی ہوئی جس سے اب ہم نے اور بھی زیادہ انہیں روتے ہوئے چھوڑا ہے۔ نیز ہمارے والد بزرگوار اپنے فرزند بنیامین کو ہمارے ساتھ بھیجتے نہیں تھے کیونکہ وہ فراق یوسفؑ میں اسکے سر پر ہاتھ پھیر کر گونا گوں اپنے دل کو تسکین دیتے تھے۔ مگر افسوس کہ اب یہ بھی ان سے جدا ہو گیا۔ خدا جانے اس کی جدائی میں ان کا کیا حال ہوا ہو گا۔ پھر حضور سلطانی سے اشارہ ہوا کہ آپ صاحبان بیٹھ جائیں چنانچہ اُسی وقت سلام کر کے گیارہ بھائی ایک گوشہ فرش پر بیٹھ گئے۔

پھر خطاب ہوا کہ اور کچھ کہنا ہے؟ یہودا نے فوراً کھڑے ہو کر دست بستہ عرض کیا کہ حضور! جب ہم پہلی مرتبہ یہاں حاضر ہوئے تھے وہ درہم خادمان والا کے یا ہمارے سہو سے ہمارے ہی سامان میں بند ھے چلے گئے جس کو ہم دوبارہ نذر کرنے کے لئے لائے ہیں۔ اُمید ہے کہ قبول فرمائینگے۔ ارشاد ہوا کہ اچھا ہمیں منظور ہے لیکن ہم یہ درہم تمہی کو بخشتے ہیں اور ہم تمہاری اس دیانت سے بہت خوش ہیں۔ نیز اس بات سے اور بھی زیادہ راضی ہیں کہ تم حسب وعدہ اپنے بھائی بنیامین کو یہاں لائے اور اپنے قول و اقرار کو پورا کیا۔ اس کے بعد بادشاہ مصر نے بنیامین کی طرف روئے سخن فرمایا۔ دریافت ہوا کہ تمہارا نام کیا ہے۔ چنانچہ اُسی وقت کھڑے ہو کر عرض کیا کہ حضور! اس خاکسار کا نام بنیامین ہے۔ پھر والد ماجد کی کیفیت دریافت فرمائی جس سے بنیامین کے آنسو بھر آئے اور کہا:۔

کیا کہوں میں والد ماجد کا حال — نقل ہے جس کے اک صدمہ کمال
دل بھر آتا ہے جن کے نام سے — آدمی کیا ان کی کیفیت کہے
اس کا بس کیونکہ نہ ہو گا غیر حال — روتے روتے جس کو ہوں بتیس سال
آجتک ہے ہجر یوسفؑ کا قلق — آجتک اس غم سے بس سینہ ہے شق
آجتک دل سے نکلتا ہے دھواں — آجتک آنکھوں سے ہیں آنسو رواں
آجتک یوسفؑ کا ہے وہ ہی الم — آجتک فرقت کا ہے بس وہ ہی غم
ایک حجرے میں پڑے رہتے ہیں وہ — غم سا اک غم ہے جسے سہتے ہیں وہ

جس سے ملنے ہیں اسی کا ذکر ہے — ہر گھڑی ان کو اسی کی فکر ہے
روتے ہیں جب وہ کلیجہ تھام کر — ساتھ ان کے روتے ہیں دیوار و در
سُن کے ماں جائے سے یہ حالِ پدر — چیخ اُٹھے یوسفِ خستہ جگر
دست و پا میں ان کے رعشہ آ گیا — تختِ شاہی جس سے بس تھرا گیا
آنسوؤں سے ہو گیا رومال تر — دل کی حالت ہو گئی زیر و زبر
بھائی بنیامین سے بولے وہیں — ختم کر جلدی نہ کر دل کو حزیں
بادشاہ بے حد رقیق قلب ہے — ہے محبت خاص اس کی اپنی قطب
سُن کے بنیامین چپکا ہو گیا — ہچکیاں لے لے کے وہ رونے لگا
ایک بھائی تخت پر اک سامنے — جھک گئے دونوں کلیجہ تھام کے
درد سے روتے تھے دونوں دل حزیں — تاب بنیامین و یوسفؑ کو نہیں
دونوں غش کھا کر گرے افسوس ہے — دونوں کی آنکھوں سے دریا بہہ گئے
ڈر گئے سوتیلے بھائی ڈر گئے : — شاہ کے رونے سے وہ مر مر گئے

خاصے کا حکم

جب دونوں ماں جائے اور حقیقی بھائی بہت کچھ رو چکے تو پہلے حضرت یوسفؑ نے اپنے دل کو سنبھالا اور آنسو پونچھ کر بنیامین کو ہوشیار کرایا اور جملہ مہمانوں کی طرف خطاب کر کے فرمایا کہ ہمیں غم والے کے ذکر اذکار سے خاصی دلچسپی ہے اور جب کوئی کسی کی داستانِ غم بیان کرتا ہے تو ہمارا دل بے چین ہو جاتا ہے اور ہمیں رونا آتا ہے۔ اچھا اب ہم تمہارے اور اپنے لئے خاصے کا حکم دیتے ہیں۔ چنانچہ اسی وقت ایک خاصے کا خادم آیا اور گیارہ کے گیارہ مہمانوں کو کھانے کے شاہی کمرے میں لے گیا جہاں پہلے ہی سے گوناگوں نعمتوں کا دسترخوان چُنا ہوا ہے مگر اس میں بھی شاہی اشارے ایک خاص نوعیت ہے۔ وہ یہ کہ ایک وسیع خوان دو دو بھائیوں کیلئے جُدا جُدا رکھا ہوتا ہے اور دو دو بھائیوں کو ایک ایک خوان پر بیٹھنے کا حکم ہوتا ہے چنانچہ پہلے خوان پر یہودا اور شمعون بیٹھے اور دوسرے پر روبیل اور لاوی، تیسرے پر زبالان اور زبولون، چوتھے پر دان اور نفتالی، پانچویں پر جاد اور آشر اور چھٹے پر تنہا بنیامین۔ لکھا ہے کہ اس دسترخوان پر پیارے بنیامین بیٹھے تو بیٹھ گئے مگر اب انہیں اپنی تنہائی اور بے کسی پر رونا آ گیا جنہیں دیکھ کر حضور شاہی سے خطاب ہوا کہ کیا؟

اب کیوں روتے ہو؟ بنیامین زار و قطار روتے ہوئے عرض کرتے ہیں کہ جناب نے دو دو بھائیوں کو کھانا کھانے کیلئے ایک ایک خوان پر بیٹھنے کا حکم دیا۔ یہ سُن کر ہر ایک خوان پر دو دو حقیقی بھائی بیٹھ گئے مگر افسوس کہ میں بالکل تنہا رہ گیا لہٰذا میں اس وقت اپنے بھائی حضرت یوسف کو یاد کرتا ہوں اور روتا ہوں۔

آہ یوسفؑ تو کہاں ہے اے اخی! — آج بس تیری ضرورت ہے بڑی
بھائی بھائی مل گئے دو دو تمام — بن تیرے کھانا ہوا مجھ پر حرام
آہ میں بھی ساتھ تیرے کھا سکوں — آنکھیں اپنی اور دل ٹھنڈا کروں
یوسفا! تجھ کو کہاں سے پاؤں میں — خوانِ نعمت پر کہاں سے لاؤں میں
کاش! ہوتا آج میرے پاس تو — پوری ہوتی میرے دل کی آرزو
آج سوتیلوں میں بس تنہا رہا — دل بھر آتا ہے تجھ پر یوسفا

جان ہے بے کل ہری تیرے لئے
کس طرح تو آج مجھ سے آملے

یہاں تک اس خوانِ نعمت پر پیارے بنیامین روتے روتے بیہوش ہو گئے جن کو ہوش میں لانے کے لئے بادشاہ نے حکم فرمایا۔ پھر جب وہ ہوشیار ہو گئے تو بادشاہِ مصر کا ارشاد ہوا کہ اے کنعانی مہمانو! جو دو دو بھائی حقیقی ایک ایک خوان پر بیٹھے ہو اگر تمہاری مرضی ہو تو ہم بنیامین کے ساتھ شریکِ طعام ہو جائیں۔ کیونکہ اس وقت اس کی تنہائی اور اس کے حضرت یوسفؑ! حضرت یوسف کہہ کر پکارنے سے ہمارا دل بھر آیا ہے اور ہم اپنے دل کو بہت مضبوط کر رہے ہیں۔ لہٰذا اگر تم اجازت دو تو ہم خود اس کے ساتھ شریک ہوں۔ چنانچہ اس فرمانِ شاہی پر یہودا خوانِ نعمت سے کھڑا ہو گیا۔ اور تختِ شاہی کو بوسہ دیکر دست بستہ عرض کیا کہ حضور ہمارے کہاں نصیب کہ شہنشاہِ مصر ہمارے حال پر اس درجہ شفقت اور مہر کی نظر فرمائیں۔ اگر حضور نے ایسا کیا اور ہمارے چھوٹے بھائی بنیامین کو اپنے ساتھ شریکِ طعام فرمایا تو عزت کو چار چاند لگ جائیں گے۔ اور پھر والد بزرگوار حضرت یعقوب کو یہ مسرت آمیز خبر معلوم ہوگی کہ میرے چھوٹے بیٹے بنیامین کو بادشاہِ مصر نے اپنے ساتھ شریکِ طعام فرمایا تو بیحد مسرور ہوں گے اور دل سے آپکے حق میں دعائے خیر فرمائیں گے۔ اگرچہ دل ان کا یہ نہ چاہتا تھا کہ بنیامین کو شرف و عزت حاصل ہو، مگر شاہی مرضی اور ارشاد کے خلاف وہ اپنی رائے نہیں دے سکتے تھے اور شاہی رعب و داب میں وہ بالکل دبے ہوئے تھے۔ اس لئے خوشی سے انہوں نے اجازت دے دی۔ نظم

آپ مالک ہیں ہمارے اے حضور! ہم پہ یہ نظرِ کرم کیجئے ضرور!
فخر ہے یہ اہلِ کنعان کے لئے مصر کا والی انہیں اعزاز دے
ہم پہ یہ بے حد کرم ہے بادشاہ شکریہ دل سے ہیں ہم کرتے ادا

مظالم کا نقشہ

جب دسوں بھائیوں کی طرف سے اجازت ہو گئی تو حضرت یوسف ؑ نے خدام کو حکم دیا کہ بنیامین کا خوانِ نعمت پس چلمن ہمارے پاس لے آؤ۔ چنانچہ وہ خوانِ نعمت فوراً بادشاہ کی حضوری میں پہنچ گیا۔ اور پھر بحکم شاہی پیارے بنیامین بھی بادشاہ کی خدمت میں پس چلمن حاضر ہو گئے اس کے بعد دسوں بھائی آستینیں چڑھا کر کھانے کی طرف متوجہ ہوئے۔ اتفاق سے روبیل بھائی کی نظر چھت کی جانب چلی گئی۔ تو معاً اس کے ہوش جاتے رہے اور ٹپ ٹپ آنسو بہنے لگے۔ یہ دیکھ کر لوگ تو بھائی روبیل سے کہتے ہیں کہ خیر تو ہے یہ بیٹھے بیٹھے تم کیوں رونے لگے اور یکایک تم کیوں اتنے پریشان ہو گئے۔ بنیامین کا رونا موقوف ہوا تو تم نے رونا شروع کر دیا۔ روبیل حواس باختہ کہتا ہے کہ ذرا چھت کی طرف نگاہ اٹھا کر دیکھو کیا کرشمے ہو رہے ہیں۔ اب جو تمام بھائی چھت کی طرف نظریں اٹھا کر دیکھتے ہیں تو وہاں ہو بہو تمام مظالم کنعانی کا نقشہ کھنچا ہوا موجود پاتے ہیں۔

مثلاً کہیں یہ صورت ہے کہ دسوں بھائی حضرت یوسف ؑ کے کپڑے اتار رہے ہیں۔ کہیں یہ صورت ہے کہ پیارے حضرت یوسف ؑ کے پھول سے رخساروں پہ زور زور سے طمانچے مار رہے ہیں کہیں یہ صورت ہے کہ حضرت یوسف ؑ کو باندھ کر کنوئیں میں ڈالنا چاہتے ہیں اور حضرت یوسف ؑ ایک بھائی کی ٹانگوں میں لپٹ جاتے ہیں اور سب کے سب لاتیں اور طمانچے مار رہے ہیں کہیں یہ صورت ہے کہ حضرت یوسف ؑ معصوم و بے گناہ کو کنوئیں میں چھوڑ رہے ہیں اور بیچ میں سے رسی کاٹ رہے ہیں کہیں یہ صورت ہے کہ سالارِ قافلہ کے ہاتھ غلام بتا کر فروخت کر رہے ہیں اور پیارے حضرت یوسف ؑ کو برابر جھڑکیاں دیتے چلے جا رہے ہیں غرضیکہ تمام وہ نقشہ جو کنعان سے رخصت ہوتے وقت حضرت یوسف ؑ کے سامنے پیش آیا تھا وہاں موجود ہے جسے دیکھتے ہی دسوں کے دسوں بھائی تھر تھر کانپنے لگے اور ڈر کے مارے ان کے حواس باختہ ہو گئے اور سمجھے کہ اب کوئی آفت آنے والی ہے افسوس ہے کہ بادشاہ کو ہماری کرتوتوں کی ذرا ذرا خبر ہو گئی۔ دیکھئے اب ہمارا کیا حشر ہوتا ہے ان مظالم کا ہم سے کیا کیا انتقام لیا جاتا ہے اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ خود حضرت یوسف ؑ ہی بادشاہ

مصر سے تمام حالات کہہ گیا ہے۔ کیونکہ بالتفصیل واقعات سوائے حضرت یوسفؑ کے اور کوئی نہیں جانتا۔ ضرور یہ اسی کا کام ہے اور بادشاہِ مصر سے ساری باتیں کہہ گیا ہے۔ شاہِ مصر پس چلمن ان کے تمام حالات دیکھ رہے ہیں۔ جب یہ دسوں بھائی اپنی سُن گن اور چہ میگوئیوں سے فارغ ہوئے تو شاہی ارشاد ہوا کہ تم لوگ کھانا کیوں نہیں کھاتے ہو؟ یہ سن کر یہودا اور شمعون کھڑے ہو گئے اور دست بستہ بادشاہِ مصر کی خدمت میں نہایت لرزتے کانپتے عرض کیا اور گھگھیائی آواز سے یہ کہنا شروع کیا۔

ہم کو کھانے میں نہیں کچھ پیش و پس — عرض اِک خدمت میں ہے تھوڑی سی بس
اور وہ یہ ہے کہ اے عالی تبار! — چھت کے نقشوں نے کیا ہے بیقرار
جس کے منظر سے نہیں دل کی بہار — ہو رہے ہیں تیر یہ سینے سے پار
ہم سے یہ دیکھا نہیں جاتا سماں — ہم نہیں دے سکتے ہیں یہ امتحان
کون ان سے یہ کہے اے دوستو! — کر چکے ہو تم ہی اِس کرتوت کو
کس لئے اب اس سے تم خائف ہوئے — ظلم ہیں یہ سب تمہارے ہاتھ کے
حشر میں آتے یہ آخر سامنے — کیوں لگے پھر یہ کلیجہ تھامنے
ظلم کرتے وقت تم رستم ہوئے — آج جن کو دیکھ کر بیدم ہوئے
خوف اس دن کا تمہیں ہوتا اگر — رحم کرتے اس ذرا سی جان پر
اس نتیجہ کی نہ تھی تم کو خبر! — سب مظالم آئیں گے پیشِ نظر
حیف تم انجام کو بھولے رہے — وقت آیا اب تو پھر ایسے ڈرے
الغرض اتنی ہوئی شرمندگی — سب کی سکتے کی سی حالت ہو گئی

جب بادشاہِ مصر نے دیکھا کہ ان کی حالت بہت خراب ہو گئی ہے خود ہی فرمایا کہ اچھا انکے خوانِ نعمت دوسرے کمرے میں پہنچا دئے جائیں چنانچہ اسی وقت وہ پانچوں خوانِ نعمت وہاں سے اٹھا کر دوسرے کمرے میں پہنچا دئے گئے اور وہیں ان دسوں بھائیوں کو بلا کر کھانے پر بٹھا دیا گیا۔ جب یہ دسوں بھائی اس کمرے میں آئے تو دیکھا کہ یہ کمرہ تصاویر سے بالکل صاف ہے اطمینان سے بیٹھے اور سب نے مل کر کھانا شروع کیا۔

ظلم کا انجام ذلت ہے مدام — جانتے ہیں جس کو سارے خاص و عام
وقت پر لیکن کسے رہتا ہے یاد — عاقبت کرتے ہیں اکثر خیر باد
کاش ہم انجام کو سوچا کریں — بھول کر بھی ہم کسی کو دکھ نہ دیں

خوانِ نعمت

القصہ شہ نشین اس طرح واقع ہے کہ چاروں طرف اس کے بڑے بڑے وسیع چار کمرے ہیں اور شاہی کمرے کے چاروں طرف چلمنیں پڑی ہوئی ہیں جس کے چاروں کمرے بادشاہ کے زیرِ نظر ہیں۔ چنانچہ ادھر ایک کمرے میں سے دوسرے کمرے میں آ کر کنعانی مہمان کھانا کھانے بیٹھے ادھر بادشاہِ مصر نے پیارے بنیامین کو پسِ چلمن اپنے پاس بُلا کر بٹھایا اور خوانِ نعمت اپنے اور بنیامین کے درمیان رکھ کر فرمایا کہ اے میرے عزیز مہمان! تم اپنی مفصل داستان مجھے سناؤ کہ تم پر کیا گزری ہے۔ پیارے بنیامین نے کہنا شروع کیا کہ ایک میرا ماں جایا بھائی تھا جس کا نام حضرت یوسفؑ تھا اور اس کے حسن و جمال کی کچھ انتہا نہ تھی۔ میرے والد ماجد اس سے بہت محبت رکھتے تھے جس پر سوتیلے بھائی رشک و حسد کرنے لگے۔ اور شکار کے بہانے سے ایک دن میرے بھائی کو جنگل میں لے گئے اور پھر روتے پیٹتے تھوڑی دیر میں واپس آ گئے اور کہا کہ حضرت یوسفؑ کو بھیڑیا لے گیا! بس اس وقت سے ہمارے اوپر کوہِ الم ٹوٹ پڑا اور ہمارا خاندان تباہ ہو گیا۔

بادشاہ مصر نے فرمایا اے عزیز مہمان! میں نے سنا ہے کہ تمہارے سوتیلے بھائی بڑے شہ زور ہیں کہ شیروں کو چیر ڈالتے ہیں۔ کہا کہ حضور بیشک یہ سب کے سب ایسے ہی طاقتور اور شہ زور ہیں اور یہ صفت اللہ تعالیٰ نے شمعون کو بخشی ہے۔ پھر ارشاد ہوا کہ مجھے یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ بھائی تمہارے اتنی قوت والے ہیں کہ بڑے بڑے درختوں کو جڑوں سے اکھاڑ پھینکتے ہیں۔ عرض کیا کہ حضور! ہاں یہ صفت روبیل میں موجود ہے کہ وہ بڑے بڑے درختوں کو جڑوں سے اکھاڑ دیتے ہیں! ارشاد ہوا کہ معزز مہمان! کیا تمہارا بھائی کوئی ایسا بھی ہے جس کی چیخ سے حاملہ عورتوں کے حمل گر جاتے ہیں۔ کہا یہ صفت سب سے بڑے بھائی یہودا میں موجود ہے۔ پھر بادشاہِ مصر نے فرمایا کہ بڑے افسوس کا مقام ہے کہ تمہارے بھائی ایسے ایسے شہ زور ہیں اور اپنے چھوٹے بھائی حضرت یوسف کو ٹھنڈے پیٹوں بھیڑیے کے سپرد کر دیا اور روتے ہوئے گھر چلے آئے۔ آپ کا یہ فرمانا جو کسی ذرا بلند آواز سے تھا، کھانا کھاتے ہوئے دسوں بھائیوں نے بھی سُنا جنھیں بیحد شرمندگی ہوئی۔ پھر حضرت یوسفؑ نے بنیامین سے فرمایا کہ کھانا نوش کیجیے۔ بنیامین نے عرض کیا کہ آپ شروع فرمائیں۔ چنانچہ بنیامین کے کہنے سے کھانا نوش فرمانے کے لئے اپنا ہاتھ نکالا تو ہاتھ کا چمکارا تمام شہ نشینوں میں گیا اور اسی وقت پیارے بنیامین کے دل پر ایک چوٹ لگی اور اسے اپنے بھائی حضرت یوسفؑ کی یاد تازہ ہو

گئی۔ کیونکہ ہاتھ کی شباہت اور اس کی خوبصورتی ہوبہو حضرت یوسفؑ کے ہاتھ کی سی۔ اس وقت تک حضرت یوسفؑ کے خیال میں آنسو بہارہے تھے مگر اب مثال اور شباہت کا درد ان کے دل میں اور پیدا ہو گیا اور دستِ مبارک پر نگاہ پڑتے ہی دونوں ہاتھوں سے کلیجہ تھام لیا اور ایک سکتے کا عالم طاری ہو گیا۔ ہاتھ دیکھتے ہی آخر پھوٹ پھوٹ کر رونے لگے۔

دستِ یوسفؑ جب دکھائی دے گیا ۔۔۔ قلب بنیامین کا بس ہل گیا
ہاتھ کی صورت وہی صورت ہے بس ۔۔۔ حسن کی رنگت وہی رنگت ہے بس
ہوبہو ہے وہی مال جائے کا ہاتھ ۔۔۔ لے گئے تھے جس کو بھائی اپنے ساتھ
چوٹ اک دل پر لگی رونے لگے ۔۔۔ ہاتھ سے صبر و سکوں کھونے لگے
ہاتھ کی آئی ہے وہ سینے میں چوٹ ۔۔۔ آہ! بنیامین ہیں بس لوٹ پوٹ

اظہارِ یوسفؑ

پیارے بنیامین بادشاہِ مصر کا ہاتھ دیکھ کر زار و قطار رونے لگے اور کھانا پینا بھی بھول گئے اور اس بیتابی و مدہوشی کے عالم میں اپنے دل سے طرح طرح کی باتیں کر رہے تھے۔ کبھی کہتے ہیں یہ نقاب پوش بادشاہِ مصر یقیناً میرا بھائی حضرت یوسفؑ ہے۔ کبھی کہتے ہیں کہ بھلا کہاں یوسفؑ اور شہنشاہِ مصر کہاں۔ کبھی بادشاہ کی بے حد تواضع سے یقینی گمان ہوتا ہے کہ یہ حضرت یوسف ہے۔ کبھی اس کے جاہ و جلال سے خائف ہو کر پھر دل بند ہو جاتا ہے مگر ہاتھ کی صورت اور اس کی خوبی دلربا کت صاف بتا رہی ہے کہ یہ یقینی حضرت یوسفؑ کا ہاتھ ہے۔ آخر اسی حالت میں آپ امید و ناامیدی سے شکست کھا کر رونے لگتے ہیں اور آہ یوسف یوسف کہہ کر پچھاڑ کھاتے ہیں اور گر پڑتے ہیں۔ جناب حضرت یوسفؑ پیارے بنیامین کی تمام کیفیت نہایت خاموشی سے دیکھ رہے ہیں اور اپنے دل کو ضبط کرتے ہوئے بالکل دم بخود اور ساکت بیٹھے ہیں تھوڑی دیر میں جب بنیامین کو ہوش آیا تو فرماتے ہیں کہ بنیامین! یہ کیسی بیقراری ہے اور ایسی کیا شے تم نے دیکھی ہے جس سے تمہارا یہ حال تغیر ہوا جارہا ہے۔ بنیامین روتے ہیں اور کہتے ہیں

کیا کہوں کیا میں نے دیکھا اے حضور ۔۔۔ آپ فرمائیں گے دیوانہ ضرور
دستِ عالی نے مجھے بے خود کیا ۔۔۔ میرا سب صبر و سکوں جاتا رہا
شبہ مجھ کو کچھ ہوا ہے اے جناب ۔۔۔ آہ، یوسف ہیں یقینی با نقاب

دے رہا ہے ہاتھ حضرت کا پتا
آپ ماں جائے میرے بھائی ہیں کیا
دل جگر سینہ کلیجہ ہے کباب
اب تو جلدی سے اُلٹ دیجئے نقاب
ہجر کی دل میں نہیں ہے اب سہا
تیر فرقت کے ہوئے ہیں دل سے پار
دیر سے کیوں ہو رہا ہے امتحاں
چھوٹے بھائی کو نہ کیجئے نیم جاں

حضرت یوسفؑ نقاب الٹ کر

دیکھ یوسفؑ کی طرف دل شاد کر
میں ہی یوسفؑ ہوں ترا جانِ پدر
غم الم سب دل سے اپنے دُور کر
ہجر کی آتش سبھی کافور کر

ہو گئے رخصت سبھی فرقت کے دن
آ گئے صد شکر بس راحت کے دن

اُن لپٹے بھائی سے بھائی وہیں
پھول برسانے لگی وہ سرزمین
جب بندھا ہے وصل کا آخر سماں
ہو گیا ہے مرگ شادی کا گماں
بھائی سے بھائی گلے سے مل گئے
ملتے ہی سینے سے دونوں غش میں تھے
ہوش جب آیا تو پھر یہ رنگ ہے
دیکھ کر اک دوسرے کو دنگ ہے
یوسف و بنیامین اک حیرت میں ہیں
لاوی کہتا ہے کہوں کیا تم سے میں

وجد کا سا ایک عالم ہو گیا!
دونوں ماں جائے ہیں بس حیرت زدہ

بڑی دیر میں جب دونوں حقیقی بھائیوں کے دل ٹھیک ہوئے اور دونوں کی طبیعت ذرا ٹھہری تو حضرت یوسفؑ کے اصرار سے بنیامین اور بنیامین کے اصرار سے حضرت یوسفؑ خوانِ نعمت پر بیٹھے اور تناول فرمانا شروع کیا۔ مگر بنیامین کی یہ کیفیت ہے کہ آنکھ جمالِ حضرت یوسفؑ پر گڑ گئی ہے تو لقمہ اٹھاتے ہیں اور مارے خوشی کے ٹپ ٹپ آنسو گرنے لگتے ہیں۔ اور زبانِ حال سے کہتے ہیں :

خواب سمجھوں یا کہ بیداری کہوں
اس مسرت کو میں کیا تشبیہ دُوں
اب تلک دل کو نہیں آتا یقیں
کیا میرا بھائی ہے تو اے ہم نشیں
پھر لپٹ جاتے ہیں یہ کہہ کر شتاب
تیرے قرباں اے شہ والا نقاب

اے خدا تیرا کرم مجھ پر ہوا ؛ تو نے یوسفؑ کو مجھے ملوا دیا
اب تیرا احسان ہو ربِّ غفور باپ سے بھی ان کو ملوا دے ضرور

بنیامین کی تمنّا

جب حضرت یوسفؑ اور بنیامین کھانا تناول فرما چکے تو دیگر برادرانِ کنعانی کو حکم ہوا کہ آپ صاحبان کو علیحدہ علیحدہ مکانوں میں ٹھہرایا جائے گا۔ جہاں آپ کو ہر طرح آرام ملے گا اور کسی قسم کی تکلیف نہ ہوگی۔ نیز تمہارے بھائی بنیامین کو بھی الگ مکان میں اتارا جائے گا۔ پس آپ صاحبان کا جب تک جی چاہے مصر میں رہیں اور تمام ملک مصر کی سیر کریں کنعانی مہمان حکم شاہی سُن کر بحد مسرور ہوئے اور جدا جدا مکانوں میں سب کے سب جا ٹھہرے جن میں پیارے بنیامین کو حضرت یوسفؑ نے اپنے محل سے ملے ہوئے مکان میں ٹھہرایا جن کے پاس اکثر آپ تشریف لاتے اور گھنٹوں آپس میں باتیں چلتی رہتیں اور والد ماجد جناب حضرت یعقوبؑ کا ذکر اذکار اکثر رہتا اور دونوں بھائی آنسوؤں کے دریا بہاتے۔ کچھ عرصہ تک یہی کیفیت رہی اور جملہ برادرانِ یوسفؑ مصر شہر میں مقیم رہے۔ ایک روز یہودا سب سے بڑے بھائی نے سوائے شاہ مصر کے جملہ برادرانِ کنعانی کو اپنے مکان میں طلب کیا۔ چنانچہ سب کے سب بھائی آموجود ہوئے اور پیارے بنیامین بھی حاضر ہوئے اور واپسی وطن کے متعلق یہودا نے بھائیوں سے درخواست کی کہ آپ لوگ نہایت راحت و آرام سے بادشاہ مصر کے دسترخوان پر خدا کی نعمتیں نوش کر رہے ہیں کچھ آپ صاحبان کو بوڑھے والد اور ننھے ننھے بچوں کا بھی خیال ہے کہ اُن پر کیا گزر رہی ہوگی۔ باپ کو بنیامین کا فراق اور بچوں کو تمہاری جدائی کسقدر شاق ہو رہی ہوگی۔ یہ سُن کر یکلخت مصر سے سب کا دل اکھڑ گیا اور اسی وقت یہ مشورہ قرار پاگیا کہ آج حضورِ سلطانی میں چلکر اپنی روانگی کی درخواست کیجائے۔ چنانچہ یہ مشورہ ہوگیا اور سب کے سب بھائی حضورِ سلطانی میں درخواست پیش کرنے کیلئے چل کھڑے ہوئے اور حاضر دربار ہو کر عرض کی کہ حضور سے اب ہم رخصت کی اجازت چاہتے ہیں۔ اور اپنے اہل و عیال اور اپنے والدِ ماجد کے پاس جانے کے خواہشمند ہیں لہذا ہمیں رخصت فرمایا جائے۔

حضورِ سلطانی میں کنعانیوں کی یہ درخواست منظور ہوگئی اور اسی وقت روانگی کے دن اور تاریخ سے انہیں اطلاع دے دی گئی۔ چنانچہ سلام عرض کر کے وہ سب کے سب اپنے مکانوں

میں چلے گئے۔ لکھا ہے کہ بنیامین اپنے مکان میں آکر خفیہ دریچہ سے بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آکر حضرت یوسفؑ کا دامن پکڑ لیا اور رو کر عرض کیا کہ میں آپکے پاس سے ایک لمحہ کے لئے بھی جدائی گوارا نہیں کر سکتا۔ آپ ان سوتیلے بھائیوں کو رخصت فرمادیں اور مجھے اپنی ہی خدمت میں رہنے کی اجازت عطا فرمادیں۔ جناب حضرت یوسفؑ نے فرمایا کیوں؟ کیا تمہارے بیوی بچے نہیں ہیں اور کیا تمہیں ان کی محبت نہیں ہے۔ بنیامین نے عرض کیا۔ بیوی بھی ہے اور تین بچے بھی ہیں۔ جن میں ایک کا نام بھیڑیا ہے' دوسرے کا نام یوسفؑ ہے' تیسرے کا نام خون ہے اور یہ نام ان کے صرف آپ کی محبت اور آپ کی پیاری یادگار میں میں نے رکھے تھے تاکہ آپ کی یاد ہر وقت میرے پیش نظر رہ سکے۔ یہ کہ بھیڑیے نے حضرت یوسفؑ کا خون کیا ہے۔ یہ سن کر جناب حضرت یوسفؑ کی آنکھوں میں آنسو آگئے اور پیارے بنیامین کی سچی محبت سے آپ بیحد مسرور ہوئے۔ فرمایا۔ میں تمہارے بھائیوں سے سب کو رخصت کرنے کا وعدہ کر چکا ہوں۔ مگر خیر دیکھو تمہارے روکنے کے متعلق ایک حیلہ کرتا ہوں جس سے یقیناً تم میرے پاس رہو گے۔ میں تمہارے روک لینے میں زور یا دعویٰ نہیں کر سکتا البتہ کسی حیلے یا بہانے ہی سے تم میرے پاس رہ سکتے ہو۔ اچھا اب تم اس خفیہ راز کی کسی کو خبر نہ کرنا اور خاموش سیر دیکھتے رہنا۔ حضرت بنیامین نے یہ راز پوشیدہ رکھنے کا وعدہ کیا اور کہا؛

کیجیے تدبیر کچھ بہر خدا | ایک دم کو میں نہیں ہونگا جدا
ایک دم فرقت کا اب دشوار ہے | دل میرا مجبور ہے' لاچار ہے
اب نہیں دوری کی طاقت اے اخی | جس قدر ہونی تھی بس وہ ہو چکی

دربارِ خاص

دوسرے روز ایک دربارِ خاص ہوتا ہے جس میں گیارہ کے گیارہ کنعانی مہمان پیش ہوتے ہیں اور حضور سلطانی سے متعدد سوالات پیش ہو رہے ہیں؛

پہلا سوال پیش ہوتا ہے کہ اے کنعانی مہمانو! یہ بتاؤ کہ تم میں سب سے زیادہ محبت گمشدہ یوسفؑ سے کون رکھتا ہے جواب دیا گیا کہ سب سے زیادہ محبت بنیامین کے دل میں ہے۔

دوسرا سوال ہوتا ہے کہ اے کنعانیو! تم میں سب سے زیادہ فراق یوسفؑ میں کس کے آنسو بہے ہیں جواب دیا گیا کہ بنیامین کے بہت آنسو بہے ہیں۔

تیسرا سوال ہوتا ہے کہ تم لوگ جو کنعان سے چل کر آئے ہو یہ بتاؤ کہ ہماری نذر کرنے کے لئے کچھ لائے ہو یا نہیں۔ جواب دیا گیا کہ حضور خاندان بالکل مفلس و محتاج ہو گیا اور ہمارے پاس کھانے تک کو نہیں رہا۔ مجبور و لاچار ہو کر اور حضور کا نام سن کر محض خالی ہاتھ حاضر ہو گئے ہیں اور چاہتے ہیں کہ دربار شاہی سے کچھ امداد مرحمت ہو تاکہ خوش و خرم اپنے اہل و عیال، اپنے ضعیف والد کی خدمت میں پہنچ کر حضور کے دولت و اقبال کو تا زیست دعائے خیر سے یاد کرتے رہیں۔ اس پر بادشاہ نے حکم دیا کہ اچھا تم لوگ اپنے اونٹوں پر غلہ اور نقدی جس قدر بھی لاد سکو لاد لو۔ یہ کہہ کر اناج کی کوٹھیاں اور خزانے کا دروازہ چوپٹ کھول دینے کا حکم دے دیا گیا اور کل تاریخ روانگی مقرر ہوئی۔ اور دربار رخصت ہو گیا۔

برادران حضرت یوسفؑ نہایت خنداں او فرحاں اپنے اپنے مکانوں کو واپس آئے اور اب کل کیلئے ان کے دلوں میں گدگدیاں اٹھ رہی ہیں اور کل کے لئے ایک سانس انہیں پہاڑ معلوم ہو رہا ہے۔ آخر جوں توں کرکے شام ہوئی، رات ہوئی یہانتک کہ صبح نمودار ہو گئی۔

صبح رخصت جب ہویدا ہو گئی — عید کی سی شکل پیدا ہو گئی

آہ! یہ حب وطن کیا چیز ہے — جس سے بڑھ کر بس نہیں ہے کوئی شے

آدمی کی شان ہے حب وطن — آدمی کی جان ہے حب وطن

اے بشر روز ازل کو یاد کر — اے مسافر بھولتا ہے اپنا گھر

ایک حکمت عملی

صبح کو جب غلہ اور روپیہ پیسہ اونٹوں پر لادنے کا وقت آیا اور بھائیوں کو خدا خدا کرکے یہ رخصت کا وقت نصیب ہوا تو حضرت یوسفؑ نے ایک محرم راز خادم کو اپنے پاس بلایا اور اس کے کان میں چپکے سے فرمایا کہ جب غلہ اور خزانہ ان مہمانوں کے اونٹوں پر لادا جا رہا ہو۔ تم خاص ہمارے پانی پینے کا کٹورہ چپکے سے بنیامین کے اونٹ پر جو سامان ہو اس میں رکھ دینا۔ اس پوشیدہ راز کی کسی کو خبر نہ کرنا۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا جسے اللہ تعالیٰ اپنے کلام اقدس میں ارشاد فرماتا ہے۔ فَلَمَّا جَهَّزَهُم بِجَهَازِهِمْ جَعَلَ السِّقَايَةَ فِي رَحْلِ أَخِيهِ

یعنی جب ان مہمانوں کا سامان تیار ہو گیا تو ایک محرم راز نے بادشاہ کے پانی پینے کا کٹورہ بنیامین کے سامان میں چھپا دیا۔

نیز یہ کٹورہ کوئی معمولی کٹورہ نہیں ہے بلکہ یہ سونے کا بنا ہوا ہے جس میں ہزار ہا روپیہ کی تیاری کے جواہرات جڑے ہوئے ہیں اور جناب حضرت یوسفؑ کے پانی پینے کا یہ نہایت بیش قیمت کٹورہ ہے۔ القصہ جب اس قافلہ کا جملہ سامان تیار ہو گیا تو قافلے والوں یا معزز مہمانوں نے بادشاہِ مصر یعنی حضرت یوسفؑ سے روانگی کا اذن مانگا۔ جہاں سے حکم ہوا کہ اچھا رخصت، یہ سنتے ہی گیارہ کے گیارہ بھائی اپنے اپنے اونٹوں پہ سوار ہو گئے اور قافلہ چل نکلا۔

جناب حضرت یوسفؑ انہیں عارضی رخصت دیکر شاہی جھروکوں میں آن بیٹھے اور اب قافلہ کا خوشی خوشی کنعان جانا دیکھ رہے ہیں اور پیارے باپ کیلئے آنسو جاری ہیں۔ نیز جب آپ نے دیکھا کہ قافلہ کنعانی حدودِ مصر سے باہر نکلنے کو ہے فوراً اپنے خاص ایلچی کو حکم دیا کہ چند سوار اپنے ساتھ لیکر کنعانی قافلہ کے تعاقب میں جلدی پہنچو اور اس تمام قافلے کو جلدی ہمارے دربار میں واپس لاؤ کہ ہمیں ان کی نسبت یہ شبہ پیدا ہو گیا ہے کہ وہ ہمارے پانی پینے کا کٹورہ اپنے سامان میں چھپا کر لے گئے ہیں۔ چنانچہ اسی وقت شاہی ایلچی معہ چند سواروں کے کنعانی قافلہ کے تعاقب میں پہنچا اور اس نے بلند آواز سے قافلہ کو روکا اور یہ کہا:

ثُمَّ اَذَّنَ مُؤَذِّنٌ اَیَّتُهَا الْعِیْرُ اِنَّكُمْ لَسٰرِقُوْنَ ؕ یعنی پکارنے والا ایک سوار پکارا اے قافلہ والو! تم لوگ چور ہو! لہذا دربارِ شاہی تک ہمارے ساتھ واپس چلو! آہ یہ خوفناک آواز سن کر قافلہ والوں کے ہوش جاتے رہے۔

قافلہ کنعانیوں کا رُک گیا!
کس خوشی میں گیا کھنی غم کی صدا
تھم گئے اور رُک گئے انکے قدم
گر پڑا ایک ایک پہ کوہِ الم
کس مسرت میں ہوا ہے غم نصیب
ہو چلا تھا شہر کنعان جب قریب
رُک گئے اور مڑکے دیکھا ماجرا!
آرہا ہے مصر کا لشکر چلا!
ہوش پراں ہو گئے ایک ایک کے
ڈر گئے مہمان سارے ڈر گئے
ڈرتے ڈرتے ایک نے بڑھ کر کہا
آپ کا فرمانیں کیا جاتا رہا
چور ہم ہرگز نہیں ہیں اے فتا
کچھ تو ظاہر ہو کہ کیا کھویا گیا

قَالُوْا وَاَقْبَلُوْا عَلَیْهِمْ مَّاذَا تَفْقِدُوْنَ ۝

یعنی کنعانیوں نے ان آواز دینے والوں سے کہا کہ تم کس شے کے متلاشی ہو۔ اور تمہاری کیا چیز جاتی رہی ہے

قَالُوْا نَفْقِدُ صُوَاعَ الْمَلِكِ وَلِمَنْ جَآءَ بِهٖ حِمْلُ بَعِيْرٍ وَّاَنَا بِهٖ زَعِيْمٌ ۝

یعنی ان شاہی سواروں یا ان آواز دینے والوں نے کہا کہ شاہی کٹورہ ہم کو نہیں ملتا ہے جس کے لئے ہمیں حکم ہے کہ جو کوئی اسے برآمد کرے گا وہ ایک بھرے اونٹ کا غلہ انعام پائے گا اور اس کو انعام دلوانے کے ہم ضامن ہیں۔

سن کے یہ مغموم سب ایسے ہوئے　　ہوش اور عقل و خرد سب چل بسے
ایک سکتے کا سا عالم ہو گیا　　جاتے جاتے قافلہ کیسا ٹھہرا!
گھر کی دھن تھی اور وطن کی سدھ تھی　　کیا کڑی منزل یہ اس میں آ پڑی
ہائے کیا رستہ میں گھیرا پڑ گیا　　مصر کا سارا مزا جاتا رہا!
غم الم سے سب خوشی بدلی وہیں　　اور نکلی سب کے تلووں سے زمیں

قافلے کی معذرت

کنعانی قافلہ کو جب مصری سواروں نے چاروں طرف سے آن گھیرا تو وہ سخت پریشان ہوئے اور آپس میں حیرت زدہ ہو کر کہنے لگے کہ حاشا وکلا ہم میں سے تو کسی نے ایسا نہیں کیا ہے کہ شاہی کٹورہ اپنے سامان یا اسباب میں چھپایا ہو۔ یہ ان سواروں کی محض تہمت اور الزام ناحق معلوم ہوتا ہے۔ آخر کار آپس میں یہ اپنی برأت اور بے گناہی سے مطمئن ہو کر مصری سواروں کی طرف مخاطب ہوئے اور کہا: قَالُوْا تَاللّٰهِ لَقَدْ عَلِمْتُمْ مَّا جِئْنَا لِنُفْسِدَ فِي الْاَرْضِ وَمَا كُنَّا سٰرِقِيْنَ ۝

ترجمہ: چور ہم ہرگز نہیں ہیں زینہار　　جانتا ہے ہم کو بس اک اک سوار
مصر میں ہم اس لئے آئے نہیں　　تاکہ فتنے میں پڑے یاں کی زمین
ہم کو چوری سے نہیں کچھ واسطہ　　ہم کو فتنہ سے نہیں مطلب ذرا
نذر شاہی گھر سے واپس لائے ہم　　اور امانت دار بس کہلائے ہم
ہم پہ چوری کا گماں ممکن نہیں
جس کا بس شاہد ہے رب العالمین

اے مصری سوارو! تمہیں یاد ہو گا کہ سب سے پہلے ہم نذر شاہی میں پیش کرنے کے لئے جو کچھ قدر قلیل نذرانہ لائے تھے اور تمہارے ملازمین شاہی کے سہو سے ہمارے اسباب میں بندھا

ہوا واپس چلا گیا تھا وہ بجنسہٖ بادشاہِ مصر کی حضوری میں لا کر ہم نے دوبارہ پیش کر دیا۔ نیز حسبِ وعدہ بنیامین کو حضورِ سلطانی میں لا کر حاضر کر دیا جس سے بادشاہ کے ملک میں ہم نہایت امانتدار اور قول و قرار کے پورے ثابت ہوئے اور ہمارا بیحد وثوق ہوا اور ہم نہایت امین کہلائے۔ پس ایسا کب ہو سکتا ہے کہ ہم واقعی امین و امانت دار ہو کر چوری کریں گے اور بادشاہ کے پانی پینے کا کٹورہ اپنے اسباب میں چھپا لیں گے۔ کنعانیوں کے اندر معذرت اور ان کی انتہائی لجاجت سن کر مصری سوار کہتے کیا ہیں: قَالُوْا فَمَا جَزَآؤُهٗۤ اِنْ كُنْتُمْ كٰذِبِيْنَ ۝

یعنی اے کنعانی باشندو! اور اے پردیسی مسافرو! اگر تم اپنی امانتداری کے اس دعویٰ میں جھوٹے ثابت ہوئے، یہ بتاؤ کہ اس کو کیا سزا ملنی چاہیے؟ یہ سن کر کنعانی نہایت برہم ہوئے اور اس خیال سے انہیں اور بھی زیادہ غصہ آیا کہ ہم نے اتنی لجاجت اور اتنی معذرت کی لیکن یہ بولے تو پھر وہی مرغی کی ایک ٹانگ!! افسوس ان بے رحموں پر کہ ہماری بات کا ان کے دلوں پر اثر نہیں ہوا اور یہ اس طرح ہم کو چور اور جھوٹا بنا رہے ہیں؛ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّاۤ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ۔ آخر غصے میں آکر یہ کہہ اٹھے، قَالُوْا جَزَآؤُهٗ مَنْ وُّجِدَ فِیْ رَحْلِهٖ فَهُوَ جَزَآؤُهٗ ۔

یعنی اس کی سزا یہ ہے کہ جس کے اونٹ یا جس کے سامان میں سے شاہی کٹورہ برآمد ہو وہ شخص مع اونٹ اور مع اسامان کے بحق بادشاہ ضبط کر لیا جائے اور اُسے ہرگز نہ چھوڑا جائے۔ اور یہی ہمارے والد ماجد حضرت یعقوبؑ کی شریعت کا قانون ہے اور سارق بحق مالک! ایک سال کیلئے غلام بن کر رہے اور کہیں نہ جا سکے۔ جیسے خدا تعالیٰ فرماتا ہے:

كَذٰلِكَ نَجْزِی الظّٰلِمِيْنَ۔ یعنی ظالموں اور چوری کرنے والوں کی یہی سزا ہے۔

غرضیکہ مصری سواروں کے سردار یا اس شاہی ایلچی نے کنعانیوں سے کہا چونکہ ہماری طرف سے آپ لوگوں پر چوری کا الزام ہے اور آپ لوگوں نے بحالت برآمدگیٔ مال اپنے لئے سزا بھی مقرر کر لی ہے لہٰذا اب آپ بادشاہِ مصر کی خدمت میں چلیں تاکہ ہمارا اور آپ کا مدلل انصاف ہو اگر ہم سچے ہیں تو آپ کو سزا ملیگی اور اگر آپ سچے ہیں تو ہم سزا پائیں گے چلئے تشریف لے چلئے۔

ستم ہے کہ کنعان کا قافلہ غضب ہے کہ وہ چور بن کر چلا

حراست میں مہمان آئے سبھی! انوکھی یہ چوری کی تہمت لگی!

ابھی جن کے اعزاز کی دھوم تھی ابھی مہر تھی جن پہ بس شاہ کی

ابھی اب میں وہ چور خائن ہوئے | سواروں کے پہرے میں لئے چلے
کبھی غیظ اور غضب میں ہے تھرتھری | کبھی غم میں ہے آنسوؤں کی لڑی
چلے مصر کو غیظ و غم میں بھرے | جنہیں دیکھتے ہیں پرے کے پرے
غرض رفتہ رفتہ یہ پہنچے وہاں | جہاں ہونے والا تھا اک امتحاں

قافلے کی روانگی

کنعانی معزز مہمانوں کا ذیشان قافلہ ایک نہایت ہتک اور اہانت کی صورت میں اندرون مصر داخل ہوتا ہے جہاں کی مخلوق حیرت میں ہے اور سخت تعجب کی حالت میں خوفزدہ ہو رہی ہے کہ الٰہی یہ معاملہ کیا ہے۔

افسوس ایسے ذی شان و معزز مہمان کیسے عتاب شاہی میں آگئے۔ اُن سے کیا تقصیر بن آئی۔ غرضیکہ یہ قافلہ شاہی محلات کے قریب پہنچا جبکہ حضرت یوسف پہلے ہی سے ان کے منتظر کھڑے تھے وہاں پہنچتے ہی شاہی ایلچی یا سواروں نے عرض کیا۔ حضور کا طلبیدہ کنعانی قافلہ حاضر ہے آپ نے فرمایا اے کنعانی باشندو! معاف کرنا۔ ہمیں تمہاری نسبت کچھ شبہ واقع ہو گیا ہے جس کے رفع کرنے کیلئے ہم نے تمہیں واپس طلب کیا ہے اور وہ یہ ہے کہ ہمارے پانی پینے کا کٹورہ گم ہے کہیں اس کا پتہ نہیں۔ خیال ہوتا ہے کہ مبادا تمہارے سامان میں نہ رکھا گیا ہو۔ اس لئے ہم چاہتے ہیں کہ تم لوگوں کے سامان کی تلاشی لیکر اپنا اطمینان کر لیں۔

کنعانیوں نے اپنی سچائی اور امانت داری کے زعم میں نہایت سینہ سپر ہو کر جواب دیا کہ ضرور ہماری تلاشی لی جائے اور جس کے سامان میں سے حضور کا کٹورہ نکلے اسے اپنی غلامی میں لے لیا جائے یہ سن کر حضرت یوسفؑ تلاشی کا حکم دیتے ہیں۔ مگر سب سے پہلے بھائیوں کی تلاشی کا حکم دیتے ہیں۔ چنانچہ بحکم شاہی تلاشی شروع ہوتی ہے جیسے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

فَبَدَاَ بِاَوْعِيَتِهِمْ قَبْلَ وِعَاءِ اَخِيْهِ۔ یعنی اپنے بھائی بنیامین کی تلاشی لینے سے پہلے دوسروں کی تلاشی شروع کی۔ یہ بھی لکھا ہے کہ سب سے پہلے شمعون کی تلاشی ہوئی۔ مگر اس کے پاس سے سوائے اسکے اپنے سامان کے جو بادشاہ نے اسے مرحمت فرمایا تھا کچھ برآمد نہ ہوا اور کٹورہ وغیرہ کا تو ذکر ہی کیا ہے۔ جب شمعون کے سامان میں سے کٹورہ برآمد نہ ہوا تو بادشاہ نے حکم دیا کہ اچھا اب ہمیں اطمینان ہو گیا اور تمہاری طرف سے چوری کا جو شبہ ہمارے دل میں ہوا تھا وہ جاتا رہا۔ اب

ہم تلاشی موقوف کرنے کا حکم دیتے ہیں۔ یہ سُن کر شمعون کا سُرخ چہرہ پھیل پڑتا ہے اور کہتا ہے:

اب نہیں یہ ہو سکے گا اے حضور — ہم تلاشی آپ کو دیں گے ضرور!
اب نہ ہم یاں سے ہٹیں گے زینہار — جب تلک عزت نہ کر لیں برقرار
دیں گے ایک اک کی تلاشی آپ کو — اب تو یہ ہی ٹھان لی بس کچھ بھی ہو
لیجیے سب کی تلاشی لیجیے — سُرخ رُو جلدی سے سب کو کیجیے
آلِ اسرائیل ہیں ہم اے جناب — ہم سے یہ ممکن نہیں ہے ارتکاب
سُرخ رو ہو کر ہٹیں گے یاں سے ہم — اس لئے آئے نہیں کنعاں سے ہم
ہم سے یہ ذلت نہ جھیلی جائے گی — اک کٹورے کی ہمیں تہمت لگی
حیف ہے اپنے لئے صد حیف ہے — مصر میں آکر ہمیں چوری لگے

مہربانی کیجیے ہم پر حضور!
لیجیے سب کی تلاشی بالضرور

چنانچہ بادشاہِ مصر نے کنعانیوں کے اصرار پر مزید تلاشیوں کا حکم دیا۔ اور پھر یہودا کے اسباب کی تلاشی لی گئی جس میں کٹورہ برآمد نہ ہوا۔ روبیل کی تلاشی ہوئی اس میں سے بھی کچھ نہ نکلا۔ غرضیکہ یکے بعد دیگرے دسوں سوتیلے بھائیوں کی تلاشی لی گئی جن میں ایک کے پاس سے بھی شاہی کٹورہ نہ نکلا اور دسوں کے دسوں نہایت سُرخرو ثابت ہوئے جس پر شاہی حکم صادر ہُوا کہ ہمیں اطمینان ہو گیا کہ آپ لوگ سارق نہیں ہیں اور آپ نے ہمارے پانی پینے کا کٹورہ نہیں چھپایا۔ پس ہم آپ کو چھوڑتے ہیں اور وطن جانے کی اجازت دیتے ہیں اور گیارھویں بھائی کی تلاشی موقوف کرتے ہیں کیونکہ جب دس بھائیوں کے سامان سے ہمارا کٹورہ نہیں نکلا تو گیارھویں کے سامان سے کیا نکلے گا۔ جاؤ ہم معاف کرتے ہیں۔ اس پر دسوں بھائی نہایت برہم ہوئے اور غصہ میں آکر کہا:

یہ نہیں ہوگا، نہیں ہوگا کبھی — لیں تلاشی آپ بنیامین کی
دس کی جبکہ لی تلاشی آپ نے — گیارھوں یہ کیوں تلاشی سے بچے
جائزہ اس کا بھی لیجے اے حضور — ورنہ یہ اس پہ کرے گا بس ضرور
ہم کو طعنہ مارے گا کنعان میں — مدح یہ گائے گا اپنی شان پہ
فخریہ ہم پہ کرے گا اس قدر — جس سے ہم ہو جائیں گے زیر و زبر
ہو نہیں سکتی ہے یہ ہم کو سہار — مصر میں عزت ہوا اس کی برقرار

لیجئے اس کی تلاشی لیجئے ! سُرخ رو ہم سب کو یکساں کیجئے

بنیامین کا جائزہ

حضرت یوسفؑ نے اپنے سوتیلے بھائیوں کے اصرار کو یہ کہ بنیامین کی تلاشی ضرور لیجائے غور سے سُنا اور اپنے دل میں کہا کہ تم کب اس کی یا اس کے بھائی یوسفؑ کی عزت و توقیر گوارا کر سکتے ہو فرمایا کہ اچھا ہم اس کی تلاشی لیں گے۔ اللہ تمہاری اور اس کی شرم رکھے۔ یہ کہہ کر خدام شاہی بنیامین کے سامان کی تلاشی میں مصروف ہوگئے اور تمام مخلوق کی آنکھوں کے سامنے دیکھتے آنکھوں تھوڑی سی دیر میں وہ شاہی بیش قیمت کٹورہ بنیامین کے سامان سے نکل آیا۔

ثُمَّ اسْتَخْرَجَهَا مِنْ وِّعَاءِ اَخِيْهِ ۔ یعنی بنیامین کے اسباب میں سے وہ کٹورہ برآمد ہو گیا۔ آہ جس کے دیکھتے ہی تمام بھائیوں کے تلووں کے نیچے سے زمین نکل گئی۔

رنگ سارے بھائیوں کے فق ہوئے
سب کے بس ہوش و خرد جاتے رہے
عقل زائل ہوگئی ایک ایک کی
اور لبوں پر سب کے خشکی آگئی
اس قدر ان کو ہوئی شرمندگی
تلخ گویا ہوگئی بس زندگی
کیسے دریائے ندامت میں گرے
کیسے سر کنعانیوں کے جھک گئے
دیر تک سکتے کا عالم ہو گیا !
دیر تک ان پہ رہا محشر بپا !
اور پھر سنبھلے تو یوں سنبھلے سبھی
ننھے سے بھائی کی شامت آگئی
ہو کے برہم پل پڑے اس پہ تمام
اور کیا بنیامین سے پھر یہ کلام
کیا غضب تو نے کیا یہ کیا ستم
آل اسرائیل کا کھویا بھرم
خاک میں تو نے ملا دی آبرو !
سیف کی چوری کی تو نے جستجو !
تو نے رسوا کر دیا ہم کو ستم
تو نے یہ کیسا دیا ہم کو الم
ہائے کیا پردیس میں عزت گئی
ہائے کیسی ہم کو رسوائی ہوئی
آخر ش بھائی اسی یوسفؑ کا تھا
جس نے ہم کو اس سے پہلے دکھ دیا
بس یہی امید ہم کو تجھ سے تھی !
خوب تو نے آج ذلت ہم کو دی

بنیامین

میں نہیں کچھ جانتا یہ کیا ہوا
میں نہیں واقف کہ یہ کیا ہو گیا

یہ کٹورہ میں نے رکھا ہو اگر
ہاتھ جل جائیں میرے بس زودتر
اس میں ذرہ بھر نہیں میری خطا
کام یہ کس نے خدا جانے کیا!

سوتیلے بھائی

یہ کٹورہ تو نے جب رکھا نہیں
پھر کہاں سے آگیا اے ہم نشیں
ہاتھ جب تیرا نہیں اس کو لگا
اونٹ پر تیرے یہ اُڑ کیونکر گیا
واقعی تو نے چرایا ہے اسے
واقعی تو نے چھپایا ہے اُسے

بنیامین

لو سنو اے بھائیو اس کا جواب
اپنے دل میں تم نہ کھاؤ پیچ و تاب
جس نے اونٹوں پر وہ سکے تھے دھرے
اس نے ہی رکھا کٹورہ بیش و کم
تم نے چوری کی تو بس میں نے بھی کی
تم اگر ہو شاہ تو میں بھی وہی
مجھ کو ناحق تم نہ یوں رسوا کرو
بلکہ سب اللہ سے ڈرتے رہو
جیسے تم اس مرتبہ تھے بے قصور
بے خطا ہوں اس دفعہ میں بھی ضرور

بنیامین کی گرفت

جب سب سے پچھلی اور آخری تلاشی میں بادشاہ مصر کے پانی پینے کا کٹورہ بنیامین کے سامان سے نکل آیا تو حسب قرار داد یہ لازمی ٹھہرا کہ بنیامین کو بادشاہ مصر ایک سال کے لئے اپنی غلامی میں لے لیں۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ جب حضرت یوسفؑ اپنی تدابیر اور حکمت عملی میں کامیاب ہوگئے اور کٹورہ چھپانے کا راز بالکل پوشیدہ اور حسب منشا مخفی رہا جسے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

كَذٰلِكَ كِدْنَا لِيُوْسُفَ ۭ مَا كَانَ لِيَاْخُذَ اَخَاهُ فِيْ دِيْنِ الْمَلِكِ اِلَّآ اَنْ يَّشَاۗءَ اللّٰهُ ۭ نَرْفَعُ دَرَجٰتٍ مَّنْ نَّشَاۗءُ ۭ وَفَوْقَ كُلِّ ذِيْ عِلْمٍ عَلِيْمٌ

یعنی ہم نے حضرت یوسفؑ کو یہ کامیاب تدبیر بتائی۔ ورنہ مصر کے قانون کی رو سے وہ اپنے بھائی بنیامین کو ایک لحظہ کے لئے بھی نہیں روک سکتے تھے اور اللہ کو منظور ہوتا تو اور بہت سی باتیں ممکن تھیں۔ بس ہم جس کو چاہتے ہیں جس تدبیر میں اس کے درجے بلند کرتے ہیں اور ہر جاننے والے سے زیادہ جاننے والا موجود کر دیتے ہیں۔

یہاں یہ بات بھی معلوم ہونی چاہیئے کہ ملک مصر کا کیا قانون تھا جس کی رُو سے حضرت یوسفؑ اپنے بھائی بنیامین کو نہیں روک سکتے تھے۔ وہاں کا قانون یہ تھا کہ چور نے اگر پیسہ کی چیز چرائی ہے تو اس سے دو پیسہ جرمانہ وصول کئے جاتے تھے اور اس کو تازیانے لگا کر شہر سے نکال دیا جاتا تھا۔ پس اگر مصری سزا پیارے بنیامین کو ملتی تو مقصود اصلی فوت ہو جاتا اور بنیامین پیارے بھائی کے پاس رہ نہیں سکتے تھے اس لئے اللہ تعالیٰ نے ایسی سزا مقرر فرمائی۔

القصہ جب وہ شاہی کٹورہ بنیامین کے اسباب میں سے برآمد ہوا تو حضرت یوسفؑ نے کنعانیوں کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا، بڑے افسوس کا مقام ہے کہ آپ لوگ اپنے کو پیغمبر زادہ بتائیں اور آلِ اسرائیل کہیں اور افعال آپ کے ایسے شرمناک ہوں۔ یہ سُن کر کنعانی اور بھی زیادہ دریائے ندامت میں غوطہ زن ہوئے اور اپنی ذات کی بریت کی طرف متوجہ ہوئے۔ کہا کہ اے بادشاہ! ایک مچھلی سارے جل کو گندہ کر دیتی ہے ہم میں بنیامین ہی ایک السابد نام کنندہ رہ گیا ہے جس نے اس پلے دیس میں ہمیں رُسوا کیا اور ہمیں منہ دکھانے کی جگہ باقی نہ رکھی۔ خیر جاتا کہاں ہے اس سے ہم سمجھیں گے اور اس کو شاہی کٹورہ چرانے کا پُورا پُورا مزہ چکھائیں گے اور حضور! اس کی خطا نہیں ہے بلکہ درحقیقت اس کی ماں راحیل ایک ایسی عورت تھی جس کی اولاد فطرتاً سب کو ستانے والی اور آزار دینے والی پیدا ہوئی۔ اس سے پہلے اس کا ایک حقیقی بھائی حضرت یوسفؑ تھا وہ بھی اسی طرح سب کو مصیبت میں ڈالتا رہا۔ وہ تو یہ خیریت ہوئی کہ بچپن ہی میں اسے بھیڑیا کھا گیا ورنہ اس سے بھی زیادہ ضرر رساں ہوتا اور ہم لوگوں کو تکالیف میں مبتلا کرتا۔ نیز وہ بھی بڑا چور تھا جیسے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، قَالُوْٓا اِنْ یَّسْرِقْ فَقَدْ سَرَقَ اَخٌ لَّهٗ مِنْ قَبْلُ ۚ

یعنی کنعانیوں نے کہا کہ اس نے چوری کی تو کوئی نئی بات نہیں ہے اس سے پہلے اس کا حقیقی بھائی بھی چوری کر چکا ہے۔ یہ سُن کر حضرت یوسفؑ بہت غمگین ہوئے اور آپ نے چاہا کہ کنعانیوں کو جواب دیں۔ فَاَسَرَّهَا یُوْسُفُ فِیْ نَفْسِهٖ وَلَمْ یُبْدِهَا لَهُمْ ۚ

یعنی حضرت یوسفؑ نے جواب دینا چاہا مگر اس کو اپنے دل میں رکھا اور ان پر ظاہر نہ ہونے دیا۔ صرف اتنا ضرور کہا۔ قَالَ اَنْتُمْ شَرٌّ مَّكَانًا ۚ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا تَصِفُوْنَ ۝

یعنی حضرت یوسفؑ نے ان لوگوں نے کہا کہ تم بڑے بُرے لوگ ہو۔ نیز اللہ ہی خوب جانتا ہے۔ اس کے بھائی نے کیا کیا تھا اور وہ کیسا تھا۔

یہ کہہ کر حضرت یوسفؑ نے بنیامین کو بطور گرفت کے اپنی بیٹھک میں طلب فرمالیا۔ اور

کنعانیوں کو حکم دیا کہ جاؤ اپنے والد سے جا کر کہہ دو بنیامین کو بادشاہِ مصر نے روک لیا۔ پھر جس وقت بنیامین کو ملازمین شاہی دربار میں لے کر چلے ہیں تو بھائیوں کے دل اِس گرفتاری سے بھر آئے اور آپس میں ایک دوسرے کو دیکھ کر رونے لگے۔

آج بنیامین تیرے واسطے — تیرے سوتیلے بھی تجھ کو رو دیئے
گو ہے سوتیلا مگر بھائی ہے تو — ہو رہائی کی کیونکر جستجو!
چھا گیا ایک ایک پر رنج وتعب — سخت غصے میں بھر آئے سب کے سب
سُرخ چہرہ ہو گیا ہر ایک کا — دیکھیے کرتے ہیں کیا محشر بپا
آلِ یعقوبی وہ غصے میں بھری! — چھوٹ گئی ہے غیظ میں اک تھرتھری
آہ بنیامین! یہ کیا ہو گیا! — تجھ کو اپنے ہاتھ سے کیوں دیدیا
کاٹتے ہیں اپنے ہاتھوں کو سبھی — آہ یہ کیسی مصیبت آپڑی
باپ کو کیا منہ دکھائیں گے بھلا — کھو کے بنیامین کو جائیں گے کیا
ہم نہ جائیں گے نہ جائیں گے کبھی
ساتھ بس جب تک نہ ہو گا اے اخی

کنعانیوں کا غصہ

جب حضرت یوسف نے دیکھا کہ بنیامین کی گرفتاری سے اس کے سوتیلے بھائی سخت غصے میں بھر گئے ہیں اور ان کو یہ امر بھی نہایت ناگوار ہے۔ نیز جناب حضرت یوسف اپنے سوتیلے بھائیوں کے غصے سے بھی خوب واقف ہیں۔ الغلمت بِللہ غضب کیا ہے، ایک قیامت ہے۔ کیونکہ یہ غیظ میں آکر کوئی چنگھاڑتا ہے تو مخلوق کے پتے پھٹ جاتے ہیں۔ نیز غصے میں آکر ان کے بدن کے بال کھڑے ہو کر لوہے کے کانٹوں کی طرح کپڑے پھاڑ کر باہر نکل آتے ہیں اور ان سے خون ٹپکنے لگتا ہے اور ان کی آنکھوں میں سے آگ کے شعلے نکلنے شروع ہو جاتے ہیں۔

غرضیکہ اس خوفناک غصے اور غیظ و غضب کے آثار دیکھ کر حضرت یوسفؑ ڈر گئے اور جلدی سے آنے والی آفت کو روکنے کے لئے آپ نے تدبیر سوچی اور اپنے فرزند حضرت افراہیم کو اپنے پاس بُلا کر حکم کر دیا افراہیم حضرت یوسف کے فرزند ہیں اور والدہ اس بیچارے کی حضرت زلیخا ہیں اور عمر ان کی اس وقت پانچ سال کی ہے جو والد ماجد کے تختِ شاہی کے پاس کھڑے ہیں جن کو حضرت

یوسفؑ اپنے قریب بلا کر ہدایت کرتے ہیں کہ اے توءمین جس وقت تمہیں اشارہ کروں اور جس کی طرف اشارہ کروں فوراً اس کی پشت پر جاکر اپنا ہاتھ لگا دینا اور جلدی سے میرے پاس چلے آنا۔ صاحبزادے جناب حضرت یوسفؑ کے حکم کی تکمیل کے لئے بالکل آمادہ اور تیار کھڑے ہیں۔ ادھر کنعانیوں پر ایک رنگ آتا ہے اور ایک رنگ جاتا ہے۔ نیز ان کا ہوش یہاں تک رخصت ہو رہا ہے اور یہاں تک ششدر ہو رہے ہیں جس کی انتہا نہیں۔ روئیل غصے میں بھرا ہوا ہے اپنے دیگر نو بھائیوں سے کہتا ہے کہ صرف مجھ اکیلے کو مصر کی تمام مخلوق پر چھوڑ دو۔ تاکہ ان سب کو اپنی چیخ سے ہلاک کر دوں۔ اور تم نو بادشاہ پر زور کرکے اسے ہلاک کر دو۔ یا بادشاہ کو مجھے دے دو اور تم تمام مخلوق پر نپٹ لو۔ بہرحال جو کچھ کرنا ہے وہ اس وقت کرلو اور اپنے بھائی بنیامین کو اپنے ساتھ لیکر یہاں سے چلو۔ اور اب ایک لحظہ کے لئے اسے نہ چھوڑو اور خود بھی ایک لحظہ یہاں نہ ٹھہرو۔

یہ سُن کر نو بھائیوں نے اسے سمجھایا اور کہا دیکھو اتنے سخت جوش انتقام کا وقت نہیں ہے۔ بادشاہ نے اگرچہ ہمارے بھائی کو ہمارے ہی قانون کے مطابق ایک سال کیلئے لے لیا ہے مگر ساتھ ہی اس کے وہ ہمارا محسن بھائی بھی تو ہے دیکھو کیسے کیسے اس نے ہمارے ساتھ احسان کئے ہیں۔ بھائیوں کی اس نصیحت پر روئیل اور زیادہ برہم ہوا اور غصہ میں آکر نو بھائیوں کو جھڑک دیا اور کہا دور ہو جاؤ اور میرے سامنے سے چلے جاؤ۔ حاشا وکلا میں اپنے بھائی بنیامین کو چھوڑ کر رہوں گا۔

مجھ سے یہ ہرگز نہ دیکھا جائے گا — آہ بنیامین یاں قیدی بنا
باپ کو جاکر کیا دوں گا جواب — عزت اپنی کس قدر ہوگی خراب
منہ دکھانے کو جگہ ہوگی نہیں! — کچھ نہ بن آئے گی اس دم بالیقیں
اس سے بہتر ہے یہیں ہم مر رہیں — ورنہ بنیامین کو لے کر چلیں!
زور و طاقت اپنی کب کام آئیگی — آج کی مشکل نہ جب حل ہو سکی
سُن کے یہ روئیل سے، شرما گئے — بھائی بھی غصے میں سب گرما گئے
دیکھ کر یہ حال یوسفؑ ڈر گئے — تخت پر بیٹھے ہوئے تھرا اٹھے
اور کہا دل میں الٰہی خیر ہو — آ گیا ہے جوش بس روئیل کو
دیکھئے ہوتی ہے کیا آفت بپا — رحم فرما مجھ پر اے میرے خدا

غصے کا آنا

حضرت یوسفؑ نے جب دیکھا کہ روئیل سخت برہم ہو رہا ہے اور اس کے گرمانے سے

دیگر بھائی بھی سخت غصے میں بھر آئے۔ خوف زدہ ہوئے کہ اتنے میں روئیل بادشاہ مصر اور مخلوق کیطرف متوجہ ہوا جس کے تمام جسم کے بال لوہے کے کانٹے بن کر کپڑے پھاڑتے ہوئے باہر آگئے اور ان میں سے خون ٹپکنے لگا اور آنکھوں میں سے آگ کے شعلے نکلنے لگے۔ اور پھر روئیل چاہتا تھا کہ ایک چیخ مار کر سب کو ہلاک کر دے کہ اتنے میں حضرت یوسفؑ نے اپنے فرزند افراہیم کو روئیل کیطرف اشارہ کیا۔ نور نظر افراہیم پیچھے سے آئے اور آہستہ سے روئیل کی پشت پر ہاتھ رکھ کر تخت شاہی کے پاس چلے گئے۔

نکتہ

آل اسرائیل کا غصہ مشہور تھا مگر ساتھ ہی اس کے آثار بھی اس غصے کا ان کی آل میں موجود تھا یعنی یہ کہ جب کوئی ان میں سے غصہ میں بھر جاتا تھا تو ان کی اولاد میں سے کوئی چھوٹا یا بڑا اس کی کمر پر ہاتھ رکھ دیتا تھا جس سے غصہ کرنیوالا بالکل ٹھنڈا ہو جاتا تھا اور وہ مثل پانی کے ہو کر رہ جاتا تھا۔

غرضیکہ یہاں بھی ایسا ہی ہوا۔ روئیل انتہائی جوش میں بھرا ہوا تھا۔ چاہتا تھا کہ تمام دربار حضرت یوسفؑ کو پلٹ دے۔ ہر چند چیخنا چاہتا تھا مگر آواز نہیں نکلتی۔ بجائے غصہ کے پانی پانی ہو گیا۔ آنکھیں بجائے شعلہ کے آنسو ٹپکا رہی ہیں۔ بال بجائے آہنی خار ہونے کے سردی پا کر مرجھا گئے ہیں۔ آخر روئیل اپنی دگرگوں حالت دیکھ کر اپنے ہاتھ کاٹ لیتا ہے اور حیرت زدہ ہو کر چاروں طرف دیکھتا رہ جاتا ہے۔

روئیل کی حالت دگرگوں دیکھ کر یہودا سخت برہم ہوتا ہے اور اسے نفریں کرتا ہوا خود آگے بڑھتا ہے اور آنکھوں سے آگ کے شعلے نکالنا چاہتا ہے کہ ایک چیخ مار کر سب کو ہلاک کر دے کہ اتنے میں شاہی اشارے سے وہی حسین افراہیم پیچھے سے آتا ہے اور یہودا کی پشت پر ہاتھ رکھ کر جلدی سے تخت کے پاس جا کر کھڑا ہو جاتا ہے۔ اب جو یہودا اپنے آپ کو دیکھتا ہے تو مثل ٹھنڈے پانی کے وہی کیفیت پاتا ہے جو اس سے پہلے روئیل بھائی کی کیفیت ہوئی تھی۔ دم بخود اور ساکت ہو کر اپنی رانیں پیٹ لیتا ہے۔

نظم

ہے کوئی اولادِ یعقوبی یہاں! | جس نے مجھ کو چھو لیا ہے بے گماں
کیا ہوا ہیہات وہ غصہ مرا | برف میں کس نے مجھے نہلا دیا
کس نے رکھا ہاتھ میری پشت پر | حال یہ کس نے کیا زیر و زبر
کون ایسا آ گیا آخر یہاں | آلِ اسرائیل ہے جو بے گماں!
عقل میری دنگ ہے حیران ہے | بن نہیں آتی ہے کچھ، میں کیا کروں

یہودا کے یہ عاجزانہ فقرے سن کر شمعون کے دل میں جوش پیدا ہوا اور اب اس نے بھی غیظ و غضب کا ایک آخری حملہ کرنا چاہا۔ چنانچہ شمعون کے مارے غصہ کے وہی حالت ہو گئی۔ اور اسی طرح آگ کے شعلے اس کی آنکھوں سے بھی نکلنے لگے اور اس نے ایسے خوفناک حملے کا ارادہ کیا جو پہلے دونوں حملوں سے بڑھا ہوا تھا اور اب اس حملے کا غصہ بھی پہلے دونوں بھائیوں کے غصہ سے بڑھ گیا ہے اور یہ انتہائی غیظ و غضب میں آکر اور آگ بگولا ہو کر خود بادشاہ مصر کو ہلاک کرنے کے ارادہ سے آندھی اور مینہ کی طرح تخت کی جانب بڑھتا ہے اور قریب ہے کہ تخت شاہی پر چڑھ آئے اور پیارے حضرت یوسف پر حملہ کر بیٹھے۔ شمعون کی یہ حالت دیکھ کر حضرت یوسف انہی کے بھائی تھے، نہ رہ سکے۔ فوراً تخت سے اتر کر سامنے آئے جن کے چہرے پر نقاب پڑی ہوئی ہے۔ شاہانہ ٹھاٹھ ہے اور نہایت استقلال سے آتے ہیں اور آپ نے شمعون کے دونوں ہاتھ پکڑ کر اس طرح زمین پر لٹا دیتے ہیں۔ جیسے کسی بچہ کو کوئی لٹا دیتا ہے۔ پھر جوش میں آکر فرماتے ہیں۔

تم نے اے کنعانیو سمجھا ہے کیا ! اور تمہارے جوش سے ہوتا ہے کیا
اپنی قوت پر ہے تم کو کیا گھمنڈ ! سارے کر دوں گا تمہارے کھیل بھنڈ
اور کچھ غصہ دکھاؤ اب تم ! اور کوئی ڈھنگ لاؤ اپنا تم
چیخ سے غارت کرو مخلوق کو میں بھی دیکھوں تم بہادر کیسے ہو
اور شہ زوری کی دکھلا دو بہار میں بھی دیکھوں کس قدر ہو زوردار
ختم کر دوں آج سب جوش و خروش اور دیکھیں کس کے پھر اڑتے ہیں ہوش
غالب و مغلوب کی دیکھو بہار جس کو دے مولیٰ میرا پروردگار
آگ پانی کا سا نقشہ پاؤ گے غیظ میں آتے ہی تم مر جاؤ گے
آخرش جھکنے بن آئے گی تمہیں اور یہ قوت ستائے گی تمہیں
حضرت یوسف نے جب جھٹکے دیئے ولولے کنعانیوں کے سب مٹے

عاجزانہ سوال

جناب حضرت یوسف کے سامنے شمعون کو زمین پر پڑا دیکھ کر کنعانیوں کے حوصلے پست ہو گئے اور آپس میں کہنے لگے کہ بھائیو! یہ کیا ماجرا ہے اور کیا بھید الٰہی ہے؟ ہم نے آج تک ایسی قوت والا اور ایسا بہادر شخص کہیں نہیں دیکھا جیسا کہ بادشاہ مصر ہے۔ نیز آج ہم کسی

یہی علم تھا کہ دنیا جہاں میں ہم سے زیادہ کوئی شہ زور اور قوت والا نہ ہوگا۔ مگر آج ہمیں ثابت ہو گیا ہے کہ خدا کی خدائی میں ہر قوت والے سے زیادہ قوت والا موجود ہے۔ الہیٰ توبہ! خداوندا! اب کبھی ہم اپنی قوت پر نازاں نہ ہوں گے اور کبھی اپنی شہ زوری پر گھمنڈ نہ کریں گے۔ غرضیکہ نہایت نادم و محجوب ہوتے ہوئے دس کے دس بھائی پانی پانی ہو جاتے ہیں اور عاجزی و انکساری سے بادشاہِ مصر کی خدمت میں دست بستہ نہایت مایوسانہ عرض کرتے ہیں جیسے مولا کریم اپنے کلام پاک میں بیان فرماتا ہے، قَالُوْا يٰۤاَيُّهَا الْعَزِيْزُ اِنَّ لَهٗۤ اَبًا شَيْخًا كَبِيْرًا فَخُذْ اَحَدَنَا مَكَانَهٗ ۚ اِنَّا نَرٰىكَ مِنَ الْمُحْسِنِيْنَ ۝

ترجمہ

اے عزیزِ مصر اے شاہِ کریم — رحم کر ہم پر کہ ہیں حالِ سقیم
ہم مسافر بے وطن ہیں اے سخی — ہم ہیں سائل اور بس تو ہے غنی
چھوڑ دے للہ بنیامین کو — یہ کرم ہو ہم پہ یہ احسان ہو
بھیک تجھ سے مانگتے ہیں عجز سے — ہیں سوالی تجھ سے بنیامین کے
باپ ہے اس کا نحیف و ناتواں — ہجرِ یوسفؑ میں ہے جو نوحہ کناں
رات دن رونے سے اس کو کام ہے — بس بہلتا ہے وہ بنیامین سے
پیار کرتا تھا اسے وہ ہر گھڑی — جس سے کچھ تھمتی تھی آنسو کی لڑی
وہ ضعیف و ناتواں ہے اس قدر — چلنے پھرنے سے بھی ہے معذور تر
عمر اس کی آخری ہے اے جناب — رحم کھاتے ہیں سب اسیر شیخ و شباب
روتے ہیں دیوار و در اس کے لئے — روتے ہیں جن و بشر اس کے لئے
رحم کر تو بھی خدا کے واسطے — اس پیمبر کی نشانی چھوڑ دے
اس کا یہ تعویذ جاں ہے اے سخی — جاں ہے بنیامین میں اسکی پڑی
اور اگر دینی ہے بس ہم کو سزا — ایک کو ہم میں سے رکھ لے لے شہا
ہم ہیں حاضر جس کو چاہے روک لے — ہاں مگر للہ اس کو چھوڑ دے
اس کی فرقت شاق گزرے گی اسے — صدمہ جانکاہ بس دے گی اسے
رحم کر اس شیخ فانی پر عزیز — ہے بڑا محسن تو با تمیز

والیٔ مصر جناب حضرت یوسفؑ اپنے والد ماجد حضرت یعقوبؑ کی یہ حالت سن کر اتنے بے چین ہوئے کہ اندرونِ نقاب آپکے آنسو جاری ہو گئے۔ زار و قطار روتے ہیں اور

چاہتے ہیں کہ والد ماجد کے خیال سے بنیامین کو چھوڑ دیں اور رہا کر دیں۔
مگر قضا و قدر، آپ کو مجبور کر رہی ہے اور اس کا یہی منشا ہے کہ نہیں۔ بنیامین کو یہیں رہنے دو اور ہماری قدرت کا تماشا نہایت خاموشی سے دیکھتے رہو۔ چنانچہ آپ کنعانیوں کے جواب میں اپنے قلب کو سنبھالتے ہوئے فرماتے ہیں۔ قَالَ مَعَاذَ اللّٰهِ اَنْ نَّاْخُذَ اِلَّا مَنْ وَّجَدْنَا مَتَاعَنَا عِنْدَهٗۤ اِنَّاۤ اِذًا لَّظٰلِمُوْنَ ۝

یعنی حضرت یوسفؑ نے کہا کہ اے کنعانیو! اس شخص کو پکڑ لیں لیے فعل سے ہم اللہ کی پناہ مانگتے ہیں کیونکہ ایسا کرنے سے ہم اللہ کے نزدیک نہایت ظالم ٹھہریں گے۔ پس اے کنعانیو مجھ سے یہ کبھی نہ ہوگا کہ میں تم میں سے کسی بے خطا کو پکڑ لوں اور بنیامین کو چھوڑ دوں۔ جناب حضرت یوسفؑ کے اس جواب سے وہ نہایت مایوس ہوئے اور آپس میں کہنے لگے۔

تو بتاؤ اب کریں تدبیر کیا	مدعا یوں بھی نہ کچھ حاصل ہوا
آہ کس مشکل میں ہے جان آ پڑی	کشتیٔ منشا کہاں آ کر پڑی
ساری اُمیدوں پہ پانی پھر گیا	مشورہ سب دل کا دل میں رہ گیا
کس خوشی میں کیا غمی ظاہر ہوئی	بھائیو! یہ کیا مصیبت آ پڑی

کنعانیوں کا مشورہ

فَلَمَّا اسْتَيْئَسُوْا مِنْهُ خَلَصُوْا نَجِيًّا ؕ قَالَ كَبِيْرُهُمْ اَلَمْ تَعْلَمُوْۤا اَنَّ اَبَاكُمْ قَدْ اَخَذَ عَلَيْكُمْ مَّوْثِقًا مِّنَ اللّٰهِ وَمِنْ قَبْلُ مَا فَرَّطْتُّمْ فِيْ يُوْسُفَ ۚ

یعنی، اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ جب برادرانِ حضرت یوسفؑ بنیامین کی رہائی کے بارے میں ناامید ہوگئے تو اب وہ دریائے مصلحت میں غوطہ زن ہونے کیلئے دس کے دس ایک جگہ تنہائی میں بیٹھے اور آپس میں کہا کہ لو بھائیو! اب بتاؤ کیا تدبیر کریں اور کسطرح بنیامین کو مخلصی دلا کر اپنے ساتھ والد ماجد کی خدمت میں لیجا سکیں۔ ہر ایک دوسرے سے دریافت کرتا ہے کہ بتاؤ بھائی اب کیا کیا جائے اور اس نئی مصیبت سے کسطرح چھٹکارا مل سکے؟ آخر سوچتے سوچتے یہودا جو سب سے بڑا تھا اس نے کہا کیا تم کو معلوم نہیں کہ حضرت والد ماجد نے بنیامین کے بارے میں خدا کی قسم دیکر تم سے قول و قرار لیا ہے اور اس سے پہلے حضرت یوسفؑ کے معاملہ میں تم سے ایک بڑی خطا بھی ہو چکی ہے وہ تمہیں خوب معلوم ہے جسے اللہ تعالیٰ اپنے کلام پاک میں فرماتا ہے۔ فَلَنْ اَبْرَحَ الْاَرْضَ حَتّٰى يَاْذَنَ لِيْۤ اَبِيْۤ اَوْ يَحْكُمَ اللّٰهُ لِيْ ۚ وَهُوَ

یہ کیفیت ہے کہ والد ماجد حضرت یعقوبؑ کیلئے بے چین ہیں اور ان کے فراق میں کوئی شئے آپ کو اچھی معلوم نہیں ہوتی۔ ہر وقت انہی کا دھیان ہے اور انہی کا تصور بلکہ وطن مالوف کی طرف یہاں تک دل بے چین ہے کہ شہر کے باہر کنعانی رستہ پر ایک عظیم الشان مکان آراستہ ہے جس میں آنیوالے قافلے رات دن آکر اترتے ہیں اور اپنے آنے کی غرض وغایت بادشاہ کی خدمت میں بذریعہ تحریر پیش کرتے ہیں۔ نیز اس محل عالیشان کے غلام کو یہ حکم ملا ہے کہ جب کوئی نووارد قافلہ مصر میں داخل ہونے کیلئے آئے تو پہلے اسے یہاں ٹھہراؤ اور پھر ان کے یہاں آنے کا مدعا اور جملہ حالات لکھ کر ہمارے سامنے پیش کرو کہ کہاں سے آئے ہیں اور کیا چاہتے ہیں۔

اس سے جناب حضرت یوسفؑ کا اصلی مقصود یہی ہے کہ کنعانی قافلہ آئے اور پیارے باپ کا حال زار کچھ معلوم ہوسکے۔ القصہ سالہا سال گزرے چلے جاتے ہیں مگر نہیں آتا تو کوئی کنعانی قافلہ جس کے انتظار میں اس عظیم محل مسافرین پر لکھوکھا روپیہ صرف ہو رہا ہے۔

آخر کار وہ مبارک دن آیا کہ ایک کنعان کا چلا ہوا قافلہ اس محل مسافرین پر آکر مقیم ہوا خدام مسافرین کیا دیکھتے ہیں کہ دس شتر سوار ہیں جو نہایت وجیہہ صورت اور بزرگ معلوم ہوتے ہیں اور ان کے چہروں پر رعب داب برس رہا ہے اسلئے نہایت تعظیم وتکریم سے ان لوگوں کو خدام نے ٹھہرایا اور اپنے قاعدے کے مطابق ان شتر سواروں سے تمام باتیں دریافت کیں چنانچہ حضرت یوسفؑ کے بھائیوں نے اپنا حسب نسب اور اپنا نام ونشان اور اپنے آنے کی غرض وغایت سب بتائی۔

خدام نے تمام باتیں لکھیں اور پھر ان مسافروں کو بڑی تعظیم وتکریم سے اس محل مسافرین میں ٹھہرایا اور وہ روزنامچہ کاکھاتہ دربار شاہی میں روانہ کیا۔

جناب حضرت یوسفؑ کا معمول تھا کہ آپ روزانہ مسافرین کی فہرست خود ملاحظہ فرمایا کرتے تھے اور اس سے آپ کو صرف کنعانی مسافرین کی تلاش تھی۔ آخر آج شب کے وقت جب روزنامہ پیش ہوا تو اس کی پیشانی پر کنعانی قافلہ لکھا ہوا ہے جسے دیکھتے ہی آپ بے چین ہوگئے اور فوراً کاغذ ہاتھ میں اٹھا لیا مگر اس وقت افراط خوشی میں آپ کا ہاتھ تھر تھر کانپ رہا تھا اور آنکھوں سے آنسو جاری ہوگئے تھے مگر دل تھام کر اس کاغذ کا بغور ملاحظہ فرمانا شروع کیا جن میں سب سے پہلے یہودا اور شمعون کے نام نظر آئے اور پھر سوائے بنیامین کے اور تمام بھائیوں کے نام لکھے دیکھے آخر آپ کو اس خوشی کی سہار نہ ہوسکی۔

بھائیوں کے نام لکھے دیکھ کر ہوگئے بے ہوش یوسفؑ سر بسر

اس قدر دل میں ہوئی پیدا خوشی — ضبط کی طاقت نہ حضرت میں رہی
آج گزرے ہیں جبکہ تیئیس سال — مدتوں میں سامنے آیا وہ حال
دیر میں جب ہوش آیا آپ کو — اور وزیروں نے سنبھالا آپ کو
اور پھر دریافت حضرت سے کیا — خیر ہے؟ یہ دشمنوں کو کیا ہوا؟
کون سے ایسے مسافر آ گئے — جن کے ناموں سے ہی بیخود ہو گئے
کیا جو وطن کا قافلہ ہے یہ کوئی — انتہا کی جس سے دلچسپی ہوئی
بولے حضرت کیا کہوں یہ کون ہیں — واسطے جن کے ہوا بے چین میں
صورتیں ہیں سب یہ میرے باپ کی — یہ میرے بھائی ہیں اور میرے اخی
آہ یہ فاقوں کے مارے آئے ہیں — ملک سب قربان کر دوں اپنا میں
جن کا تھا برسوں سے مجھ کو انتظار — آ گئے صد شکر وہ لیل و نہار
اب خدا چاہے ملے والد سے ہم — اب ہوا اللہ کا فضل و کرم

مصر اب کنعان سے مل جائے گا
مصر کا والی مرادیں پائے گا

دربار میں آنا

حضرت یوسف نے پھر وزیروں اور اس محل کے خادموں کے نام حکم جاری کر دیا کہ وہ نیا قافلہ جو کنعان سے آیا ہے اس کو نہایت آرام و راحت سے ٹھہرایا جائے اور ان کی مہمانداری میں انتہائی کوشش کی جائے اور تمام مصری تکلفات ان کے سامنے پیش کر دیئے جائیں۔

وہاں کیلئے یہ حکم ہے اور یہاں یہ کیفیت ہے کہ دربار آراستہ ہونا شروع ہو گیا ہے اور اس درجہ آراستہ و پیراستہ ہوا کہ آج تک کبھی دربار یوسفی ایسا نہیں تیار ہوا تھا۔ یہ صورت اور یہ تیاری دربار کا جوش و خروش دیکھ کر سوائے چند وزراء کے تمام اعالی و موالی اور تمام رعیت دربار کے تعجب میں غرق تھی کہ آج ایسے کون لوگ دربار میں آ رہے ہیں جن کیلئے اس قدر تیاریاں ہیں اور انتہا درجہ کے تکلفات کئے جا رہے ہیں ایک دوسرے کو حیرت سے دیکھتا ہے اور شوکت یوسفی سے دم بخود ہے کوئی کسی سے پوچھ نہیں سکتا کہ کون آتا ہے اور دربار میں کیا ہونے والا ہے۔ صرف دربار ہی آراستہ نہیں ہے بلکہ سارا شہر دلہن کی طرح سجایا گیا ہے۔

جب تمام تیاریاں ہوگئیں تو حضرت یوسفؑ نے حکم دیا کہ وہ کنعانی مسافر نہایت اعزاز کے ساتھ ہمارے دربار میں پیش کئے جائیں۔ چنانچہ یہ حکم پاتے ہی ادھر عالی موالی کنعانی مسافروں کا ہملو دربار میں لانے کے لیے چلے۔ ادھر خود جناب حضرت یوسفؑ نے وہ لباس فاخرہ جو آجتک نہ پہنا تھا زیب تن فرمایا اور نہایت ہی پر تکلف تخت زرّیں پر آکر رونق افروز ہو گئے جس کے دونوں طرف وزارت کی زرّیں کرسیاں اور ان کے عقب میں تمام غلامان وحسینان مصر زرق برق لباسوں میں پھوٹتی ہوئی شفق کی مانند تہ بتہ اس طرح ایستادہ ہوئے جیسے چاند کے گرد ہالہ یا سورج کی کرنیں ہوتی ہیں الغرض بڑے کرّ و فر واحتشام سے کنعانی مسافروں کا جلوس محلسرائے سے چلا اور خراماں خراماں تمام مصر کی سیر دیکھتا ہوا شاہی دربار تک آپہنچا جسے خدا نے پاک فرماتا ہے۔

وَجَاۗءَ اِخْوَةُ يُوْسُفَ فَدَخَلُوْا عَلَيْهِ فَعَرَفَهُمْ وَهُمْ لَهٗ مُنْكِرُوْنَ ۝

یعنی حضرت یوسفؑ کے بھائی آئے اور حضرت یوسفؑ کے دربار میں داخل ہوئے تو حضرت یوسفؑ نے انہیں پہچان لیا مگر انہوں نے حضرت یوسفؑ کو نہیں پہچانا۔

کس طرح پہچانتے یوسفؑ کو وہ　　اور کیونکر جانتے یوسفؑ کو وہ
دس برس کی جان کو رخصت کیا　　قافلے کے ایک مالک کو دیا
آج جس کو ہو گئے تئیس سال　　ذہن تک میں بھی نہ تھا جنکا خیال
ان کو یوسفؑ کا تصور بھی نہ تھا　　بلکہ تھا مقصود اپنا مدعا
مصر کے دربار میں آئے تھے وہ　　اور اپنی ہی غرض لائے تھے وہ
کیسے یوسفؑ اور کہاں کا خیال　　بلکہ ہے مقصود اپنا عرض حال
شاہ کو دیکھا کہ ہے وہ باحجاب　　اور چہرے پہ پڑی ہے اک نقاب

بادشاہ سے ہم کلامی

دربار مصر کی شان و شوکت اور شاہ مصر کا رعب داب دیکھ کر یہ دس کے دس کنعانی مسافر ششدر ہو گئے۔ اور حیرت زدہ ہیں کیونکہ آج تک انہوں نے کہیں شاہی دربار نہ دیکھا تھا اور نہ کسی بادشاہ سے ہم کلامی ہوئی تھی تاہم انہوں نے اپنے آپ کو سنبھالا اور نیچی نگاہ کر کے نہایت ادب کے ساتھ بادشاہ سلامت کے تخت کی جانب متوجہ ہوئے اور نہایت متانت سے بادشاہ کی خدمت میں سلام عرض کیا

بادشاہ مصر نے سلام کا جواب دیا اور نہایت مشفقانہ لہجہ میں ان مسافروں سے بادشاہ نے دریافت کیا۔ آپ کون ہیں؟ اور کہاں سے تشریف لائے ہیں اور یہاں قدم رنجہ فرمانے کا مدعا کیا ہے؟

جب بادشاہ مصر نے باوجود انتہائی جاہ وجلال کے بے حد شفقت اور محبت سے دریافت کیا تو ان کنعانی مسافروں کے دل اور بھی زیادہ بڑھ گئے اور انہیں تمام اپنا حال سقیم اور اپنی تمام کیفیت بیان کر دینے کا حوصلہ پیدا ہو گیا۔ چنانچہ سب سے بڑا بھائی یہودا اور شمعون شاہی تخت کی جانب متوجہ ہوئے اور عرض حال شروع کیا۔

کیا کہیں ہم کون ہیں اے ذی پناہ — عرض کیا اپنا کریں حالِ تباہ
کیا کہیں شاہا کہاں سے آئے ہیں — آپ سے کیا حال اپنا عرض کریں
کیا کہیں کیا مدعا لائے ہیں ہم — کیا کہیں اے صاحبِ جود و کرم
اِک معزز ذات کے دلبند ہیں — حضرتِ یعقوبؑ کے فرزند ہیں
شہر کنعان سے چلے آتے ہیں ہم — آہ اپنا آج کھلتا ہے بھرم
حیف یاری دے نہیں سکتی زباں — حال اپنا کر نہیں سکتے بیاں

اس بھرے دربار میں ہم کیا کہیں
کیا مصیبت کھینچ لائی ہے ہمیں

یہودا اور شمعون یہاں تک پہنچ کر خاموش ہو گئے۔ جناب حضرت یوسفؑ سمجھ گئے کہ یہ آگے بیان کرتے ہوئے مجمع عام میں شرماتے ہیں۔ اور صورتِ حال یہ ہے کہ رومال حضرت یوسفؑ کا آنسوؤں سے تر ہے اور یہودا کے فقرے فقرے پر لڑیاں آنسوؤں کی جاری ہیں۔ تاہم جناب نے ذرا اپنی طبیعت کو روک کر فرمایا اچھا تم لوگ ہمارے تخت کے قریب آجاؤ اور اپنا مفصل حال اور بیان کرو۔ ہمیں تمہارا حال زار سننے میں بیحد دلچسپی ہے اور بڑے شوق سے ہم تمہاری داستان سن رہے ہیں۔

چنانچہ دسوں بھائی تختِ شاہی کے پاس آکر کھڑے ہو گئے اور انہوں نے تختِ شاہی کو بوسہ دیکر اپنا عرضِ حال شروع کیا۔

قحط سالی وہ ہوئی اے بادشاہ — شہر کنعان ہو گیا جس سے تباہ
آلِ اسرائیلؑ فاقے مرتے ہیں — آہ وہ الجوع ہر دم کرتے ہیں
بے خطا اور بے زباں بچے تمام — آہ وہ روتے ہیں بھوکے صبح وشام

کچھ عطا ہو جائے ان کے واسطے
اے سخی کچھ حکم ہو ان کے لئے
آپ کی دریا دلی مشہور ہے !
پرورش بس آپ کو منظور ہے
اور کرتے ہیں سفارش آپ سے
آئے ہیں یعقوبؑ کے بھیجے ہوئے
مدح خواں ہیں آپکے وہ بھی کمال
پوچھتے ہیں ہر کسی سے یاں کا حال
سنتے ہی یوسفؑ کی ہچکی بندھ گئی
روتے روتے ہوگئی نوبت بر ئسی
راز کھل جانے کے ڈر سے پھر جناب
ظاہرا کرنے لگے ان پر عتاب

عتابِ ظاہری

جناب حضرت یوسفؑ نے دیکھا کہ میرے ضبط نہ کرنے اور رونے سے کہیں یہ لوگ اپنے دل میں شبہ نہ کر بیٹھیں کہ یہ حضرت یوسفؑ ہے فوراً پلٹ گئے اور ذرا غصّے نما لہجے میں فرمایا :
اے کنعانی مسافرو ! مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تم لوگ جاسوس ہو اور کسی بادشاہ کے بھیجے ہوئے آئے ہو تاکہ میرے ملک کا راز اس سے جاکر بیان کرو ۔ سچ بتاؤ کیا بات ہے ۔ یہ سب بادشاہ کے عتاب اور غصّے سے بیحد خائف ہوئے اور ڈرتے ڈرتے سب نے کہا :
اے بادشاہ ! ہم خدا کی پناہ مانگتے ہیں اس سے کہ ہم جاسوس ہوں یا کسی بادشاہ کے بھیجے ہوئے آئے ہوں ۔ نعوذ باللہ من ذٰلک ۔ ہمیں ایسی باتوں سے خدا بچائے ۔ حاشا وکلا ہم سچ کہتے ہیں تاکہ کچھ کھانے پینے کا سامان لینے بال بچوں میں لے جائیں ۔
پھر آپنے دریافت کیا کہ اچھا یہ بتاؤ کہ تم اپنے باپ حضرت یعقوب علیہ السّلام کے کتنے فرزند ہو ؟ عرض کیا کہ حضور ! ہمارے والد ماجد کے بارہ فرزند تھے جن میں سے ایک چھوٹے فرزند کو بھیڑیا کھا گیا اور اس سے چھوٹے فرزند بنیامین کو والد کے پاس چھوڑا اور بڑے دس ہم آپکے پاس موجود ہیں حضرت یوسف علیہ السّلام نے دریافت فرمایا کہ کیا تمہارے والد حیات ہیں ؟ جواب دیا ۔ کہ حضور ! ہاں حیات ہیں ۔
پھر فرمایا کہ اچھا تم اپنے چھوٹے بھائی بنیامین کو اپنے ساتھ کیوں نہیں لائے ۔ برادرانِ یوسفؑ نے عرض کیا کہ حضور ! اسے والد ماجد نے نہیں بھیجا کیونکہ انہیں خوف تھا کہ کہیں اسے بھی بھیڑیا نہ کھا جائے ۔ جیسا کہ اس سے پہلے حضرت یوسفؑ کو بھیڑیا کھا گیا ہے ۔
حضرت یوسفؑ نے یہ سن کر نقاب کے اندر تبسم فرمایا اور ہنس کر دریافت فرمایا ۔ کیوں ؟

تمہارے ملک کے بھیڑیے ایسے شفیق ہیں کہ پیغمبر زادوں کا گوشت کھا جاتے ہیں۔

یہ سن کر بھائیوں کی پیشانی شرمندگی کے پسینے سے تر ہو گئی۔ معاً آپ نے دوسری باتیں پوچھنی شروع کر دیں کہ کہیں راز افشانہ ہو جائے۔ پھر ادھر اُدھر کی باتیں کر کے فرمایا۔

اے کنعانی مسافرو! تمہارے چھوٹے بھائی حضرت یوسفؑ کو بھیڑیے نے کھایا تو اس کا کرتہ دھجیاں دھجیاں کر گیا یا سالم رہا، نہیں حضور! حضرت یوسفؑ کا کرتہ سالم رہا جسے ہم نے اپنے والد ماجد کو جا کر دے دیا۔

حضرت یوسفؑ نے فرمایا کہ یہ عجیب بات ہے کہ بھیڑیے نے حضرت یوسفؑ کو پھاڑا اور یوسف کا کرتہ بالکل صحیح و سالم اس کے بدن سے اتار کر رکھ دیا اور افسوس کہ اس بھیڑیے نے حضرت یوسفؑ کے کرتے کا لحاظ کیا مگر حضرت یوسفؑ بن حضرت یعقوبؑ بن حضرت ابراہیم خلیل اللہؑ کا ذرا لحاظ نہ کیا۔

اور فرمایا کیوں جی؟ تمہارے چھوٹے بھائی کا نام بنیامین کیوں ہے؟ برادران یوسفؑ نے عرض کیا کہ اسکی والدہ راحیل اسے دودھ پیتا چھوڑ گئی اور حضرت یعقوبؑ نے دایہ کا دودھ پلا کر پرورش کیا تھا۔

ڈر گئے ہم اے شہ عالی تبار
قید کی سن کر گیا صبر و قرار

آلِ یعقوبؑ کا لکھا ہو گا یہ
قافلہ جس سے سوا جن کا ہے یہ

ننھے ننھے بے خطا اور بے قصور
روتے روتے ختم ہوں گے وہ ضرور

قید کر دیں گے اگر ہم کو جناب
آلِ اسرائیل بس ہو گی خراب

آپ ہیں گر بادشاہ بحر و بر
رحم فرمائیں ہمارے باپ پر

جو فراقِ یوسفی میں ہیں مدام
زندگی ہو جاوے گی ان پر حرام

عورتیں معصوم بچے بے گناہ!
گھر کا گھر ہو جائے گا بالکل تباہ

رحم فرمائیں ہمارے حال پر!
جس کی ہے ہم کو ضرورت سر بسر

اتنے گھبرائے کہ بس وہ رو دیئے
شاہ کے بھی جس پہ آنسو گر گئے

کر لیا منظور حضرت نے شتاب
کیونکہ تھا سب ظاہری ان کا عتاب!

رخصت کی تیاری

جب ان مسافرین کنعانی کو شاہی حضور میں کئی روز بڑے بڑے تکلفات میں گزر گئے

اب ان کو اپنے اہل و عیال یاد آنے شروع ہوئے اور والد ماجد حضرت یعقوبؑ کا تصور بندھا کہ وہ ہمارے لیے جدا انتظار کرتے ہوں گے اور نہ معلوم چھوٹے چھوٹے بچوں کی کیا حالت ہوگی اور فاقہ کشی سے دیگر خاندان کی کیا حالت ہوگی۔

چنانچہ کنعانی مسافروں نے یہ خیال کر کے بادشاہ والاجاہ کی جناب میں عرض کی کہ حضور اب ہمیں رخصت عطا فرمائیں۔ کیونکہ ہمارے اہل و عیال اور ہمارے والد بزرگوار ہمارے لیے سخت ملول ہونگے اور ہماری مفارقت میں نہ معلوم اُن کا کیا حال ہوا ہوگا۔ لہٰذا آپ ہمیں رخصت عطا فرمائیں۔ چنانچہ ان کنعانی مسافروں کو شاہ مصر نے جواب دیا کہ اچھا ہم تم لوگوں کو جانے کی اجازت دیں گے۔ اور بڑی خوشی سے رخصت کریں گے۔ مگر ہم کو تمہاری نسبت بہت سے شبہات پیدا ہو گئے ہیں۔ جس کے متعلق ہمارے خیال میں یہ نہایت مناسب معلوم ہوتا ہے کہ تم اپنے سوتیلے بھائی بنیامین کو لا کر ہمارے سامنے پیش کرو اور ہم اس سے تمہارے بارے میں دریافت کریں گے کہ آیا تم لوگ کہاں تک سچے ہو؟ پس اگر تم ایسا کرو گے اور اپنے بھائی بنیامین کو یہاں لے آئے تو ہم بے شک تمہیں مالا مال کر دیں گے اور بہت کچھ تمہاری خدمت بجا لائیں گے۔

یہ سُن کر کنعانی مسافروں نے وعدہ کیا اور نہایت سچا اقرار کرتے ہوئے کہا کہ ہم اپنی سچائی کے لیے اپنے ساتھ بنیامین کو ضرور ساتھ لائیں گے اور بہت جلد لا کر حاضر دربار کر دیں گے۔ جواب ملا کہ ہمیں کس طرح یقین ہو کہ تم لوگ اپنی صداقت کے لئے اپنے بھائی بنیامین کو ہمارے پاس لا سکو گے۔ پس ہماری رائے میں مناسب یہ معلوم ہوتا ہے کہ ہم تم میں سے ایک شخص کو بطور یرغمال کے اپنے پاس رکھیں اور تم کو رخصت کر دیں۔ کنعانی لوگ خوشی سے تیار ہو گئے۔ اور عرض کیا کہ حضور شوق سے ایک بھائی ہمارا اپنے پاس رکھیں۔ ہم انشاء اللہ بنیامین کو لائیں گے اور بہت جلد لائیں گے۔ اس کے بعد آپس میں ان کا مشورہ ہوا کہ کس کو یہاں چھوڑا جائے اور بادشاہ کے پاس رہنے کے لئے کون تیار ہوتا ہے۔ جن میں قرار پایا کہ قرعہ ڈالا جائے۔ پس قرعہ ڈالا گیا جس میں شمعون کا نام نکلا اور شمعون برضا و رغبت شاہ مصر کی خدمت میں رہنے کے لئے تیار ہو گیا۔

اس کے بعد شاہ مصر نے اپنے خدام کے نام حکم صادر کیا۔ چونکہ ان مہمانوں کو ہم رخصت کرتے ہیں۔ لہٰذا ان کے لیے عام مہمانوں کے مطابق سامان تیار کیا گیا۔ چنانچہ خدام شاہی نے عام مسافروں کے رخصتانہ کی طرح ان کا رخصتانہ بھی تیار کیا وہ یہ کہ دسوں بھائیوں کے لئے دس اونٹ غلہ اور ایک ایک ... کے لادو دیے اور مہمانوں کو اطلاع کی کہ سامان رخصت تیار ہے۔ چنانچہ دسوں اونٹ غلہ کے

لدے ہوئے دیکھ کر وہ بولے کہ گیارہواں اونٹ جو اپنے بھائی بنیامین کا اپنے ساتھ لائے ہیں کیا اس میں غلہ نہیں بھرا جائے گا اور ہمارا وہ بھائی حضور شاہی انعام سے محروم رکھا جائے گا؟ جن کے جواب میں بادشاہ مصر نے فرمایا جس کو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وَلَمَّا جَهَّزَهُم بِجَهَازِهِمْ قَالَ ائْتُونِي بِأَخٍ لَّكُمْ أَلَا تَرَوْنَ أَنِّي أُوفِي الْكَيْلَ وَأَنَا خَيْرُ الْمُنزِلِينَ ۝ فَإِن لَّمْ تَأْتُونِي بِهِ فَلَا كَيْلَ لَكُمْ عِندِي وَلَا تَقْرَبُونِ ۝ قَالُوا سَنُرَاوِدُ عَنْهُ أَبَاهُ وَإِنَّا لَفَاعِلُونَ ۝

یعنی جب ان دسوں بھائیوں کیلئے سامان تیار ہو گیا تو حضرت یوسفؑ نے کہا کہ اپنے سوتیلے بھائی کو میرے پاس لے آؤ گے تو اسے بھی دوں گا کیونکہ تم نے میرے دیکھنے کا دیکھ ہی لیا ہے کہ میں کیسا فراخدل مہمان نواز ہوں۔ اور اے کنعانی مسافرو! اگر تم اس کو میرے پاس نہ لا سکے تو پھر تمہارے دینے کیلئے میرے پاس کچھ نہ ہوگا اور پھر تم میرے ملک میں آنے کا ارادہ نہ کرنا۔ جن کے جواب میں ان لوگوں نے عرض کیا کہ بہت جلد ہم اپنے والد بزرگوار کی خدمت میں پہنچ کر عرض معروض کریں گے اور بنیامین کو یہاں لانا ہمارا سب سے پہلا کام ہوگا۔

جب حضرت یوسف علیہ السلام نے دیکھا کہ یہ سچے دل سے بنیامین کو لانے کا اقرار کرتے ہیں اور نہایت باوثوق وعدہ کر رہے ہیں۔ نہایت متاثر ہوئے اور ان کی حالت پر آپ کو اس وقت بہت کچھ ترس بھی آیا۔ یہاں تک کہ آپ اس وقت آبدیدہ ہو گئے اور خفیہ طور پر خدام کو اشارہ کیا۔

وَقَالَ لِفِتْيَانِهِ اجْعَلُوا بِضَاعَتَهُمْ فِي رِحَالِهِمْ لَعَلَّهُمْ يَعْرِفُونَهَا إِذَا انقَلَبُوا إِلَىٰ أَهْلِهِمْ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ ۝

یعنی: حضرت یوسفؑ نے اپنے خدام سے کہا کہ یہ تمام ہدیے اور تحفے جو کہ ہمارے لئے کنعان سے یہ لائے ہیں ان کے غلہ میں رکھ دو۔ اور اس طرح رکھو کہ جب یہ غلہ اپنے گھر جا کر کھولیں اس وقت یہ تحائف انہیں واپس ملیں۔ جناب حضرت یوسفؑ کی پاس سے غرض یہ تھی کہ

آہ ان بھوکوں کو کیا تکلیف دوں — اور تحفے یا عوض کیا اُن سے لُوں
ہیں یہ والد کی نشانی اے فتا! — قافلہ ہے آلِ اسرائیل کا
دُور سے چل کر یہ آئے تھے یہاں — اور بڑی اُمید لائے تھے یہاں
تیر یہ اُون اور اُن کا یہ پنیر — کام آئے بس انہی کے لئے وزیر
دوسرا اک راز اس میں یہ بھی ہے — گھر پہنچ کر دیکھیں گے جب میری شے

مجھ کو دینے آئیں گے واپس ضرور — پاس ہوگا ان کو گو ہوں گے یہ دور
اور دیانت دار ہوں گے یہ اگر — بھائی کو لائیں گے اپنے جلد تر
ڈر نہ ہوتا راز کھلنے کا اگر — آپ دیتے در جواہر اس قدر
بس الٹ دیتے خزانے مصر کے — گو وہ ہوں کیسے ہی آخر بھائی تھے
شاق تھی جن کی جدائی شاق تھی — وقت رخصت اور بے چینی بڑھی
قافلہ تیار ہوتا ہے وہاں! — قلب یوسفؑ تلملاتا ہے یہاں
کر رہے ہیں قافلہ رخصت جناب — حیف دل کی ہے مگر حالت خراب

مصر کیسا اور کیا اس کا مزا
قافلے میں دل پڑا ہے آپؑ کا

یوسفؑ کا شبہ

حضرت یوسفؑ اپنے کنعانی مسافروں کی روانگی میں مصروف ہیں اور ان کیلئے بظاہر کچھ ایسی زیادہ تیاریاں نہیں کر رہے ہیں۔ صرف ایک ایک اونٹ غلے کا ساتھ کیا ہے مگر بوقت روانگی جناب کی طرف سے سرگرمی زیادہ معلوم ہوتی ہے کہ جو بادشاہ ان مسافروں کی مدارت میں اس درجہ حصہ لے رہا ہے اور ہر وقت انہی کیلئے احکام صادر ہوتے ہیں ضرور یہ کوئی نہ کوئی بات ہے۔ چنانچہ جب قافلہ تیار ہوا اور کنعانی مسافروں کو رخصت کرنے کیلئے خدام و مصاحبین شاہی جمع ہوئے تو کنعانی لوگ دیکھتے ہیں کہ بنفس نفیس خود بادشاہ مصر بھی وہاں ٹہل رہے ہیں اور مہمانوں کا قافلہ تیار کرنے میں سرگرم ہیں۔ جن کے چہرے پر نقاب پڑی ہوئی ہے اور وہ قافلہ کے ادھر ادھر پھر رہے ہیں۔ یہ دیکھ کر کنعانی مسافروں کے دلوں پر ایک خاص اثر پڑا اور بادشاہ کی اس گہری ہمدردی سے وہ آدھے آدھے ہوتے گئے کہ اتنے میں یہودا جو سب سے زیادہ سمجھدار تھا بادشاہ مصر کی طرف سے اس کے دل میں کچھ شبہ پیدا ہوا اور وہ بغور آپ کی چال ڈھال پر نظر ڈال کر سمجھا۔ نظم

ہو بہو رفتار بھی اس کی سی ہے — اور یہ گفتار بھی اس کی سی ہے
کیسی کرتا ہے ہماری خاطریں — کس قدر نوازا ہے اس نے ہمیں

غور تم نے اب تلک یہ بھی کیا
اس قدر گہری تواضع اور عطا

پوچھتا ہے کس قدر احوال یہ !
کیوں ہے ہمدردی میں اس کا حال

کیوں یہ بنیامین کا طالب ہوا
ذکر سے یعقوبؑ کے کیوں رو دیا

میرے دل پر کھنچ رہی ہے اک لکیر
ہو نہ ہو یوسفؑ ہے یہ بادشاہ منیر

یہودا کے بھائی

اے یہودا عقل کی باتیں کرو
بھائی سمجھے بادشاہِ مصر کو

سلطنت اور بادشاہت مصر کی
آپ کے یوسفؑ کو کیونکر مل گئی !

اور اگر یہ یوسفؑ ہوتا اے اخی
ہم سے ہمدردی نہ کرتا یہ کبھی

بلکہ لیتا ہم سے یہ بدلے ضرور
اور رہوتا ہم سے یہ بے حد نفور

دیکھ کر یہ حال یہ جاہ و جلال
آ نہیں سکتا ہے یوسفؑ کا خیال

بادشاہِ مصر

سن کے یہ کنعانیوں کی گفتگو !
ظاہراً یوسفؑ نے بدلی اپنی خو

سخت غصے ہو کے یہ اُن سے کہا
تم پہ لبس الزام ہے جاسوس کا

یا کوئی ضامن یہاں سے اپنا دو
یا بہت جلدی سے لاؤ بھائی کو

تا کہ ہم راضی ہوں تم سے جلد تر
ورنہ تم ہو جاؤ گے زیر و زبر

تم نے کیا سمجھا ہے شاہِ مصر کو
ہوش کی اور عقل کی باتیں کرو

کنعانی لوگ

ڈر گئے وہ شاہ کی تقریر سے
اور گیا وہ شبہ اس تدبیر سے

دست بستہ سب نے حضرت سے کہا
عفو فرمائیں غریبوں کی خطا

واقعی ہم سے ہوا ہے یہ قصور
عقل میں آیا تھا اپنی اک فتور

ہم مسافر بے وطن ہیں بالیقیں
کوئی ضامن یاں سے دے سکتے نہیں

بھائی کو حاضر کریں گے جلد تر
آپ سے انعام لیں گے سر بسر

عارضی رخصت

جب حضرت یوسفؑ نے دیکھا کہ ان کے دلوں میں جو حضرت یوسفؑ کا شبہ پیدا ہو گیا

ہ دور ہو گیا اور اب سچے دل سے بہت جلدی واپس آنے اور بنیامین کو لانے کا اقرار کرے۔
ہیں لہٰذا نہایت خوشی سے انہیں عارضی رخصت عطا فرمائی اور انہیں شہر کنعان جانے کی اجازت دی۔
چنانچہ یہ لوگ از بھائی مصر سے روانہ ہوئے اور اب یہ منزل بہ منزل راستہ طے کر رہے تھے لیکن شاہ مصر کی مدارات اور انتہائی اخلاص سے بےحد خوش ہیں اور بہت کچھ تعریف و توصیف بیان کرتے ہوئے آپس میں کہتے ہیں کہ بادشاہ کی مہربانی اور انتہائی قدردانی سے ہم سخت حیران ہیں کہ ایسا ہمارے ساتھ کیوں کیا جس کے جواب میں کسی بھائی نے کہا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ بادشاہ کے اخلاص حد سے بڑھے ہوئے ہیں جس سے وہ ہر کس و ناکس سے بہت اچھی طرح پیش آتے ہیں اور ہر کسی کی مدارات میں ایسا مصروف ہوتا ہے کہ جیسے کوئی اپنے یگانے کے ساتھ سلوک کیا کرتا ہے۔ کسی نے کہا کہ میرا تو یہ خیال ہے کہ مجھے تو کچھ یہ معلوم ہوتا ہے کیونکہ جب میں خیال کرتا تھا تو اس کی نقاب میں سے بالکل حضرت یوسفؑ کی آواز آتی تھی اور چال ڈھال تو بالکل حضرت یوسفؑ ہی کی سی تھی جس کے جواب میں کسی نے کہا بالکل بیشک۔ کوئی بولا کہ بھلا حضرت یوسفؑ کو یہ جاہ و جلال کہاں سے میسر آ سکتا ہے اور وہ کیونکر بادشاہ مصر ہو سکتا ہے۔ خدا جانے وہ کہاں معدوم ہوا ہو گا۔ اور نہ معلوم وہ زندہ بھی ہو گا یا نہیں کسی نے کہا فی الحقیقت اگر یہ حضرت یوسف ہوتا تو یقیناً زندہ درگور کرتا اور ہمارے ظلموں کے خدا جانے کیسے بدلے لیتا اور ہمیں ہمارے کرتوتوں کا بری طرح مزا چکھاتا۔
غرضیکہ یہ باتیں کرتے ہوئے شہر کنعان کی طرف چلے جا رہے تھے وہاں انتظار بسیار کے بعد حضرت یعقوبؑ نے شہر مصر کی جانب اپنا ایک ایلچی روانہ کیا اور اس سے فرمایا کہ دیکھو اور تلاش کرو کہ وہ کہاں گئے مبادا حضرت یوسفؑ کی طرح کہیں وہ بھی بوڑھے باپ کو داغ مفارقت نہ دے جائیں۔ جاؤ اور میرے دسوں فرزندوں کو تلاش کر کے لاؤ۔

آہ اے والد! یہ بیٹوں کا خیال — آہ اے یعقوب! یہ الفت کمال
آپ کی حالت یہ کر بیٹھے ہیں سبھی — کیا محبت ہے غضب اولاد کی
کس نے یہ رشتہ بنایا اے نبی! — یہ محبت کس نے دی اولاد کی
کس قدر دیے جاتے ہیں ان کے لیے — وہ جنہوں نے آپ کو صدمے دیے
دل ہوا تھا جن کے ہاتھوں پاش پاش — اس قدر ان کی ہوئی تم کو تلاش
ایلچی کنعان سے نکلا ہی تھا — آ کے گیا بس قافلہ آتا ہوا!
اور جیسے داخل ہوئے کنعان میں — جان آ گئی اسرائیل کی جان میں

مصر کی سرگزشت

فَلَمَّا رَجَعُوْٓا اِلٰٓى اَبِيْهِمْ قَالُوْا يٰٓاَبَانَا مُنِعَ مِنَّا الْكَيْلُ فَاَرْسِلْ مَعَنَآ اَخَانَا نَكْتَلْ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ

یعنی فرزندانِ یعقوبؑ اپنے والد کی خدمت میں پہنچے تو کہا۔ اے والد بزرگوار ہم سے مزید انعام روک لیا گیا ہے پس ہمارے بھائی بنیامین کو ہمارے ساتھ بھیج دیں تاکہ خوب اچھی طرح انعام واکرام حاصل کریں۔ اور ہم اس سفر میں بنیامین کی حفاظت کریں گے۔

حضرت یعقوبؑ نے فرمایا کہ پہلے تم وہاں کی سرگزشت بیان کرو کہ کیا واقعات پیش آئے چنانچہ صاحبزادوں نے مصر کی تمام کیفیت بیان کرنی شروع کی اور کہا کہ بادشاہِ مصر نہایت مدارات سے پیش آیا۔ یہاں تک کہ اس کے اخلاق ہمارے دل پر نقش ہو گئے اور اس نے ہمیں مسخر کرلیا اور ہم اس کے اتنے شکر گزار ہیں کہ بیان نہیں کرسکتے۔ اور اے والد بزرگوار بادشاہِ مصر نے ہمارے سامنے وہ نعمتیں دستر خوان پر چنی ہیں کہ ہم نے کبھی خواب میں بھی ایسی نعمتیں نہیں دیکھی تھیں اور ایسی ایسی خاطر کی ہے کہ ہم سے آپ کے سامنے دہرائی نہیں جاسکتیں۔ اور اے والد بزرگوار باوجود بہت سے احسانات کرکے کے اس نے چلتے میں یہ بھی کہا ہے کہ اگر تم بنیامین کو میرے پاس نہ لاؤ گے تو یہاں تم ہرگز نہ آنا۔ اور میرے ملک میں ہرگز ہرگز قدم نہ رکھنا کیونکہ اپنے بھائی کو یہاں نہ لانے کے صلے میں تم کو ٹھہرنے کیلئے جگہ نہ دوں گا۔ اور نہ کسی نوع کا تم سے سلوک کروں گا۔ اور اسے لیکر آئے تو بہت مالا مال کروں گا۔ یہاں تک کہ تم اور تمہارا خاندان شاد شاد ہوجائے گا اور سب کے سب مالامال ہوجاؤ گے۔ (نظم)

سُن کے یہ یعقوبؑ کا دل ہل گیا ۔۔۔ شبہ یوسفؑ کا انہیں پیدا ہوا
اور کہا دل میں کہ وہ یوسفؑ نہ ہو ۔۔۔ کیوں بلاتا ہے وہ بنیامین کو
شوق ہے کیوں اس سے ملنے کا اسے ۔۔۔ کیوں نہ وہ اس کے واسطے بے چین ہے
بھید ہے یہ کچھ نہ کچھ اے کبریا! ۔۔۔ ورنہ اس سے اور اس سے واسطہ
مصر کا والی کہاں اور یہ کہاں ۔۔۔ اس طلب میں راز ہے کوئی نہاں

اس کے بعد فرزندانِ یعقوبؑ نے آپ کے سامنے وہ تمام لدے ہوئے اونٹ پیش کئے اور آپ کے سامنے ہی ان پر سے سامان اتارا اور نہایت نفیس غلے کی بوریاں کھولنا شروع کیں جن میں سے نہ صرف تحائف بلکہ وہ پونجی بھی نکل آئی جسے بادشاہِ مصر کی نذر گزارنے کیلئے لے گئے تھے۔ یہ دیکھ کر فرزندانِ یعقوبؑ متعجب ہوئے۔ کسی نے کہا کہ افسوس یہ پونجی خدام شاہی کے ہاتھوں سہواً

ہمارے اسباب میں رکھی گئی کوئی بولا کہ نہیں بلکہ یہ بادشاہ کی بیحد مخلوق پروری کا ثبوت ہے کہ اس نے ہماری پونجی ہم کو دے دی۔ ایک نے کہا کہ نہیں نہیں بلکہ یہ ہماری دیانت داری اور بددیانتی کا امتحان ہے۔ پس ہمارے لیئے یہ ضروری امر ہے کہ ہم اس پونجی کو واپس بادشاہ کی خدمت میں لیجاکر پیش کردیں اور صاف کہہ دیں کہ حضور! یہ بھولے سے یا نامعلوم کس طرح ہمارے سامان میں بندھی ہوئی چلی گئی تھی۔ اگر ایسا نہ کیا جائے گا تو یقیناً ملک مصر میں کنعانی لوگ خائن اور چور مشہور ہو جائیں گے۔

پھیر دو پونجی یہ چل کر پھیر دو! سُرخرو بس مصر میں ہو کر رہو!
اس کو سمجھو تم امانت شاہ کی ہم پہ بس لازم ہے اس کی واپسی
اور بنیامین کو بھی لے چلو! اس سے جو وعدہ ہے وہ پورا کرو
دست بستہ یہ کہو یعقوبؑ سے ساتھ بنیامین کو کر دیجئے!
ورنہ جھوٹے مصر میں ٹھہریں گے ہم اور سب کھل جائے گا اپنا بھرم

بنیامین کا سوال

اس کے بعد حضرت یعقوبؑ نے دریافت کیا کہ اچھا یہ بتاؤ کہ شمعون کہاں ہے جواب دیا کہ شمعون کو بادشاہ نے اپنے پاس رکھ لیا ہے اس ضمانت میں کہ ہم بنیامین کو اس کے دربار میں حاضر کرسکیں۔ لہٰذا آپ سے التجا کرتے ہیں کہ اب ہمارے بھائی بنیامین کو ہمارے ساتھ کردیں تاکہ ہم مصر سے شمعون کو اور بنیامین کو لیئے مع بہت سے مال و متاع کے کنعان میں آجائیں۔ اور اپنے تمام خاندان کو مالا مال کرسکیں۔ پوری پوری کامیابی حاصل کرسکیں۔

بنیامین کے سوال پر حضرت یعقوب علیہ السلام نے فرمایا:

قَالَ هَلْ اٰمَنُكُمْ عَلَيْهِ اِلَّا كَمَآ اَمِنْتُكُمْ عَلٰٓى اَخِيْهِ مِنْ قَبْلُ۔

یعنی حضرت یعقوبؑ نے اپنے بیٹوں سے کہا کہ میں کیونکر تمہیں امانتدار سمجھوں۔ حالانکہ اس سے پہلے اس کے بھائی حضرت یوسفؑ کی نسبت بھی تو تمہیں امانتدار سمجھتا تھا۔ یہ سُن کر فرزند شرمندہ ہوئے اور دریائے ندامت میں ڈوب گئے اور حضرت یعقوبؑ کو کچھ جواب نہ دے سکے۔ خاموش ہو کر بیٹھ گئے۔ حالانکہ حضرت یعقوبؑ کا ارادہ ایک شبہ رفع کرنے کے لیئے بنیامین کو شہر مصر روانہ کرنے کا ہو ہی چکا تھا۔ تھوڑی دیر میں خود ہی فرمایا کہ اچھا بنیامین کو تمہارے

ساتھ بھیجتا ہوں۔ اور زبان سے کہتا ہوں کہ

فَاللّٰهُ خَيْرٌ حٰفِظًا وَّهُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ ۝

یعنی اللہ سب سے بہتر نگہبان ہے اور سب پر رحم کرنے والوں سے زیادہ رحم کرنے والا ہے وَلَمَّا فَتَحُوْا مَتَاعَهُمْ وَجَدُوْا بِضَاعَتَهُمْ رُدَّتْ اِلَيْهِمْ قَالُوْا يٰۤاَبَانَا مَا نَبْغِيْ هٰذِهٖ بِضَاعَتُنَا رُدَّتْ اِلَيْنَا وَنَمِيْرُ اَهْلَنَا وَنَحْفَظُ اَخَانَا وَنَزْدَادُ كَيْلَ بَعِيْرٍ ذٰلِكَ كَيْلٌ يَّسِيْرٌ یعنی، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جب حضرت یعقوبؑ نے اپنا سامان کھولا تو اس میں اپنی پونجی واپس رکھی ہوئی پائی جسے دیکھ کر انہوں نے اپنے باپ سے کہا کہ اے والد بزرگوار! یہ پونجی پھری ہوئی ہمارے حوالے بھیجئے جس کو پہنچا کر پھر اپنے اہل و عیال کیلئے غلہ لائیں اور اپنے بھائی بنیامین کی حفاظت کریں اور ایک اونٹ غلہ کا بھرا ہوا زیادہ اپنے ساتھ لائیں کہ یہ سخاوت بادشاہ پر بہت آسان ہے اور ہمارے نزدیک بہت بڑی چیز ہے۔ فرزندوں کے بار بار کہنے اور بنیامین کے گھڑی گھڑی سوال کرنے پر حضرت یعقوبؑ ان کی طرف سے مشتبہ ہو گئے اور اپنے دل میں کہا کیا وجہ ہے کہ جو ہر پھر کر بنیامین کا سوال کرتے ہیں یہ کہیں حضرت یوسفؑ کی طرح اس کو بھی تو ضائع نہیں کریں گے اور مجھے داغ مفارقت تو نہیں دیں گے یہ کہہ کر فراق حضرت یوسفؑ میں آج پورے تیس برس کے بعد آپ نے پھر رونا شروع کیا اور زبان حال سے یہ فرمایا

آہ میں پہلے ہی دل غمگین ہوں! ۔۔۔ تجھ کو اے یوسفؑ کہاں سے دیکھ لوں

مدتیں گزریں زمانہ ہو گیا! ۔۔۔ خواب کا سا اک فسانہ ہو گیا!

صبر لیکن آج تک آتا نہیں ۔۔۔ ذکر تیرا آج تک بھولا نہیں

یعنی پھر حضرت یعقوبؑ نے اپنے بیٹوں سے فرمایا کہ میں اپنے بنیامین کو تمہارے ساتھ ہرگز نہیں بھیجوں گا، جب تک تم خدا کو شامل کر کے مجھے نہایت پختہ عہد نہ دو اور اس کو میرے پاس پہنچانے کا پورا پورا اقرار نہ کرو۔ اور اگر گھیرے میں آجاؤ تو مجبوری ہے بہر حال میرے فرزند کو میرے پاس پہنچانے کا پورا پورا اقرار کرو تو میں تمہارے ساتھ بھیجتا ہوں، ورنہ نہیں۔

یہ سن کر برادران یوسفؑ نے قسم کھائی اور خدا کو شامل کر کے حضرت یعقوبؑ سے انہوں نے پورا پورا عہد کیا اور کہا کہ اے والد بزرگوار! جناب ہم اپنے بھائی بنیامین کی پوری حفاظت کریں گے اور حتی الامکان آپ کی خدمت میں بیرائے حاضر ہوں گے۔ آپ ہر طرح اطمینان رکھیں۔ جب فرزندان یعقوبؑ نے نہایت وثوق کے ساتھ خدا کو شامل کر کے آپ سے عہد و پیمان کیا جس کو اللہ تعالیٰ

فرماتا ہے: فَلَمَّآ اٰتَوْهُ مَوْثِقَهُمْ قَالَ اللّٰهُ عَلٰى مَا نَقُوْلُ وَكِيْلٌ ۝

یعنی: حضرت یعقوبؑ نے کہا کہ میں تمہارے عہد و پیمان پر اللہ تعالیٰ کو وکیل ٹھہراتا ہوں۔ چنانچہ خدا کی ذات پر پورا بھروسہ کر کے آپ نے بنیامین کو ان کے حوالے کیا۔

دے دیا یعقوبؑ نے فرزند کو / اس پہ تکیہ کر کے بس جو ہو، سو ہو
بھائیوں کے گو حوالے کر دیا / دل کا مالک آپ کے اللہ ہی تھا
دل نہیں یہ چاہتا تھا آپ کا / یہ کہ بنیامین ہو دم بھر جدا
بعد یوسفؑ کے یہی تھا اک شغل / آج دل پر پھر رکھی فرقت کی سل
آن ٹھہری آج اس کی بھی وداع / بن رہی ہے جان پر کیسی وداع

شجر فراق

حضرت یعقوبؑ نے اپنے نور عین کو غسل کرایا اور اچھے اچھے کپڑے پہنائے اور سر پر اپنا متبرک عمامہ باندھا اور خاص اپنے ہاتھ کا عصا لخت دل کے ہاتھ میں دیا اور پھر شجر فراق تک رخصت کرنے کے لئے نور عین کو اپنے ساتھ لیکر چلے۔ پھر جب آپ شجر فراق کے سایہ میں پہنچ گئے تو وہاں ٹھہرے اور اپنے تمام فرزندوں کی طرف مخاطب ہو کر خطاب فرمایا:

وَقَالَ يٰبَنِيَّ لَا تَدْخُلُوْا مِنْۢ بَابٍ وَّاحِدٍ وَّادْخُلُوْا مِنْ اَبْوَابٍ مُّتَفَرِّقَةٍ ؕ وَمَآ اُغْنِيْ عَنْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ ؕ اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ ؕ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ ۚ وَعَلَيْهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُتَوَكِّلُوْنَ ۝

یعنی اے لڑکو! جب تم وہاں پہنچنا تو دیکھنا نظر بد سے بچنے کے لئے ایک دروازے سے مصر میں داخل نہ ہونا بلکہ مختلف اور الگ دروازوں سے داخل ہونا۔ یہ ضروری ہے کہ یہ میری تدبیر خدا تعالیٰ کے حکم کو تم پر سے ذرا بھی نہیں ٹال سکتی کیونکہ اس کا جو حکم ہوتا ہے ہو کر رہتا ہے اور میں نے بھی اسی پر بھروسہ کیا ہے۔ نیز تمام بھروسہ کرنے والوں کو چاہئے کہ اسی پر بھروسہ کریں۔ اس کے بعد حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنے فرزند بنیامین کو سینے سے لگایا۔ اور اس وقت اس شجر فراق کے نیچے پیارے حضرت یوسفؑ کو وداع کرنے کا سارا حال آنکھوں میں پھر گیا اور آج بنیامین کے ساتھ حضرت یوسفؑ کے فراق کا غم تازہ ہو گیا جس سے آپ زار و قطار رونے لگے اور آپ کی ہچکی بندھ گئی اور زبان حال و قال سے یہ کہنا شروع کیا:

آج کیا فرقت ہے بنیامین کی — یاد تازہ ہوگئی یوسفؑ تری
یوسفا دو غم نہ جھیلے جائیں گے — ہاتھ دھو بیٹھوں نہ بنیامین سے
یوسفا کس طرح اب ہوگی سہار — کیونکر میرے دل کو آئے گا قرار
آہ دو کا ہجر اور دو کا الم — کس طرح سے یہ سہا جائے گا غم
دونوں آنکھیں ایک کے غم میں گئیں — دوسرے تیرے لئے جانِ حزیں
دونوں مل بیٹھیں گے خوش خرم وہاں — حال کیا یعقوبؑ کا ہوگا یہاں!
یوسفا بھائی کو رکھنا پیار سے — یہ جدا ہوتا ہے اک غم خوار سے
تجھ کو سونپا تھا یہودا اے پسر — اس کو سونپا ہے خدا کو سر بسر
دی یہودا کو دعا اے نونہال — غم نہ دے گا مجھ کو ربِ ذوالجلال
ہجر یوسفؑ اور بنیامین کا — چین کیونکر آئے گا اے کبریا!
کیا کروں گا میں یہ کھو گیا! — مجھ کو کیوں دی یہ محبت اے خدا
کب تلک مجھ پر رہے گا امتحاں — کب تلک یونہی رہوں گا نوحہ خواں
آزمائش کب تلک ہوگی ہری — عمر میری اب تو آخر ہوگئی
اب نہیں دل میں رہی مطلق سہار — کسطرح جھیلے گا وہ فرقت کا بار
مجھ کو ہے امید تیری ذات سے — مجھ کو دکھلائے گا تو بچے مرے

ہے بھروسہ مجھ کو تیری ذات کا
پھر نہ یہ غم مجھ کو تو دکھلائے گا

مصر کی منزل

فَلَمَّا دَخَلُوا مِنْ حَيْثُ أَمَرَهُمْ أَبُوهُمْ مَا كَانَ يُغْنِي عَنْهُمْ مِنَ اللَّهِ مِنْ شَيْءٍ إِلَّا حَاجَةً فِي نَفْسِ يَعْقُوبَ قَضَاهَا وَإِنَّهُ لَذُو عِلْمٍ لِمَا عَلَّمْنَاهُ وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ ۝ یعنی جب یہ لوگ حضرت یعقوبؑ کے کہنے کے مطابق مصر میں پہنچے تو حضرت یعقوبؑ کی یہ احتیاط خدا کے مقابلے میں کچھ بھی کام نہ آسکتی تھی کیونکہ حضرت یعقوبؑ کا محض ایک دلی ارمان تھا جس کو بیٹوں سے ظاہر کیا اور اس میں شک نہیں کہ حضرت یعقوبؑ کو ہم نے ایک ذو علم عنایت فرمایا تھا جس سے اکثر لوگ ناواقف ہوتے ہیں۔

کیونکہ ہمارے ملک میں قحط سالی بہت سخت ہو رہی ہے جس سے ہمارے بال بچے نہایت تکلیف میں ہیں حضور ہماری اور ہمارے اہل و عیال کی حالت پر رحم فرمائیں اور اپنی زکوٰۃ و خیرات دے کر ہمیں بخشیں۔

روو دیئے یوسفؑ یہ سن کر رو دیئے
بھائیوں کی عاجزی سے رو دیئے
بھائیوں کی بے قراری دیکھ کر
حد و بس یہ انکساری دیکھ کر
ضبط اب دل میں نہ یوسفؑ کے رہا
گویا بس اظہار کا وقت آ گیا
روتے روتے ہو گئے ہیں نیم جاں
ابر باراں جیسے ہیں آنسو رواں
آ گیا وہ وقت وہ لیل و نہار
جن کا تھا مدت سے بے حد انتظار
ہو گئے تھے جن کے اب بتیس سال
واسطے جن کے تھی اک دنیا نڈھال
اٹھنے والا ہے پردہ اور نقاب
اور نکلنے والا ہے وہ آفتاب
دور ہو گا سب اندھیرا مصر کا
جب کہ منہ چمکے گا شاہِ مصر کا
ضبط کی طاقت نہ یوسفؑ میں رہی
ہو گیا اوپر سے اذنِ ایزدی!
پرور پھر یوسفؑ لگا ہیں کس لئے
وصل کے اوپر سے جب دن آ گئے
اب نہیں برداشت اخفا کی ذرا
اب کوئی دم میں یہ راز افشا ہوا

اظہارِ یوسفؑ

کتبِ تفاسیر و تواریخ میں مرقوم ہے کہ جب حضرت یوسفؑ کے بھائیوں نے انتہائی عاجزی کے یہ الفاظ کہے کہ اے شاہِ مصر لِلّٰہ اپنا صدقہ اور خیرات و زکوٰۃ ہمیں عطا کر۔ اس پر جناب حضرت یوسفؑ روتے روتے از خود رفتہ ہو گئے اور پھر معاً اپنے دل کو مضبوط کر کے اندرونِ نقاب اپنے آنسو پونچھ کر کنعانیوں کی طرف مخاطب ہوئے اور اپنے اظہارِ خیال سے پہلے انہیں گزشتہ واقعہ یاد دلایا اور فرمایا:

هَلْ عَلِمْتُمْ مَّا فَعَلْتُمْ بِيُوسُفَ وَأَخِيهِ إِذْ أَنتُمْ جَاهِلُونَ ٥

یعنی حضرت یوسفؑ نے اپنے بھائیوں سے کہا کہ تمہیں وہ وقت بھی یاد ہے کہ تم اپنی جہالت کے سبب حضرت یوسفؑ اور اس کے بھائی سے کس طرح پیش آتے تھے بس یہ فرما کر حضرت یوسفؑ نے اپنے چہرے سے نقاب کو الٹ دیا۔ بھائیوں کی نظر جب بادشاہ

مصر پر پڑی تو شباہت حضرت یوسفؑ نہیں بلکہ عین حضرت یوسفؑ کو پایا اور جمالِ حضرت یوسفؑ پر نظر پڑتے ہی تمام کنعانیوں پر ایک سکتے کا عالم طاری ہوگیا۔ اور سب نے کہا:

قَالُوٓا أَءِنَّكَ لَأَنتَ يُوسُفُ ۝ قَالَ أَنَا يُوسُفُ وَهَٰذَآ أَخِى قَدْ مَنَّ ٱللَّهُ عَلَيْنَآ إِنَّهُۥ مَن يَتَّقِ وَيَصْبِرْ فَإِنَّ ٱللَّهَ لَا يُضِيعُ أَجْرَ ٱلْمُحْسِنِينَ ۝ قَالُوا تَٱللَّهِ لَقَدْ ءَاثَرَكَ ٱللَّهُ عَلَيْنَا وَإِن كُنَّا لَخَٰطِـِٔينَ ۝ قَالَ لَا تَثْرِيبَ عَلَيْكُمُ ٱلْيَوْمَ يَغْفِرُ ٱللَّهُ لَكُمْ وَهُوَ أَرْحَمُ ٱلرَّٰحِمِينَ ۝

ترجمہ در نظم

آپ ہی یوسفؑ ہیں کیا شاہِ مصر   یہ معمہ کیا ہے اے ذی جاہِ مصر
کیونکہ یہ حسن و جمالِ یوسفیؑ!   اور یہ فضل و کمالِ یوسفیؑ
ہے فقط یوسفؑ پہ یہ اس کی عطا   آپ کیا یوسفؑ! وہی یوسفؑ ہیں کیا

حضرت یوسف علیہ السلام

میں وہی اک یوسفِ کنعاں ہوں   میں وہی اک ناتواں انساں ہوں
دیکھ لو پہچان لو صورت میری   اور یہ بنیامین ہے میرا اخی
فضل یہ معبود نے ہم پر کیا!   مرتبہ یہ شان و شوکت کا دیا
جس کو سب کہتے ہیں ربُّ العالمین   ڈرنے والوں صابروں کا ہے معین
قدرداں نیکوں کا ہے وہ کردگار   نیکیاں رہتی ہیں آخر برقرار

سوتیلے بھائی

یوسفا! واللہ سبقت لے گئے   آپ پیارے ہوگئے اللہ کے
رحم فرمایا خدا نے آپ پر   ہوگئے ہم پر کہیں افزوں تر
بلکہ سچ یوں ہے کہ مجرم ہوگئے   آپ کو تکلیف دے کر ہم مٹے
کرتے کرتے معذرت رونے لگے   سب کے سب بھائی وہاں چلّا اٹھے
ایسے روئے آہ دھاڑیں مار کر   قلبِ یوسفؑ ہوگیا زیر و زبر

حضرت یُوسفؑ

تاج شاہی پھینک اُترے تخت سے — پاس اُن کے آئے بس روتے ہوئے
اور گلے سے آپ اِک اِک کے ملے — اور زباں سے اس طرح گویا ہوئے
اے عزیزو! کچھ نہیں الزام آج — ہے دُعا معبُود رکھے سب کی لاج
تم کو بخشے خالقِ دنیائے دُوں — عفو فرمائے وہ بے چون و چگوں
ہے بڑا ارحم وہ ذاتِ مطلقا! — جس کا بس ثانی نہیں ہے دُوسرا

محبّت کی باتیں

جب حضرت یوسفؑ اور ان کے بھائی بہت کچھ مسرت اور خوشی کا رونا رو دھو چکے اور آہستہ آہستہ ان کے دل ٹھہرے تو اب آپ سب بھائیوں کو لیکر ایک خاص کمرے میں تشریف فرما ہوئے اور وہاں بیٹھ کر بہت کچھ محبت والفت کی باتیں شروع ہوئیں۔ جن میں حضرت یوسفؑ نے یہ بھی فرمایا کہ میں تمہیں کچھ الزام نہیں دیتا بلکہ آج کے بعد تمہارے کرتوت اور تمہارے افعال کا ذکر بھی اپنی زبان پہ نہ لاؤں گا۔ نیز خدا کی ذات سے میں امید رکھتا ہوں کہ وہ بھی تمہیں معاف فرمائے گا اور بخش دے گا کیونکہ تم اقرار کرنے کے بعد واقعی پشیمان اور بے حد نادم ہوئے۔ نیز میرے مولا کی یہ خاص صفت ہے کہ وہ پشیمانوں اور نادموں سے کبھی کسی جرم کا بدلہ نہیں لیتا اور یقیناً معاف فرما دیتا ہے اور جو لوگ اپنے اللہ کے آگے اپنی ندامت پیش کرتے ہیں اللہ تعالیٰ ان کے سامنے پروانۂ نجات و مغفرت پیش کرتا ہے۔

اس کے بعد آپ اپنے جملہ بھائیوں کے ساتھ نہایت محبت سے پیش آئے اور کئی اقسام کے کھانے اور میوے ان کے آگے چنے جس پر جملہ برادرانِ کنعانی گویا ہوئے کہ اے حضرت یوسفؑ! آپ کے گوناگوں احسانات ہم پر بہت کچھ ہوئے ہیں حالانکہ ہم آپ کے واقعی خطاکار اور قصوروار ہیں۔ اس پر جناب حضرت یوسفؑ نے ان کا قطع کلام کر کے فرمایا۔ نہیں نہیں ایسا ہرگز نہ کہو بلکہ میں خود تمہارا احسانمند ہوں اور تمہارے یہاں تشریف فرما ہونے کا نہایت مشکور ہوں۔ بات یہ ہے کہ گو میں تمام ملک کا بادشاہ اور حکمران ہوں اور تمام مصر کے لوگ میرے غلام ہیں مگر ساتھ ہی ان کے غلامی کا دھبہ میرے اوپر بھی لگا ہوا ہے۔ اور یہاں عموماً لوگ یہ

سمجھتے ہیں کہ حضرت یوسفؑ نہ معلوم کہاں کا باشندہ ہے اور کون ہے جو اوّل آکر مصر میں نیلام ہوا اور پھر برسوں قید میں رہا اور پھر آخر میں وہ ہمارا بادشاہ ہو گیا۔ خلاصہ یہ کہ تمام مصر والے میری نسبت نہ معلوم کیا کیا گمان کرتے ہوں گے کہ کہاں کا باشندہ ہے اور کس قوم اور کس خاندان سے ہے تو اسے برادران من! تمہارے آنے سے میرا خاندان نبوت ظاہر ہو گیا اور میری ذاتی عزت کو چار چاند لگ گئے اور وہ غلامی کا دھبہ میرے دامن سے صاف ہو گیا جس کے لئے میں تمہارا ممنون اور جسقدر احسانمند ہوں وہ تھوڑا ہے۔

چنانچہ حضرت یوسفؑ کی ایک سچی اور عاجزانہ تقریر کا بھائیوں کے دلوں پر بیحد اثر ہوا۔ اور نہایت خلوص و محبت سے سب نے عرض کیا کہ ہم حلف اٹھاتے ہیں کہ آج کے بعد ہم آپ کو اپنے دلوں میں جگہ دیں گے اور واقعی آپ سے دلی محبت کریں گے۔ جس کے جواب میں حضرت یوسفؑ نے اپنے بھائیوں کے سامنے ایک دریائے نصیحت بہا دیا اور انسان کو سوائے اللہ کے دوسروں سے محبت کرنے کا خطرناک نتیجہ معہ دلائل اور ثبوت کے آنکھوں سے دکھا دیا۔

اسے عزیزو! نام الفت کا نہ لو ۔ اور محبت کا نہ تم دعوےٰ کرو!
یاد ہے تم کو محبت باپ کی! ۔ کیا مجھے اور باپ کو راس آ گئی
ان کی الفت سے کنویں میں میں گرا ۔ رنگ الفت آپ کی لائے گی کیا
یہ محبت راس آتی ہی نہیں ۔ جز خدائے پاک رب العالمین
عابد و معبود کی الفت ہے بس ۔ ماسوا اس کے ہے جو کچھ سب ہوس
ٹوٹنے والی ہیں ساری الفتیں ۔ ماسوا اللہ کے سب خاک ہیں
رشتۂ الفت ہو بس اللہ سے ۔ اور محبت ہو تو بس اللہ سے
نبھنے والی یہ محبت ہے مدام ۔ بس یہی الفت ہے جس کو ہے قیام
دوستی اللہ سے ہو دوستی ۔ کام آئے گی یہی کام آئے گی
مہرباں بندے پہ ہوتا ہے خدا ۔ جب کہ بندہ سب سے ہوتا ہے جدا
مشترک الفت اسے بھاتی نہیں ۔ اور تجلی اس کی واں آتی نہیں
شرک غیری ہے اسے ناپسند ۔ کیوں کرو تم اس کے دروازے کو بند
کام آتی ہے خدا کی دوستی
ہو اسی سے انتہا کی دوستی

یوسفؑ کا کرتہ

اِذْهَبُوا بِقَمِيصِي هَٰذَا فَأَلْقُوهُ عَلَىٰ وَجْهِ أَبِي يَأْتِ بَصِيرًا ۚ وَأْتُونِي بِأَهْلِكُمْ أَجْمَعِينَ ۝

یعنی حضرت یوسفؑ نے اپنے بھائیوں سے فرمایا کہ لو یہ میرا کرتہ لے جاؤ اور اسے میرے والد ماجد کی آنکھوں سے لگاؤ اس سے اُن کی بینائی روشن ہو جائے گی اور پھر تم انہیں اور اپنے خاندان کو میرے پاس لے آؤ۔

اس کے بعد حضرت یوسفؑ نے اپنے بھائیوں سے دریافت کیا۔ اچھا یہ تو بتاؤ کہ حضرت والد ماجد کے نابینا ہونے کی وجہ کیا ہوئی تھی۔

بھائیوں نے جواب دیا کہ وہ خون آلود کرتہ اپنی آنکھوں پہ رکھتے تھے اور روتے تھے اور اسقدر روتے تھے کہ محض روتے روتے آپ کی آنکھیں جاتی رہیں اور آپ دیکھنے سے بالکل معذور ہو گئے۔

یہ سن کر حضرت یوسفؑ بہت روئے اور پھر آپ نے آنسو پونچھ کر فرمایا کہ میرے پہلے کرتہ سے والد بزرگوار کی بینائی گئی اور دوسرے کرتہ سے انشاء اللہ ان کی بینائی لوٹ آئے گی۔ جاؤ یہ کرتہ ان کی آنکھوں سے لگاؤ۔

یہ سن کر یہودا اٹھ کھڑا ہو گیا اور کہا کہ اے برادر والا شان! آپ کا وہ مصنوعی خون آلود کرتہ حضرت والد ماجد کی خدمت میں میں لے گیا تھا جس کے سبب آج تک میں بہت شرمندہ نادم ہوں۔ اب میری یہ درخواست ہے کہ آپ کا یہ سچا کرتہ بھی میں ہی لیکر جاؤں تا کہ میرے پہلے گناہ کا کفارہ ہو جائے یا پہلی تقصیر کی تلافی ہو سکے۔

جناب حضرت یوسف علیہ السلام اور ان کے تمام بھائیوں نے یہودا کی اس درخواست کو بدل منظور کیا اور اب اس مبارک خدمت کو انجام دینے کے لئے یہودا کمربستہ ہو گیا اور شہر کنعان جانے کے لئے یہودا کی تیاری شروع ہوئی۔

جناب حضرت یوسفؑ نے بہت کچھ تحفے تحائف یہودا کے ہمراہ کیے اور زبانی اپنے والد ماجد کو بہت کچھ تسلی اور اطمینان دلانے کی فرمائش کی۔ یہودا بڑے بڑے تحائف اور حضرت یوسفؑ کا کرتہ لیکر چلتا ہے جس کو خود حضرت یوسفؑ اور سارے کے سارے بھائی اور تمام امیر اور وزیر تمام عہدیداران مصر حدود مصر تک رخصت کرنے کے لئے آتے ہیں۔ چنانچہ یہودا

اس ذاتی اعزاز پر مارے خوشی کے از خود رفتہ ہو جاتے ہیں۔

آج ہے اتنی یہودا کی خوشی ! خواب میں بھی جو کبھی دیکھی نہ تھی
کیا یہودا کیا سبھی چھوٹے بڑے حد سے بڑھ کر آج سب مسرور تھے
سب کی باچھیں کھل رہی تھیں اسقدر گویا جنت مل گئی مرغوب تر
جب یہودا سب سے رخصت ہو چکا اور وہ کنعان کی جانب چلا

کچھ نہ پوچھو راہ رستے کی خوشی
ہر گھڑی شادی کی تھی یا عید کی

کُرتے کی خبر

شہر کنعان میں حضرت یعقوبؑ کے پاس چند پڑوسی ہمسائے کے لوگ اور ان کے پوتے وغیرہ بیٹھے ہوئے ہیں کہ یکایک جناب اسرائیل علیہ السلام متعجب ہو کر چاروں طرف دیکھتے ہیں اور حیرت زدہ ہو کر کھڑے ہو جاتے ہیں اور پھر بیٹھ جاتے ہیں اور گھبرا کر کھڑے ہو جاتے ہیں اور پھر تھوڑے وقفہ کے بعد حضرت یعقوبؑ زبانِ مبارک سے یہ فرما رہے ہیں کہ اگر تم لوگ مجھے بہکنے والا نہ کہو تو میں تم سے ایک بات کہوں :

آ رہی ہے مجھ کو کچھ یوسف کی بُو میرا شاہد ہے تو بس اللہ تُو
دیکھنا کیا آ گیا یوسفؑ مرا ! جس کی خوشبو دے رہی ہے یہ

اب گلے سے وہ میرے مل جائے گا
اب وہ دل ٹھنڈا کرے گا باپ کا

نیز اے میرے مصاحبین ! اس وقت میرا دماغ حضرت یوسفؑ کی خوشبو سے مہک رہا ہے اور یہ وہ وقت ہے کہ یہودا کا قافلہ مصر سے روانہ ہوا ہے اور اس کے سفر کی پہلی منزل ہے جیسے اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام پاک میں نقل فرمایا ہے فَلَمَّا فَصَلَتِ الْعِيرُ قَالَ أَبُوهُمْ إِنِّي لَأَجِدُ رِيحَ يُوسُفَ لَوْلَا أَنْ تُفَنِّدُونِ ۝

یعنی یہودا کا قافلہ ادھر مصر سے چلا ادھر ان کے باپ حضرت یعقوبؑ نے شہر کنعان میں کہنا شروع کیا کہ اے میرے مصاحبین ! تم سب مجھے بہکنے والا نہ کہو تو بیشک میں اس وقت یہ ضرور کہوں گا کہ مجھے حضرت یوسفؑ کی خوشبو آ رہی ہے جس سے میرا دماغ شاد شاد ہو رہا ہے۔

حضرت یعقوبؑ کے مصاحبین یعنی آپ کے پوتے اور پڑوسی ہمسایہ کے لوگ آپ سے یہ عجیب و غریب اور نئی بات سُن کر کہنے لگے :

مدتیں گزریں زمانہ ہو گیا قصہ یوسفؑ پرانا ہو گیا

افسوس اے حضرت یعقوبؑ ! ہمیں آپ کی حالت پر رونا بھی آتا ہے اور ہنسی بھی آتی ہے کیونکہ قرنوں اور برسوں حضرت یوسفؑ کو غائب ہوئے گزر گئے جس کا اب کوئی نام و نشان بھی باقی نہ رہا ہو گا۔ مگر آپ ہیں کہ اس کے لئے بیقرار ہیں اور سمجھتے ہیں کہ گویا آپ کے پاس وہ موجود ہے۔ قَالُوْا تَاللّٰهِ اِنَّكَ لَفِيْ ضَلٰلِكَ الْقَدِيْمِ ○

یعنی : اے بزرگوار حضرت یعقوبؑ ! قسم خدا کی آپ وہی اپنی خیالی لکیر کے فقیر بنے ہوئے ہیں۔ آپ کے پوتے اور مصاحبین آپ سے یہ باتیں کر ہی رہے تھے کہ اتنے میں ایک اجنبی آواز آپ کے دروازے پر دی جاتی ہے اور کوئی شخص اندر آنے کی اجازت چاہتا ہے۔ چنانچہ بحکم اسرائیلؑ اسے اندر آنے کی اجازت ہوتی ہے اور وہ اجنبی اندر آ کر حضور کے سامنے دو زانو ہو کر بیٹھ جاتا ہے اور ایک عجیب و غریب تقریر شروع کرتا ہے۔ اور وہ یہ کہ حضور میں بادشاہ مصر جناب حضرت یوسفؑ کا ایلچی ہوں اور میں بحکم شاہی مہینوں کا راستہ دنوں میں اور دنوں کا راستہ گھنٹوں میں طے کر کے نہایت سرعت کے ساتھ مصر سے کنعان حضور کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں۔ اور بحکم شاہی حضور کو یہ بشارت دینے آیا ہوں کہ آپ کے بڑے فرزند یہودا بادشاہ مصر حضرت یوسفؑ کا کرتہ لیکر مصر سے روانہ ہو گئے ہیں اور وہ عنقریب آپ کی خدمت میں حاضر ہوا چاہتے ہیں۔ نیز جناب حضرت یوسفؑ نے اپنی قمیص مبارک کو اس لئے روانہ کیا ہے کہ حضور کی آنکھوں پر اسے ڈالا جائے جس سے آپ کی آنکھیں مثل تارے کے روشن ہو جائیں۔

یہ مژدہ جانفزا سنتے ہی حضرت یعقوبؑ کی فرط خوشی میں عجیب و غریب حالت ہو جاتی ہے لیکن آپ اس انتہائی مسرت اور اس انتہائی خوشنودی کو توحید و اسلام پر قربان کر دیتے ہیں اور اپنے نور عین حضرت یوسفؑ کی محبت اور اس کے تنتیس سالہ غم فراق کو طاق میں رکھ دیتے ہیں اور سب سے پہلے حضرت یعقوبؑ اس ایلچی سے یہ فرماتے ہیں کہ اے میرے حضرت یوسفؑ کی خوشخبری لانے والے ایلچی میں خوشخبری حضرت یوسفؑ کی بعد میں سنوں گا سب سے پہلے اس کے ایمان و مذہب کی طرف سے اطمینان حاصل کروں۔ پھر اس کے بعد اس کا پیام و سلام معلوم کر لوں۔

جناب حضرت یعقوبؑ کے جواب میں ایلچی عرض کرتا ہے کہ حضور اطمینان رکھیں، آپ کے

حضرت یوسفؑ جو ہمارے بادشاہ ہیں وہ خالص دینِ اسلام پر ہیں بلکہ مزید برآں یہ کہ ان کو اللہ تعالیٰ نے نبوت و پیغمبری کی خلعت سے بھی آراستہ و پیراستہ فرمادیا ہے اور مصر کا بادشاہ بھی بنادیا ہے

سُن کے یہ مژدہ یہ یوسفؑ کی خبر — خوش ہوئے یعقوبؑ اتنے سر بسر
حال شادی مرگ کا سا ہو گیا — گر گئے غش کھا کے حضرت برملا
دیر تک محفل پہ سناٹا رہا — دیر تک ایک ایک کو تکتا رہا
ہوش جب حضرت کو آیا اے فنا — چھوٹتے ہی ایلچی سے یہ کہا
پھر سنا للہ مجھ کو یہ خبر — کس جگہ ہے وہ مرا نورِ نظر
پھر سنا وہ داستانِ دلفریب — جس سے اُڑتے ہیں مرے صبر و شکیب
پھر بتا اے ایلچی یوسفؑ کا حال — پھر بیاں کر شان اس کی باکمال
کیا بشارت تو نے دی اے ایلچی — آج بس میں کیا کروں خاطر تری
جب تلک آئے یہودا میرے گھر — تو سنائے جا مجھے یہ ہی خبر
ہو نہ دم بھر میرے پہلو سے جُدا — تجھ کو دیتا ہوں خدا کا واسطہ
کس نے کرتہ پاک بھیجا ہے مجھے — کس کا مژدہ یہ سُنایا ہے مجھے
خواب ہے مولیٰ کہ بیداری ہے یہ — کان میں آواز کیا آئی ہے یہ
سچ بتا اے ایلچی تو سچ بتا — تجھ کو یوسفؑ نے ہی یاں بھیجا ہے کیا

کُرتے کا پہنچنا

حضرت یعقوبؑ اب ہمہ تن اس ایلچی کی طرف مخاطب ہیں اور وہ زمانہ یا اس وقت کو ان پیارے ایلچی سے ہی پیاری پیاری باتیں سنتے میں گزار رہے ہیں کہ ایک روز علی الصباح بڑے شور و غل کی آواز آپ کے کانوں میں آتی ہے اسی وقت آپ کسی سے دریافت فرماتے ہیں کہ یہ کیسا شور و غل ہے آپ کو بتایا گیا کہ آپ کے بڑے فرزند یہودا شہر کنعان میں داخل ہو گئے ہیں اور عنقریب آپ کی خدمت میں حاضر ہونا چاہتے ہیں تھوڑی دیر نہ گزری تھی کہ یہودا مع اپنے ساز و سامان کے دولت کدہ پر پہنچے اور اذن حاصل کر کے فوراً اندرونِ مکان داخل ہوئے اور والد بزرگوار کے سامنے استادہ ہو کر سلام عرض کیا اور فوراً اپنی بغل سے حضرت یوسفؑ کا کرتہ نکال کر حضرت یعقوبؑ کی آنکھوں سے لگایا اور سر مبارک پر ڈالا جیسے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے

فَلَمَّآ اَنْ جَآءَ الْبَشِیْرُ اَلْقٰهُ عَلٰی وَجْهِهٖ فَارْتَدَّ بَصِیْرًا ۝

یعنی پھر حضرت یوسفؑ کی خوشخبری دینے والا حضرت یعقوبؑ کے پاس آیا تو آتے ہی اُس نے حضرت یوسفؑ کا کرتہ حضرت یعقوبؑ کے منہ پر ڈالا جس سے انہیں فوراً دکھائی دینے لگا اور جناب کی آنکھیں مثل تارے کے روشن ہو گئیں۔

حضرت یعقوبؑ نے اسی وقت شکر الٰہی ادا کیا اور یہودا کو اپنے گلے سے لگایا۔ اور فرمایا کہ یہودا! وہ پہلا خون آلود کرتہ (مصنوعی کرتہ) بھی تو ہی لایا تھا اور اب میرے پیارے حضرت یوسفؑ کی خوشبو میں مہکا ہوا حضرت یوسفؑ کا یہ حقیقی کرتہ بھی تو ہی لایا ہے جس سے تیرے پہلے عمل کی تلافی ہو گئی اور میں نے تیری اس خطا کو معاف کر دیا۔ یہ فرما کر حضرت یعقوبؑ اپنے پوتوں اور دیگر لوگوں کی طرف مخاطب ہوئے اور ان سے فرمایا کہ تم مجھے یوسفؑ کی خبر دینے پر جھٹلاتے رہے تھے جیسے اللہ پاک نقل فرماتا ہے: قَالَ اَلَمْ اَقُلْ لَّکُمْ اِنِّیْٓ اَعْلَمُ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ۝

یعنی حضرت یعقوبؑ نے کہا میں نے تم سے نہیں کہا تھا کہ میں اللہ کی طرف سے بتائی ہوئی وہ باتیں جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے۔

یہ سن کر آپ کے پوتے یا وہ تمام لوگ جو اس وقت آپ کی خدمت میں حاضر تھے اور آج بھی موجود تھے سخت نادم ہوئے اور جناب کی کرامت یا معجزے سے بے حد متاثر ہوتے۔ مگر اس روز یا کسی اور روز ان میں سے ایک نے عرض کیا کہ حضور میرا ایک سوال ہے وہ یہ کہ حضرت یوسفؑ کا کرتہ مصر سے روانہ ہوا جس کا یہاں سے سینکڑوں میل کا فاصلہ ہے لیکن کرتہ روانہ ہوتے ہی آپ کو حضرت یوسفؑ کے پیرہن کی خوشبو آ گئی۔

کیا سبب ہے اس کا اے عالی وقار ۔۔۔ وجہ کیا ہے اے نبی کردگار
منزلوں سے بوئے یوسفؑ آ گئی ۔۔۔ جو دماغِ شیخ کو مہکا گئی
چاہِ کنعاں کی نہ آئی کچھ خبر ۔۔۔ پاس ہے نزدیک ہے جو اس قدر
پاس سے لاعلم حضرت کیوں رہے ۔۔۔ دور سے کیوں اتنے واقف ہو گئے
کیا معمہ ہے یہ اے عالی جناب ۔۔۔ عقل اپنی کھا رہی ہے پیچ و تاب

حضرت یعقوبؑ

غیب کا مالک فقط ہے کردگار ۔۔۔ غیب داں ہے بس وہی پروردگار

یہ خزانہ خاص ہے اللہ کا
جس کو لے سکتا نہیں ہے دوسرا
ہاں مگر جب چاہے دیدے کچھ خبر
اور جب چاہے چھپا لے سَر بسر
مصر سے کرتے کی پہنچائی خبر
چاہ کنعاں کی نہ مطلق دی خبر
دُور کا سب حال روشن کر دیا
پاس کا کچھ بھی نہ بتلایا پتہ
ایک ہے وہ غیب داں مشکلکشا
ایک ہے وہ ذات مطلقا
ایک ہے وہ خوبیوں میں اپنی بس
ہے فقط اللہ بس، باقی ہوس

مصر کی تیاری

حضرت یعقوبؑ کی آنکھیں مثل تارے کے روشن ہوگئیں اور انہوں نے شکرِ الٰہی ادا کیا تو اسی وقت یہودا نے اپنے بیٹوں اور جناب یعقوبؑ کے جملہ پوتوں کو اپنے پاس کھڑا کیا اور خود دست بستہ جناب کی خدمت میں عرض کیا کہ حضور للہ ہماری سب کی وہ گزشتہ تقصیریں معاف فرمائیں جس کے سبب سے آپ مدتوں سخت تکلیف میں مبتلا رہے۔ چنانچہ کلامِ الٰہی میں ارشاد ہے:

قَالُوْا یٰۤاَبَانَا اسْتَغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَاۤ اِنَّا كُنَّا خٰطِـٕیْنَ ۝ قَالَ سَوْفَ اَسْتَغْفِرُ لَكُمْ رَبِّیْؕ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ ۝

یعنی: یہودا نے اپنے تمام بھائیوں کی طرف سے یہ عرض کیا کہ اے والد بزرگوار آپ اللہ تعالیٰ سے ہمارے قصور معاف ہونے کی دعا کریں کہ فی الحقیقت ہم نے بڑی بڑی تقصیریں کی ہیں جن کے جواب میں حضرت یعقوبؑ نے فرمایا کہ میں اپنے پروردگار سے ایک خاص وقت میں تمہارے قصور معاف ہونے کی دعا کروں گا بے شک وہ معاف کرنے والا نہایت مہربان ہے۔ اس کے بعد یہودا نے حضرت یوسفؑ کے جملہ پیام عرض کئے اور کہا کہ آپ کے نور عین حضرت یوسفؑ نے افسوس کیا ہے کہ حضور کی خدمت میں حاضر ہوتا۔ مگر حکمِ الٰہی یہ ہے کہ آپ مع جملہ خاندان کے مصر میں تشریف لائیں اور عطیہ خداوندی کا منظر دیکھیں۔ نیز جناب کے لئے کئی سو پُر تکلف سواریاں بادشاہ مصر حضرت یوسفؑ نے میرے ہمراہ کر دی ہیں جو در دولت پر حاضر ہیں۔ پس جناب مع خاندان اور مع اپنے تمام دوست احباب کے شہر مصر تشریف لے چلیں۔ چنانچہ آپ یہ پیام سنتے ہی تیار ہوگئے۔ اور تمام شہر کنعان میں اس سرور بلاوے کا عام اعلان کر دیا۔ جس کو سن کر۔

ہوگئی کنعان میں اک دھوم دھام
حضرت یوسفؑ کا جب پہنچا پیام

وہ پیام آیا ہے شاہِ مصر کا | جس کو سن کر ہر کوئی مسرور تھا
ہر طرف جوشِ مسرت ہے عیاں | ہر طرف مسرور ہیں پیر و جواں :
ہر طرف اک عید کی سی ہے خوشی | کھل گئی ہر ایک کے دل کی کلی
آج سب چھوٹے بڑے کنعان کے | ہر جگہ ہر سمت ہر نزدیک و دُور
ہر طرف سے لوگ آتے ہیں چلے | سج رہے ہیں مصر جانے کے لئے
آج ہے کنعان میں آئی خوشی | جیسے ہے تاریخ شادی کی ہوئی
آج ہے کنعان میں آئی خوشی | مصر کو تیار خلقت سب ہوئی
ہو رہے ہیں سب سواری پر سوار | جن کی گنتی ہے نہ کچھ حد و شمار
جن کو یوں لیتے ہیں اسرائیلؑ ساتھ | گویا وہ یوسفؑ کے چڑھتے ہیں بارات
واقعی یوسفؑ کی شادی ہی تو ہے | اس سے بڑھ کر ہو سکے گی کوئی شے
قافلہ تیار جب یہ ہو گیا | کوچ کا پھر اذن حضرت نے دیا
پھر چلا ہے مصر کو جب یہ برات | رحمتِ مولیٰ ہے جن کے ساتھ ساتھ

مصر کی آراستگی

حضرت یعقوبؑ مع اپنے جملہ خاندان مرد و عورت اور مع صدہا دوست اور یگانوں کے ایک پُرجوش قافلہ لئے ہوئے منزل بہ منزل مصر کی طرف چلے جا رہے ہیں جن میں سے وہی ایلچی جس نے یہودا کے آنے کی خبر دی تھی۔ اب حضرت یوسفؑ کو حضرت یعقوبؑ کے آنے کی خبر دینے کے لئے قافلہ سے نکل کر اپنے تیز رَو ناقے پر ہوا کی طرح روانہ ہو گیا اور یہ عظیم الشان قافلہ پہنچنے سے کئی روز پہلے مصر پہنچ گیا۔ اور شاہی خدمت میں پہنچ کر جناب اسرائیل علیہ السلام اور ان کا قافلہ آنے کے تمام احوال حضرت یوسفؑ سے بیان کئے جہاں حکمِ شاہی سے فوراً تیاریاں شروع ہو گئیں اور تمام مصر شہر کی آراستگی کا فوری حکم نافذ ہوا۔

گویا ابتدائی تیاریاں مہینوں پہلے سے تھیں مگر آخری اور استقبالی تیاری آج نہایت زور سے کی جاتی ہے۔ تمام گلی کوچے، تمام راستے تمام بڑے اور چھوٹے بازار شاہی ساز و سامان سے آراستہ و پیراستہ کئے جاتے ہیں نیز محلات و قلعے تمام مکانات و ایوانات تمام باغات و چمن و گلزار بنائے جا رہے ہیں اور تمام مرد و عورت تمام لونڈی و غلام، فوج و سپاہ عمدہ عمدہ اور پُرتکلف اور زرق برق

لباس سے آراستہ ہوتے ہیں اور خود حضرت یوسفؑ اپنے چہرے پر نقاب ڈالے ہوئے بہ نفسِ نفیس ہر ایک شئے کی تیاری میں پوری سرگرمی کے ساتھ کوشاں ہیں۔

جب آپؑ نے یہ دیکھا اور معلوم کیا کہ جملہ تیاریاں تکمیل کو پہنچ گئی ہیں اور ہر ایک شئے قابلِ دید ہو گئی تب اپنی افواجِ قاہرہ کے نام حکم صادر کیا کہ اتنی اتنی پیدل فوجیں اور اتنے اتنے گھوڑے سوار رسالے جناب حضرت یعقوبؑ کے استقبال کے لئے یہاں سے تین منزل آگے پہنچ کر برائے استقبال استادہ ہوں۔ سب سے پہلے وہاں حضور والا جناب قبلہ وکعبہ کی سلامی اتاری جائے اور پھر نہایت عزت کے ساتھ اُن کو مصر تک لائیں چنانچہ اُسی وقت یہ پیدل و سوار حضرت یعقوبؑ کے استقبال کے لئے مصر سے روانہ ہو جاتے ہیں اور تین منزل آگے نکل کر قرینے کے ساتھ دو رویہ استادہ ہو جاتے ہیں۔

ادھر جناب حضرت یوسفؑ بیرونِ مصر بڑے بڑے وسیع میدانوں میں بڑے بڑے عالیشان خیمے نصب کراتے ہیں اور اُن کی آراستگی وزیبائش میں خود بہ نفسِ نفیس ہمہ تن مصروف ہیں اور مارے خوشی کے آپ کی یہ حالت ہے کہ کبھی ٹپ ٹپ آنکھوں سے آنسو گرنے لگتے ہیں کبھی کھلکھلا کر ہنسنے لگتے ہیں اور مصر کو اور اس کے راہ راستوں کو اتنا سجا رہے ہیں جس کا کچھ حد وشمار نہیں۔ غرضیکہ ؎

مصر اک دُلہن کی صورت بن گیا | کچھ ٹھکانا ہے نہ جس کے حسن کا
منہ سے بول اٹھے ہیں سب کون ومکاں | گویا بس جنت اتر آئی یہاں

ایک پُرجوش نظّارہ

مصر سے تین منزل آگے دل بادل فوجیں ایک مقام پہ استادہ ہیں جن کے زرق برق لباس اور جن کے آبدار خود وسپر سورج کی چمک سے میلوں تک اپنا چمکارا ڈال رہے ہیں۔ اور دیکھنے والوں کی آنکھوں میں دن دہاڑے بجلیاں چمکا رہے ہیں۔

جب حضرت یعقوبؑ اور یہودا کا شاندار اور مبارک قافلہ اس فوجی میدان کے قریب پہنچتا ہے تو حضرت جبرائیلؑ اس کنعانی قافلے کو روک لیتے ہیں اور حضرت یعقوبؑ سے فرماتے ہیں کہ آپ مع اپنے خاندان کے سواریوں پر سے اتریں اور ایک بلند مقام پر کھڑے ہو کر ایک پرجوش نظارہ ملاحظہ فرمائیں۔ چنانچہ حضرت یعقوبؑ مع اپنے خاندان کے سواریوں پر سے اترے اور راستے کے ایک بلند مقام پر کھڑے ہو گئے اور یہودا سے دریافت فرمایا کہ

بجلی کے چمکارے اور یہ دن دہاڑے روشن ستارے کیسے نظر آتے ہیں۔ یہودا نے عرض کیا کہ اے والد بزرگوار آپ کے نور عین حضرت یوسفؑ کی دل بادل فوجیں آپ کے استقبال کے لئے مصر سے تین منزل آگے استادہ ہیں اور آپ کو یہ نہایت جلوس فاخرہ کے ساتھ لیکر مصر میں داخل ہوں گی۔ ادھر سپہ سالار نے دیکھا کہ سالار قافلہ کنعانی ایک بلند مقام پر فوج کی سلامی کے لئے تشریف فرما ہوں گے۔ فوراً اپنی افواج کو وہاں سے نقل و حرکت کا حکم دیتا ہے جو ہالے کی طرح نہیں بلکہ دریا کی موجوں کی طرح زور کرتی ہوئی اس بلند مقام کے پاس سے گزرنی شروع ہو جاتی ہیں۔ طرح طرح کی جانباز فوجیں اور رنگ برنگ کے جرار رسالے آہستہ آہستہ وہاں سے گزر رہے ہیں جن میں ہر ایک کا ہاتھ ماتھے پر ہے اور سالار قافلہ کنعانی یعنی حضرت یعقوبؑ کو ہر پیدل اور سوار سلام کر رہا ہے جن کے پاس لباس فاخرہ اور جن کے ساز و سامان کی کثرت دیکھ کر حضرت یعقوبؑ کو حیرت ہوئی کہ اسی وقت پھر حضرت جبرائیلؑ تشریف لائے اور کہا کہ اے حضرت یعقوبؑ آپ یہ دنیا کو استقبال کا نظارہ دیکھ کر حیرت میں آتے ہیں جو کچھ بھی حقیقت نہیں رکھتا۔ مہربانی فرما کر ذرا آسمان کی طرف نظر اٹھا کر دیکھیئے کہ وہاں آپ کا کیسا پرجوش استقبال ہو رہا ہے اور کیسی مسرت شادمانی کی لہریں دوڑ رہی ہیں اور ملائکہ خوش ہوکر مرحبا کے نعرے بلند کر رہے ہیں۔ چنانچہ جبرائیل کے کہنے پر جناب اسرائیل علیہ السلام نے نگاہ بلند فرمائی:۔

آسماں پر اب جو دیکھا آپ نے ۔۔۔ صف بصف لاکھوں فرشتے ہیں کھڑے
اور ہیں مسرور و خنداں اسقدر ۔۔۔ گویا یوم عید ہے آج ان کے گھر
بہر استقبال جو آئے ہیں سب ۔۔۔ تہ بہ تہ ہیں آسماں تک با ادب
جن کی گنتی ہے نہ کچھ حد و شمار ۔۔۔ ایک نوری شکل اور لاکھوں قطار
ہے سلام ان کی زباں پر اے فنا ۔۔۔ مرحبا کا شور ہے جو ہے بپا
اس لئے جوش مسرت ہے کمال ۔۔۔ آج دو بچھڑے ہوؤں کا ہے وصال
جن کو فرقت میں کٹے تئیس سال ۔۔۔ آج ان کا ہو رہا ہے اتصال
آج یعقوبؑ اور یوسفؑ کے لئے ۔۔۔ سارے دروازے فلک کے کھل گئے
باپ بیٹا اب ملیں گے دیکھنا ۔۔۔ اب خوشی کی ہوگی اک آہ و بکا

مصر کا داخلہ

مصر کی استقبالی فوج جب سلامی کی رسم حضرت یعقوبؑ کی پیشی میں ادا کر چکی تو پھر

آپ اپنے بڑے بیٹے یہودا کے کہنے سے اپنی پُرتکلف سواری پر سوار ہوئے اور نہایت ذی شان جلوس کے ساتھ مصر کی جانب روانہ ہو گئے۔ پھر ایک منزل پر پہنچ کر یہودا نے اپنے بیٹے کو ایک تیز رو ناقہ پر سوار کیا اور کہا کہ بعجلت تمام مصر کے دربار میں پہنچ کر اپنے چچا جان یعنی بادشاہ مصر حضرت یوسفؑ کو خوشخبری سناؤ کہ آپ کے والد ماجد حضرت یعقوبؑ ایک بڑے زبردست جلوس کے ساتھ کل صبح نمودار ہونے کے بعد مصر میں داخل ہو جائیں گے۔ چنانچہ فرزند یہودا بعجلت تمام مصر کے دربار میں پہنچتا ہے اور جناب حضرت یوسفؑ کو یہ مسرت انگیز مژدہ سناتا ہے جہاں پہلے ہی سے تیاریاں ہیں اور ایک ایک آن اسی انتظار میں گذر رہی ہے کہ کب حضور والا جناب حضرت یعقوبؑ مصر میں داخل ہوں اور کب زیارت اسرائیلؑ ہو۔ آخر یوم وصال کی پچھلی رات سے تمام مخلوق اور مقامی فوجیں اور چھوٹے بڑے بیرونِ شہر سجے ہوئے میدانوں میں آن کھڑے ہوئے ہیں جہاں کی تیاری اور ساز و سامان کی کوئی انتہا نہیں ہے۔

مصر کا جنگل عجب جنگل ہے آج   زرق و برق انسان کا ٹڈی دَل ہے آج
جس کی تیاری ہے ہفتوں سے وہاں   آج یہ جنگل ہے رشکِ بوستاں
مصر کا میدان وہ میدان ہے   جس پہ بارانِ رحمتِ رحمٰن ہے
کس قدر پھلواریاں گُل کاریاں   رُوح افزا کس قدر تیاریاں
جمع ہے مخلوق ساری خاص و عام   آن پہنچے ہیں فرشتے بھی تمام
کیا تماشہ ہے یہاں کیا سیر ہے   کیا انوکھی یاں نظر آتی ہے شے
کیا ہویدا ہو گا اس گھمسان میں   کیا تماشہ ہو گا اس میدان میں
یوسفؑ و یعقوبؑ کا ہو گا وصال   واسطے جن کے تھا اک عالم نڈھال
رو رہے تھے جن پہ سب دیوار و در   وصل کی آج ان کی سنتے ہیں خبر

آج مصر کے میدان میں صبح اس شان سے ہوئی کہ لکھو کھا فوجیں زریں لباس میں اس طرح سجی ہوئی ہیں جیسے باغِ ارم کی میناکاری سے چمکی ہوئی روشن دیواریں اور پھلواری کی روشیں نیز مخلوقات کی کثرت اور اژدہام مگر سب قاعدے اور قرینے سے گویا دیواروں کی مانند استقرار مجسّم بنے ہوئے کھڑے ہیں اور جناب حضرت یوسفؑ خود بہ نفسِ نفیس ایک کوہ پیکر زرنگار عماری میں بہ لباسِ شاہانہ رونق افروز ہیں جن کے چاروں طرف علماء، حکماء، اور وزرائے مصر کھڑے ہیں جن کی نگاہیں منزل پر لگی ہوئی ہیں اور نہایت قرینے سے انتظار مجسم بنے ہوئے ہیں کہ اتنے میں

وہ بادل بادل جلوسِ یعقوبی نمودار ہوتا ہے جس پر دونوں طرف سے ایک جوشِ مسرت کی لہر بیدار ہو جاتی ہے۔

پھر خراماں خراماں میدانی تیاریاں ملاحظہ کرتا ہوا حضرت یعقوبؑ کا جلوس گذر رہا ہے کہ یکایک دُور سے حضرت یعقوبؑ کی نظر ایک کوہ پیکر ہاتھی اور ایک ایسی زرنگار عماری پر پڑتی ہے جس کی تیاری اور سجاوٹ تمام عماریوں سے مافوق نظر آرہی ہے اور اس کے چاروں طرف صدہا نورانی صورتیں قاعدے کے ساتھ بڑے ادب سے استادہ ہیں۔ حضرت یعقوبؑ یہودا سے دریافت فرماتے ہیں کہ اے نورِ عین اس زرنگار عماری میں کون ہے۔ جس کے جواب میں یہودا افراطِ خوشی سے بے آپے ہوجانے سے اپنے آپ کو سنبھالتے ہوئے عرض کرتے ہیں :۔

یہ ہی وہ عماری ہے اے محترم — جس میں ہیں یوسفؑ تمہارے ذی حشم
اس میں ہیں یوسفؑ تمہارے لاڈلے — آج مالک ہیں جو سارے مصر کے
یہ ہی یوسفؑ ہیں تمہارے نورِ عین — ہیں یہی آرامِ جان اور دل کے چین
کچھ نہ پوچھو حالِ یعقوبیؑ وہاں ! — ہو رہا تھا مرگِ شادی کا گماں

وصلُ الحبیبؑ

حضرت یعقوبؑ دُور سے ایک زرنگار عماری پر محبت کی نظر ڈالے اور اس کی طرف ٹکٹکی باندھے ہوئے ایک بڑے ذیشان جلوس کے ساتھ چلے آرہے ہیں اور اِدھر اُدھر آسمانوں سے لکھوکھا فرشتے آگے بڑھ رہے ہیں۔ جتنا باپ بیٹوں میں اتصال یا نزدیکی ہورہی ہے اتنے ہی ملائکہ گرے پڑتے ہیں اور آج دو پیغمبروں اور باپ بیٹا کے ملنے کی سیر دیکھنے کے لئے لامحدود فرشتے بحکم خداوندی چلے آتے ہیں اور حضرت یوسفؑ و حضرت یعقوبؑ کے ملاپ اور وصال کا دلکش منظر دیکھنے کے لئے پروانوں کی طرح گر رہے ہیں۔ نیز تمام مخلوق ان کا گلے ملنا دیکھنے کے لئے انتہائی بے چین ہے۔

نیز حضرت یوسفؑ دُور سے ایک خاص سواری کو بغور دیکھ رہے ہیں اور فرزند یہودا اپنے بھتیجے کو ساتھ لئے اس سے پوچھتے ہیں کہ اے فرزند سواری میں کون سوار ہے۔ فرزند جواباً کہتا ہے کہ ہاں ہاں دادا جان اسی سواری میں سوار ہیں جن کے پاس میرے والد یہودا بیٹھے ہوئے ہیں۔ یہ سُن کر حضرت یوسفؑ کی بے چینی اور بڑھ جاتی ہے۔ چاہتے ہیں کہ عماری سے نکل کر زمین پر اتریں۔ اسی وقت حضرت جبرائیل آپ کو روکتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ ابھی ٹھہرو اور حضرت یعقوبؑ کی سواری یہاں تک پہنچنے دو۔

اس کے بعد عماری میں سے باہر آنا۔ غرضیکہ آمنے سامنے کی انتظاری کے چند لمحے کاٹنے دونوں طرف سخت مشکل ہورہے ہیں اور ایک ایک سانس دونوں ذی جاہ باپ بیٹوں کو دوبھر ہورہا ہے آخر جوں توں کرکے ؎

آگیا وہ وقت وہ ساعت عجیب　ہوگیا وہ وقت وہ موقع نصیب
پیش عماری گزر ہوتے لگا　شاہِ کنعاں کے جلوسِ خاص کا
قرب جتنا ہو رہا ہے بیشتر　دل بھرے آتے ہیں اتنے سر بسر
ہے گماں ہر اک کو شادی مرگ کا　دیکھیں اس میدان میں ہوتا ہے کیا
السلام اے یوسفؑ ماہِ مبیں　السلام اے شاہ عماری نشیں
السلام اے گود کے پالے میرے　السلام اے چاند کے ہالے میرے
السلام اے راحتِ جانِ حزیں　السلام اے عزتِ دنیا و دیں
جوش وہ پیدا ہوا اس سے وہاں　ہوگئے ہر شخص کے آنسو رواں

جناب حضرت یعقوبؑ کا سلام سنتے ہی اب حضرت یوسفؑ کے دل میں تاب کہاں فوراً عماری میں سے زمین پر اتر آتے ہیں اور بیتاب ہوکر نقاب الٹتے ہوئے آگے بڑھتے ہیں ادھر حضرت یعقوبؑ اپنے نورِ عین کو اپنی طرف دوڑتے ہوئے دیکھ کر اپنی سواری سے اُتر آتے ہیں۔ حالانکہ عرصہ سے آپ بغیر کسی کے کندھے پر ہاتھ رکھے رستہ نہیں چل سکتے تھے۔ مگر آج اور اسی وقت اتنی طاقت آجاتی ہے کہ جوانی کی طرح اپنے لختِ جگر حضرت یوسفؑ کی طرف دوڑتے ہیں جن کا ضعیفی کا یہ بھاگنا دیکھ کر آسمانوں کے فرشتے زار زار رو دیتے ہیں اور خود حضرت رب العزت اپنے ایک ضعیف بندے حضرت یعقوبؑ کو دیکھ کر خوش ہورہا ہے اور اس وصال کو نظرِ رحمت سے دیکھ رہا ہے کہ لپکتے ہیں ادھر سے یہ اُدھر سے وہ دوڑتے ہوئے آتے ہیں اور اس طرح ایک دوسرے سے وصل ہوجاتا ہے جیسے دو روحیں اور ایک قالب۔ اللہ اللہ اس وقت کی آہ و بکا اور فرطِ مسرت کا کہرام مخلوق کے کلیجوں کے ٹکڑے ٹکڑے ہوئے جارہے ہیں اور زمین سے آسمان تک خوشی کا وہ ناقابلِ برداشت جوش و خروش تھا کہ اللہ اکبر۔

یوسفؑ و یعقوبؑ دونوں مل گئے　تھے جو تینتیس سال کے بچھڑے ہوئے
اس طرح دونوں گلے سے یہ ملے　شمع پر پروانہ آکر جوں گرے
اتنے روئے لپٹتے روئے چیخ کر　ہوگئی دونوں کی بس حالت دگر

اس طرح چمٹے کہ چمٹے رہ گئے ؛ ہوش دونوں باپ بیٹوں کے نہ تھے
دیکھ کر یہ حال یہ حالت ہوئی ؛ ایک عالم بھر کی ہچکی بندھ گئی
ہے ادھر مخلوق ساری نیم جاں اور فرشتوں کے ادھر آنسو رواں
ہوگیا چاروں طرف سے اک ہجوم مچ رہی ہے وصل یعقوبی کی دھوم
اور خوش ہو رہا تھا وہ کریم جن کے یہ سارے کرشمے تھے عظیم

خواب کی تعبیر

مدارج النبوۃ میں لکھا ہے کہ حضرت یعقوبؑ اور حضرت یوسفؑ گلے مل کر اس قدر روئے کہ روتے روتے دونوں بیہوش ہو گئے اور پھر پانچ ساعت تک بیہوش پڑے رہے اسکے بعد جب دونوں کو ہوش آیا تو پھر اٹھ کر گلے سے ملے اور روتے روتے پھر بیہوش ہو گئے اور یہ وہ وقت ہے کہ تمام انسان آپ کے اس جوش مسرت میں حصہ لے رہے ہیں اور ادھر حضرت جبرائیلؑ مع ستر ہزار فرشتوں کے آپکے پاس موجود ہیں اور نور رحمت کے موتی ان پہ نثار کر رہے ہیں اور حضرت یوسفؑ و حضرت یعقوبؑ کو بیحد مبارکبادیاں دے رہے ہیں اور ان دونوں کی اس عالم محویت و محبت کو دیکھ کر حضور خداوندی میں عرض کرتے ہیں کہ مولیٰ ایسی محبت کسی ایک کو دوسرے کے ساتھ نہ ہوگی جیسے حضرت یعقوبؑ کو حضرت یوسفؑ سے ہے بارگاہ خداوندی سے جواب ملتا ہے کہ اے حضرت جبرائیلؑ ۔

امت احمدؐ کے ایک ایک شخص سے مجھ کو ستر حصے بڑھ کر اس سے ہے

القصہ جب دونوں حضرات مل جل کر فارغ ہوئے تو اب حضرت یوسفؑ نے چاہا کہ جناب کا جلوس اندرون مصر پہنچ کر وہاں کے محلوں میں داخل ہو جس کو اللہ تعالیٰ اپنے کلام پاک میں فرماتا ہے۔

فَلَمَّا دَخَلُوا عَلٰی یُوْسُفَ اٰوٰۤی اِلَیْهِ اَبَوَیْهِ وَ قَالَ ادْخُلُوْا مِصْرَ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ اٰمِنِیْنَ ؕ

یعنی جب حضرت یعقوبؑ اور ان کے بیٹے پوتے اور سوتیلی ماں یہ سب حضرت یوسفؑ کے پاس پہنچے تو حضرت یوسفؑ نے ان کی بہت کچھ تعظیم کرتے ہوئے ان سے کہا کہ آپ صاحبان شہر میں داخل ہوں جہاں آپ لوگ انشاء اللہ نہایت امن و عافیت میں رہیں گے جہاں تمام خاندان ذیشان جلوس کے ساتھ مصر میں داخل ہوا۔ یہاں کی تیاریاں اللہ اکبر کیا ٹھکانہ ہے۔ ایک ایک محل اور ایک ایک در و دیوار اپنی تیاری اور سجاوٹ میں منہ سے بول رہا ہے۔ غرضیکہ رفتہ رفتہ اور آہستہ آہستہ

یہ پُر شوکت جلوس محلاتِ سلطانی میں داخل ہوا۔ یہاں سب سے بڑا اور سب سے زیادہ عالیشان ایک ایوان ہے جسے دربارِ خاص کہا جاتا ہے جس میں ایک شہ نشین ہے اور اس پر ایک نہایت عظیم الشان تختِ شاہی بچھا ہوا ہے جس کی سجاوٹ و خوبصورتی خود ہی اپنا جواب ہے۔ پس جب حضرت یعقوبؑ مع اہل و عیال کے اس خاص ایوان میں داخل ہو گئے اور حضرت یوسفؑ کے کہنے کے مطابق حضرت یعقوبؑ اور حضرت یوسفؑ کی سوتیلی والدہ اور گیارہ کے گیارہ بھائی شہ نشین پر چڑھتے ہیں اور حضرت یوسفؑ بموجب آدابِ شاہی تخت پر رونق افروز ہیں جیسے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَرَفَعَ اَبَوَيْهِ عَلَى الْعَرْشِ وَخَرُّوْا لَهٗ سُجَّدًا ۚ

یعنی: شہ نشین پر چڑھ کر حضرت یعقوبؑ اور ان کی بیوی اور گیارہ کے گیارہ بھائی مصر کے دستور کے مطابق حضرت یوسفؑ کی تعظیم کے لیے سجدہ میں گرے۔ آہ یہ سماں دیکھتے ہی جناب حضرت یوسفؑ کی آنکھوں میں آنسوؤں کا دریا رواں ہوتا ہے اور اپنے بچپن کا خواب اور اس کی تعبیر کا نقشہ آنکھوں میں پھر جاتا ہے اور بآوازِ بلند حضرت یوسفؑ فرماتے ہیں: وَقَالَ يٰٓاَبَتِ هٰذَا تَاْوِيْلُ رُءْيَايَ مِنْ قَبْلُ ۚ

بھائیوں نے کھائے تھے کیا پیچ و تاب   خواب کی تعبیر یہ آئی جناب

اِنِّىْ رَاَيْتُ اَحَدَ عَشَرَ كَوْكَبًا وَّالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ رَاَيْتُهُمْ لِىْ سٰجِدِيْنَ ۝

یعنی: اے والد بزرگوار۔ میں نے خواب دیکھا تھا کہ گیارہ ستارے اور چاند سورج مجھے سجدہ کر رہے ہیں یہاں چاند سورج سے اللہ پاک کی مراد حضرت یعقوبؑ اور ان کی بیوی اور گیارہ ستاروں سے مراد گیارہ بھائی ہیں۔ قَدْ جَعَلَهَا رَبِّىْ حَقًّا ۖ وَقَدْ اَحْسَنَ بِىْٓ اِذْ اَخْرَجَنِىْ مِنَ السِّجْنِ وَجَآءَ بِكُمْ مِّنَ الْبَدْوِ مِنْۢ بَعْدِ اَنْ نَّزَغَ الشَّيْطٰنُ بَيْنِىْ وَبَيْنَ اِخْوَتِىْ ۚ اِنَّ رَبِّىْ لَطِيْفٌ لِّمَا يَشَآءُ ۚ اِنَّهٗ هُوَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ ۝ یعنی حضرت یوسفؑ نے کہا کہ اے والد بزرگوار! آج اس خواب کو میرے پروردگار نے پورا کر دیا۔ نیز اس کے سوا میرے مولا نے مجھ پر اور بڑے بڑے احسان فرمائے۔ یعنی قید سے مجھے رہا فرمایا اور باوجودیکہ مجھ میں اور میرے بھائیوں میں شیطان نے فساد ڈلوایا تھا۔ اس کے بعد تم سب کو مجھ سے ملا دیا۔ بیشک میرے پروردگار کو جو کچھ منظور ہوتا ہے وہ اس کی تدبیریں جانتا ہے کیونکہ وہ بڑا جاننے والا اور بڑی حکمت والا ہے۔

کیا مسرت کا سماں تھا اس گھڑی   ہر طرف چھائی ہوئی تھی اک خوشی

ہر طرف غُل تھا مبارکباد کا　　مرحبا کی ہر طرف سے تھی صدا
آسماں سے آرہی تھی اک ندا　　تم کو اے یعقوبؑ یوسفؑ مل گیا

گزشتہ کہانی

حضرت یوسفؑ نے اپنے والدین اور بھائیوں کو اپنے پاس تخت پر بٹھایا اور بہت کچھ ان کے دل مسرور کیے۔ مگر حضرت یعقوب ہیں کہ بار بار حضرت یوسفؑ کے چہرے کو دیکھتے ہیں اور خوشی کے آنسو بہاتے ہیں۔ اسی طرح حضرت یوسفؑ کی کیفیت یہ ہے کہ وہ بھی بار بار والد بزرگوار کے چہرہ مبارک پر نظر ڈالتے اور آنسو بہاتے ہوئے نیچی نظر کر لیتے ہیں۔ بڑی دیر تک یہی کیفیت رہی اسکے بعد دونوں کو ذرا سکون ہوا تو اب حضرت یعقوب فرماتے ہیں کہ حضرت یوسفؑ! تجھے میرا فراق کیونکر ہوا۔ جواب میں عرض کرتے ہیں کہ اے والد بزرگوار میں نے صبر سے کام لیا جس کا ذیشان نتیجہ آج آپ نے ملاحظہ فرمایا۔ پھر فرمایا کہ اے یوسفؑ! تجھے میرے پاس سے لیجا کر تیرے بھائیوں نے کیا کیا؟ حضور بس یہ نہ پوچھیے! کیونکہ اس بیان کیلئے نہ تو میری زبان اس قابل ہے کہ دُھرا سکے اور نہ آپ کا دل اس قابل ہے کہ سن سکے۔ فرمایا انہیں کچھ تھوڑا سا۔ حضرت یوسفؑ نے عرض کیا،

لے گئے جنگل میں جب بھائی مرے　　رسیوں سے دست و پا میرے کسے
اور چھریوں سے ڈرایا مجھ کو پھر　　اور کنویں میں مجھ کو پھینکا حیف پھر
سنتے ہی یعقوبؑ کو غش آگیا　　جن کو بس یوسفؑ نے ہاتھوں پر لیا

جناب حضرت یوسفؑ نے گزشتہ کہانی بیان کرتے پر جب والد ماجد کی یہ کیفیت دیکھی تو اس کہانی کو موقوف کر دیا اور انہیں ہوش میں لانے کی تدبیر میں مصروف ہوئے جب آپ کو ہوش آیا تو فرمایا کہ ہاں اے یوسفؑ! پھر آگے کیا ہوا۔ حضرت یوسفؑ نے کہا کہ اے والد بزرگوار بس آگے میں کچھ نہ بیان کروں گا کیونکہ اس کے دہرانے سے میرا اور آپکا غم تازہ ہوتا ہے جسکی نہ مجھ میں سہار ہے اور نہ آپ ایسے سننے کی برداشت رکھتے ہیں۔

اس کے بعد حضرت یوسفؑ نے آپ سے دریافت فرمایا کہ اے والد بزرگوار آپنے میری جدائی کا اتنا غم اور الم کیوں فرمایا جس کے جواب میں حضرت یعقوب علیہ السلام نے فرمایا کہ اے جان پدر سات برس کی جان تو مجھ سے جدا ہوا تھا بس اس کمسنی میں تیری تنہائی تیری بیکسی کے تصور نے مجھے زندہ درگور کر دیا۔ دوسرا یہ کہ اللہ تعالیٰ نے تیری محبت میرے دل میں خاص طور پر عطا فرمائی جس کی مثال دنیا میں نہیں ہو سکتی تیسرا یہ کہ مجھے خوف تھا کہ مبادا جوان ہو کر کونسا دین تو نے اختیار کیا۔ غرضیکہ عرصہ تک یہی گزشتہ کہانیاں ہوتی رہیں اور آپس میں لطف ملاقات لیتے رہے۔

کبھی باپ بیٹے سے کچھ پوچھتے تھے　　کبھی باپ بیٹے سے کچھ پوچھتے تھے

کبھی ان سے ہوتے تھے وہ کچھ سوالی — کبھی پوچھتے تھے وہ احوالِ ماضی
کبھی دونوں روتے تھے آپس میں ملکر — کبھی خوش ہوتے ہنستے کھِل کھِلا کر
کبھی چومتے تھے وہ یوسفؑ کا ماتھا — کبھی دیکھتے تھے وہ بس اس کا چہرہ
کبھی غش میں آتے تھے فرطِ خوشی سے — کبھی مسکراتے تھے فرطِ خوشی سے

تقصیر کی معافی

حضرت یوسفؑ اور حضرت یعقوبؑ کو ملاقات کا پہلا روز انہی پیاری پیاری باتوں میں گزرا اور اب رات آئی مگر کسی کو نیند کا کام کیا۔ جاگتے جاگتے اور باتیں کرتے جب پچھلی رات آئی تو حضرت یعقوبؑ اٹھے اور مع حضرت یوسفؑ کے اپنے جملہ فرزندوں کو بحضورِ خداوندی محرابِ عبادت میں لیگئے سب سے آگے آپ کھڑے ہوئے اور اپنے پیچھے حضرت یوسفؑ کو کھڑا کیا پھر آپ نے دُعا کیلئے ہاتھ حضورِ خداوندی میں دراز کئے جس میں سب سے پہلے حضرت یعقوبؑ نے اللہ کی حمد و ثنا بیان فرمائی اور اس کے بعد نبی آخر الزمان جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجا اور پھر نہایت گریہ وزاری کے ساتھ عرضِ مدعا شروع کیا؛

اے خدائے دو جہاں ربِ کریم — تو بڑا رحمان ہے اور ہے رحیم
تیری بخشش اور رحمت عام ہے — صرف تجھ کو بخشنے سے کام ہے
آج میں تجھ سے یہ کرتا ہوں دُعا — بخش دے تو میرے بچوں کی خطا
بخشدے اے بخشنے والے میرے — عفو کر اپنے کرم سے بخش دے
میرے فرزندوں پہ مولیٰ رحم کر — کر! کرم اور فضل کی ان پر نظر
ظلم جو جو کچھ کہ بس ان سے ہوتے — عفو فرما اور خدایا بخش دے
آج یہ رو رو کے کرتے ہیں دُعا — آج یہ تائب ہوئے اے کبریا!
ان کا رونا ان کی توبہ کر قبول — تیری رحمت ان کو ہو جائے وصول
آج بس تیرا کرم درکار ہے — بخش دے ان کو کہ تو غفار ہے

لکھا ہے کہ حضرت یعقوبؑ نہایت تضرع زاری سے دُعا کرتے تھے اور جملہ فرزند ربّ العزت کی درگاہ میں زار و قطار رو رہے تھے اور آمین آمین کے نعرے بلند کر رہے تھے۔ چنانچہ یہ مخلصانہ گریہ وزاری کرتے تھوڑی دیر ہوئی تھی کہ سنتے ہیں بارگاہِ ایزدی سے ندا آتی ہے:۔

اے حضرت یعقوبؑ جب حضرت یوسفؑ نے اپنے بھائیوں کی تقصیر معاف کر دی حالانکہ وہ ہمارا

بندہ تھا اگر چاہتا نہ معاف کرتا لیکن ہم حضرت یوسفؑ کے معبود ہیں اور ہم حضرت یوسفؑ سے ستر حصے زیادہ معاف کرنے اور بخشنے والے ہیں۔ جاؤ ہم نے سب کو معافی دی اور بخش دیا۔ اس کے بعد دوسرے روز حضرت یوسفؑ نے ایک وسیع میدان میں عام دربار قائم کیا جس میں مصر کی تمام مخلوق جمع ہوئی ایک عالیشان تخت پر حضرت یوسفؑ اپنے والد ماجد اور اپنے تمام بھائیوں کو لیکر تشریف فرما ہوئے اور تمام مخلوق کے سامنے کھڑے ہو کر سب سے پہلے خدا کی حمد و ثنا ادا کی اور پھر جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجا اس کے بعد لوگوں سے خطاب فرمایا کہ لوگو! تمہیں معلوم ہے کہ یہ بزرگ صورت میرے والد محترم ہیں اور جتنے یہ تخت پر بیٹھے ہیں میرے بھائی ہیں۔ لہٰذا میں نے ان حضرات کے یہاں آنے کی خوشی میں تم سب کو غلامی سے آزاد کیا۔ آپ کے دریا دلی اور اس ایثار و سخاوت سے تمام مخلوق کے دلوں پر حضرت یوسفؑ کی عظمت و جلالت اور بھی زیادہ قائم ہو گئی اور سخاوت کا سکہ بیٹھ گیا اور تمام رعایا کے قلوب شاہ کی وفاداری اور سچی وفاداری کے لئے خود بخود مسخر ہوئے اور دل سے غلام بن گئے۔

جس قدر بھی تھی رعیت مصر کی ۔۔۔ کر دیا قید غلامی سے بری
مصر سارا زرخرید اور تھا غلام ۔۔۔ آج آزادی کا ملتا ہے پیام
سب کو آزادی کا پروانہ دیا ۔۔۔ حضرت یوسف نے سب کو خوش کیا
الغرض پیارے نبی سچے کیوں نہ ہو ۔۔۔ کیوں نہ سکھ پہنچائیں وہ مخلوق کو
توپ اور بندوق سے ہوتا ہے کیا ۔۔۔ عفو اور بخشش کا سکہ ہے بڑا
بھائیوں نے کم نہیں کی تھی خطا ۔۔۔ خوشدلی سے ان کی بھی بخشی خطا
ظلم کیا کیا کچھ نہ حضرت پر ہوا ۔۔۔ کس قدر برپا ہوئے جور و جفا
کیسی کیسی بے رحمی سے پیش آئے سبھی ۔۔۔ کیسی کیسی ظلم کی ڈالی کڑی
کس قدر کانٹوں میں کھینچا آپ کو ۔۔۔ اور کنویں میں حسد سے پھینکا آپ کو
آپ نے سب کچھ کیا ان کو معاف ۔۔۔ اور دل سے ہو گئے بس ان سے صاف
ہوتی ہے پیغمبروں کی یہ صفات ۔۔۔ کیا سنا اے مومنین و مومنات

خزانوں کی سیر

جب تمام برادران حضرت یوسفؑ کو معافی مل چکی اور جملہ رعیت کو حضرت یوسفؑ کی قید غلامی سے آزادی کا خلعت حاصل ہو گیا تو اب تمام مصر میں ایک عجیب سرور و شادمانی کا عالم تھا اور جہاں دیکھو

دان عید ... رات شب برات کا مضمون ہے اور تمام برادران اور خاندان حضرت یوسف کیلئے علیحدہ علیحدہ بڑے بڑے نہ تکلف کے مکانات اور محلات رہنے کیلئے بن گئے ہیں اور حضرت یعقوب کیلئے ایک خوبصورت اور نہایت پُر تکلف عبادت خانہ شہر سے علیحدہ ان کی فرمائش کے مطابق حضرت یوسف نے بنوایا ہے جہاں وہ رات دن ذکر الٰہی میں مصروف ہیں۔ نیز ہفتے عشرے میں کوئی نہ کوئی دن اسلئے مقرر ہو گیا ہے کہ ان دنوں میں جملہ فرزندان اور خاندان کے لوگ مع حضرت یوسف کے والد بزرگوار کی خدمت میں حاضر ہوتے ہیں جو تعداد میں تین سو ستر نفوس ہیں یعنی حضرت یعقوب کے بارہ صاحبزادوں میں سے تین سو ایک صاحبزادے جو حضرت اسرائیل کی زیارت کیلئے آئے ہیں وہ لاثانی منظر ہے اور حضرت آدم کے بعد صرف آپ ہی کو یہ منظر میسر ہوا ہے۔

پھر ایک روز حضرت یوسف نے والد ماجد کی خدمت میں عرض کیا کہ میں چاہتا ہوں کہ جناب کو مع جملہ خاندان کے اپنے خزانوں کی سیر کراؤں۔ آپ نے حضرت یوسف پیارے کی خوشی کے لئے ان کی درخواست کو منظور فرمالیا جس کیلئے ایک روز مقرر ہوا اور جناب حضرت یوسف حضرت والد ماجد کو مع جملہ برادران و خاندان کے خزانوں اور توشہ خانوں کی سیر کرانے کے لئے چلے۔ سب سے پہلے آپ زر و جواہر اور سونے چاندی کے خزانوں میں پہنچے جہاں کے سُرخ و سفید چمکاروں اور زرق برق شعاعوں سے تمام برادران یوسف کی آنکھیں چندھیا گئیں اور خزانوں کی بہتات اور سونے چاندی کی کثرت دیکھ کر سب کے سب دنگ رہ گئے اس کے بعد حضرت یوسف نے اپنے اسلحہ خانوں کی سیر کرائی۔ جہاں ہتھیاروں کی بہتات اور کثرت کا کچھ حد و شمار نہ تھا۔ اس کے بعد آپ نے لباس زریں کے توشہ خانے دکھائے۔ اور پھر جملہ مقامات دکھاتے ہوئے آپ تمام خاندان کو کاغذی دفاتر اور کارخانوں میں لیکر پہنچے یہاں کاغذوں کے انبار اور کثرت دیکھ کر حضرت یعقوب سے رہا نہ گیا۔ فوراً اپنے نازنین اور پیارے حضرت یوسف کا ہاتھ پکڑ کر بطورِ شکوے اور شکایت کے فرمایا:

اے میرے نورِ نظر، لختِ جگر!	ساز و ساماں تیرا اتنا اس قدر
کاغذوں کا کس قدر انبار ہے	واقعی تو اک بڑی سرکار ہے
اس قدر دفتر کے دفتر بے شمار	کیا نہ تھے؟ کیا یہ تھے سارے مستعار
سنیت یوسف مجھ سے اتنا بخل تھا	ایک پرزہ خط مرا دوبھر ہوا
لکھنے والے سینکڑوں تیرے غلام	لکھ نہیں سکتے تھے کیا تیرا سلام
مجھ کو لکھ کر بھیج دیتا اپنا حال	کاغذوں میں پڑ نہ جاتا تیرے کال

حضرت یعقوب علیہ السلام کی گہری شکایت سن کر جناب حضرت یوسف علیہ السلام آبدیدہ ہوئے اور اسی وقت اپنی بیٹی کے خادموں کو اشارہ کیا کہ فلاں صندوقچے اٹھالاؤ چنانچہ اسی وقت متعدد صندوقچے

لائے گئے۔ اور پھر ان صندوقچوں میں سے جناب حضرت یوسف علیہ السلام نے ہزاروں خطوط حضرت والد ماجد کے سامنے ڈال دیئے۔ اور پھر زار و قطار روتے ہوئے یوں کہنا شروع کیا:

اس قدر لکھے ہیں خط میں نے جناب — جن کی گنتی کا نہیں حد و حساب
ان میں سب حالات ہیں لکھے ہوئے — ہر گھڑی ہر پل کے ہر ہر روز کے
اس قدر لکھے عریضے بے شمار — لیجیے حاضر ہیں یہ عالی تبار
ہاں! مگر مجھ سے یہ البتہ ہوا — بھیجنے سے ان کے میں قاصر رہا
خط روانہ کر نہیں سکتا تھا میں — حکم معبودی سے بس ڈرتا تھا میں
وجہ اس کی لیجیے سنئیے ذرا — خط ادھر میں لکھ کے بس فارغ ہوا
اور ادھر بس آئے جبریل امین — لائے وہ فرمان رب العالمین
مصلحت میری نہیں ہے یوسفا — دیکھو میں نے تم کو پوشیدہ کیا
اپنے بس، میں نے نہیں ایسا کیا — اے پدر مجھ کو یہ تھا حکم خدا!
حکم معبودی سے میں مجبور تھا — ورنہ کنعاں مصر سے کیا دور تھا
آپ خود آنکھوں سے میں آتا وہاں — اور پھر حضرت کو لے آتا یہاں
ہو رہا تھا ہر طرح تیار میں — حکم مولا سے رہا لاچار میں!

حضرت یعقوبؑ کی رحلت

جب حضرت یعقوبؑ کو مصر میں تشریف لائے ہوئے کئی سال گزر گئے جہاں رات دن آٹھوں پہر، چونسٹھ گھڑی حضرت یعقوبؑ اپنے عبادت خانہ میں یادِ الٰہی کرتے ہیں۔ ایک روز خواب میں آپ نے کیا دیکھا کہ آپ کے والد ماجد حضرت اسحٰق نبی اللہ اور جدِ امجد حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہما السّلام تشریف لائے اور فرمایا، حضرت یعقوبؑ ہم سے ملنے کو دل نہیں چاہتا۔ چنانچہ آپ کی آنکھ کھل گئی۔ اور اُٹھ بیٹھے اور پھر صبح کو اپنے نورِ عین حضرت یوسف علیہ السّلام کو بُلا کر خواب کا ذکر کیا

حضرت یوسفؑ خواب کی تعبیر دینے میں خاص کمال رکھتے تھے، سمجھ گئے کہ وصالِ یعقوبیؑ قریب آگیا ہے مگر کوئی تعبیر نہیں بتائی، خاموش رہے۔ گو دل میں حضرت یوسفؑ کو بیحد صدمہ ہوا۔ اور انتقالِ یعقوبی کا خواب سن کر روتے ہوئے وہاں سے کھڑے ہو گئے۔ اس کے کتنے ہی روز کے بعد ایک دن حضرت یعقوب علیہ السّلام کے درِ دولت پر یکایک حضرت عزرائیل یعنی ملک الموت

آن پکارے جن کی آواز سے حضرت یعقوب لرز گئے۔

موت کا مالک فرشتہ آگیا — وقت اپنا دوستو آخر ہوا
وقت ہے آخر یہ سب ہی کے لئے — گو ہزاروں سال تک کوئی جئے
اور معاً یوسفؑ کو بلوایا وہیں — اور فرمایا کلامِ آخریں
یوسفا اللہ کو سونپا تجھے — تجھ کو مولیٰ دو جہاں میں خوش رکھے
تجھ کو مولا نے عطا کی برتری — مل چکا ہے خلعتِ پیغمبری
جانشیں میں نے تجھے اپنا کیا — اور نبوت کا مکاں تجھ کو دیا
ہے یہ پشتینی وراثت یوسفا — اس کے حق کو ہر طرح کیجیو ادا

أَمْ كُنتُمْ شُهَدَاءَ إِذْ حَضَرَ يَعْقُوبَ الْمَوْتُ إِذْ قَالَ لِبَنِيهِ مَا تَعْبُدُونَ مِن بَعْدِي قَالُوا نَعْبُدُ إِلَٰهَكَ وَإِلَٰهَ آبَائِكَ إِبْرَاهِيمَ وَإِسْمَاعِيلَ وَإِسْحَاقَ إِلَٰهًا وَاحِدًا ۔

یعنی: اے حاضرین! کیا تم اس وقت موجود تھے جب کہ حضرت یعقوبؑ کے سامنے موت آ کھڑی ہوئی اور انھوں نے اپنے تمام فرزندوں کو بلا کر پوچھا کہ اے میرے بچو! یہ بتاؤ کہ میرے مرنے کے بعد تم کسے پوجو گے اور کس کی عبادت کرو گے؟ جس پر اولادِ یعقوبی نے جواب دیا کہ آپ کے معبود اور آپ کے باپ دادا حضرت ابراہیم اور حضرت اسمٰعیل اور حضرت اسحٰق کے معبود خدائے واحد کی عبادت کریں گے اور ہم اس کے فرمانبردار رہیں گے۔ جن کے جواب میں حضرت یعقوبؑ نے نہایت خوش ہو کر فرمایا کہ شاباش اے میرے فرزندو! دیکھو تم اسی اعتقاد پر جینا اور اسی اعتقاد پر مرنا۔

مرنا جینا ہو سب اسی کے واسطے — فرض یہ انسان ادا کرتا رہے
ہو فقط پوجا اسی کی اے بشر — اور ڈر ہو تو فقط مولیٰ کا ڈر
جس نے بھیجا ہے اسی کے واسطے — آدمی اللہ سے ڈرتا رہے

اس کے بعد حضرت یعقوب نے فرمایا اے حضرت یوسفؑ اور اے یہودا دیکھنا میری مفارقت میں صبر کرنا اور میری جدائی میں زیادہ اندوہگین نہ ہونا اور میرے جنازے کو وہاں لیجا کر دفن کرنا جہاں میرے والد حضرت اسحٰق اور حضرت ابراہیم خلیل اللہ مدفون ہیں۔ پھر فرمایا اے میرے اہل و عیال و اطفال! دیکھو ملتِ ابراہیمی کو مضبوط پکڑنا اور اپنے آباء و اجداد کے طریقے پر چلنا۔ دیکھو میرے انتقال کے بعد ایک ایسا زمانہ آئے گا کہ مصر کا بادشاہ خدائی کا دعویٰ کرے گا۔ جس کا نام فرعون ہوگا اس کی نہ سننا وہ اشد درجہ کا ظالم ہوگا۔ اس کے ظلم پر صبر کرنا اور اسلام کو ہاتھ سے نہ دے بیٹھنا اور پھر وہ ظالم بادشاہ

تمہارے ہی ایک بھائی موسیٰ کے ہاتھوں غارت ہوگا۔ اور انجام کار ہمیں کو فتح ہوگی۔
پھر اس کے بعد آپ حضور خداوندی کی طرف متوجہ ہوئے کہ اب سب واسطے منقطع ہو کر اسی ایک اکیلے سے معاملہ پڑتا ہے اور کہا اے میرے مولا! تیرا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ تو نے مجھے اپنے فضل و کرم سے اولاد کا وہ باغ عطا فرمایا جس کے پھولوں کی مہک قیامت تک رہے گی۔ الٰہی تیرا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ تو نے میری اولاد میں سے نبی اور پیغمبر میری آنکھوں کے سامنے بنائے۔ خداوندا! میں تیری حمد و ثنا بیان کرتا ہوں اور تیری تسبیح اپنی زبان پر جاری کرتا ہوں اور تیرے نام پر اپنی جان تصدق کرتا ہوں۔ پس اس فقرے پر جناب یعقوبؑ کی روح پرواز کر گئی۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّا اِلَیْهِ رَاجِعُوْنَ ۝
یوم پیدائش سے آج تک آپ کو پورے ایک سو سینتالیس برس کا زمانہ ہوا یعنی آپ کی عمر ایک سو سینتالیس برس کی ہوئی۔ پس جناب کا انتقال ہوتے ہی جملہ خاندان کے آنسو جاری ہو گئے۔ اور اسی وقت سب کے سب آپ کی تجہیز و تکفین میں مصروف ہوئے۔ تھوڑی دیر میں آپ کا جنازہ تیار ہو گیا اور اسے سینکڑوں آپ کے فرزند اور ہزارہا مسلمان لیکر چلے اور منزل بہ منزل طے کرتے ہوئے وہاں لیکر پہنچے جہاں حضرت اسحٰق علیہ السّلام اور حضرت ابراہیم علیہ السّلام مدفون تھے۔ وہاں پہنچ کر کیا دیکھتے ہیں کہ حضرت عیص کا جنازہ بھی وہاں تیار رکھا ہے۔ عیص حضرت یعقوبؑ کے حقیقی بھائی ہیں جو اپنی والدہ کے بطن سے جڑواں پیدا ہوتے تھے، جو ایک ہی دن پیدا ہوئے تھے اور ایک ہی دن دونوں نے انتقال فرمایا اور پھر بعد نماز وہ ایک ہی قبر میں مدفون ہوتے اور اپنی اپنی جگہ دونوں ہی کی عمر ایک سو سینتالیس برس کی ہوئی۔ آخر موت کا ذائقہ چکھا اور انتقال فرما گئے۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّا اِلَیْهِ رَاجِعُوْنَ ۝

آہ یہ مرنا بھی ہم کو ہے ضرور — سب کو بس جانا ہے مولیٰ کے حضور
جینے والا موت جس کا نام ہے — وہ تمہارا آخری اک کام ہے
کوئی پیغمبر ہو یا ہو بادشاہ — آخرش چلنی ہے سب کو ایک راہ
زندگی یہ عارضی ہے اے فنا — کچھ نہ سوچا تو نے ہے مہماں سرا
ہے لقا مولیٰ فقط تیرے لئے — اور فنا ہے موت ہے سب کیلئے
جینے والے! تو ہے مرنے کے لئے — مرنے والے! کیا عمل تو نے کئے
زندگی ہے پیش خیمہ موت کا — ہے حیات اک عارضی آخر فنا
بلبلے کسی اس وقت کی دیکھے کوئی — آہ! اے میت! یہ خاموشی تری

ساڑھے تیرہ سو برس کے نوح تھے — آخرش وہ بھی عدم کو چل بسے
زندگی ہے دائمی بے شک وہاں — ہمکو جس کا بھی نہیں وہم و گماں

حضرت یوسف علیہ السلام کا وصال

حضرت یوسف علیہ السلام جب اپنے والد بزرگوار کو دفن کر چکے تو پھر آپ اپنے جملہ خاندان کو لیکر شہر کی طرف روانہ ہوئے اور نہایت افسوس کرتے ہوئے مصر میں داخل ہوئے اور پھر آپ نے ایک نیا شہر اپنے رہنے کے لئے اور اپنے تمام خاندان کو بسانے کے لئے آباد کیا اور بڑی زیب زینت کے ساتھ اس شہر کو تعمیر کرایا۔ جب وہ نیا شہر تعمیر ہو گیا تو آپ مع جملہ اپنے خاندان کے اس میں آکر آباد ہوئے اور نہایت آرام و راحت سے سب کے سب اپنی زندگی بسر کرتے رہے۔ جس کیلئے مورخین لکھتے ہیں کہ پورے تیئیس سال نئے شہر میں سب کے سب آباد رہے اور نہایت شان و شوکت کے ساتھ نہایت ہی خوشحالی اور فارغ البالی سے یہ تیئیس سال گزارے اور اس دوران میں حضرت زلیخا کا انتقال ہوا جس کے سبب حضرت یوسف علیہ السلام کو بیحد رنج و ملال ہوا اور آپ اکثر ملول و غمزدہ رہنے لگے۔ اوّل صدمہ والد ماجد کا ہوا۔ پھر زلیخا کی موت نے آپکے حال نہایت نحیف کر دیا۔ ایک روز ایسا اتفاق ہوا کہ آپ رات کو سوتے سوتے خواب میں کیا دیکھتے ہیں کہ حضرت یعقوبؑ مسہری کا پایہ پکڑے کھڑے ہیں اور نہایت مشتاقانہ لہجے میں اور محبت بھرے الفاظ میں اپنی زبان مبارک سے یہ فرما رہے ہیں اور اس فرمان والاشان کا حرف حرف گویا مفارقت کا شکوہ کر رہا ہے۔

میرے پیارے یوسف لختِ جگر — سنگ دل مجھ سے ہوا کیوں اسقدر
اے میری آنکھوں کی ٹھنڈک نورِ عین — مجھ بغیر تجھ کو ہوا کیونکر چین
سرزمین مصر ایسی بھا گئی — یاد تک بھی تو نے میری چھوڑ دی
اے میرے پیارے میرے نورِ نظر — میرے ملنے سے ہے کیوں اتنا عذر
مصر کیا یاں سے بھی بڑھ کر ہو گیا — تو نے دیکھی ہی نہیں یاں کی فضا
میری فرقت اس قدر بھائی تجھے — یاد بھی میری نہیں آئی تجھے
باپ سے ملنے کو جی چاہا نہیں — آ کہیں! اے مصر کے کرسی نشین
میں تیرا مشتاق ہوں اے میری جاں — منتظر ہوں منتظر ہوں میں یہاں
دل میرا تیرے لئے بے چین ہے — کاش ایسا ہو کہ اب تو آملے

حضرت یوسف خواب سے بیدار ہوئے اور اسی وقت آپ نے تمام خاندان کو جمع کیا۔ اور اپنے پروردگار کے حضور میں دعا کے لئے ہاتھ بلند فرمائے اور عرض کیا:

رَبِّ قَدْ اٰتَیْتَنِیْ مِنَ الْمُلْكِ وَعَلَّمْتَنِیْ مِنْ تَاْوِیْلِ الْاَحَادِیْثِ ۚ فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اَنْتَ وَلِیّٖ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ ۚ تَوَفَّنِیْ مُسْلِمًا وَّاَلْحِقْنِیْ بِالصّٰلِحِیْنَ

یعنی: اے میرے پروردگار! بے شک تو نے مجھے بہت کچھ ملک و دولت عطا فرمایا اور تعبیر خواب کا علم مرحمت فرمایا۔ خداوندا تو ہی پیدا کرنے والا زمین اور آسمانوں کا ہے اور دونوں جہان میں تو ہی میرا کارساز ہے۔ خداوندا! اب تو مجھ کو فرمانبرداری کی حالت میں دنیا سے اٹھالے۔ اور مجھ کو اپنے نیک بندوں میں لے جاکر شامل کردے۔

جناب حضرت یوسف علیہ السلام کی اس دعا پر چاروں طرف سے فریاد و بکا ہونے لگی جن کو آپ نے صبر کی تلقین فرمائی اور اپنے اخی یہودا اور صاحبزادے افراہیم کو خاص وصیت فرمانی شروع کی جس میں پہلا ملکی ولی عہد یہودا کو کیا اور ان کے بعد اپنے صاحبزادے افراہیم کو ولی عہد بنانے کی وصیت کی۔ اس کے بعد آپ نے فرمایا کہ جب میرا انتقال ہو جائے تو مجھے دریائے نیل کے بیچ میں دفن کرنا۔ سب نے یہ سن کر عرض کیا کہ حضور! دریائے نیل کے بیچ میں کوئی کیونکر دفن ہو سکتا ہے۔ فرمایا میرا جنازہ لیکر اس کے کنارے پر رکھ دینا۔ نیل فوراً دو ٹکڑے ہو جائے گا اور اس کے بیچ میں خشکی نکل آئے گی۔ پھر جب تم مجھے دفن کرکے فارغ ہو جاؤ گے تو دریائے نیل اسی طرح مل جائے گا۔ اس کے بعد آپ نے فرمایا کہ وہ فرعون جو اس ملک کا بادشاہ ہوگا وہ تمہاری نسل کو غارت کرنے کی کوشش کریگا اور عرصہ تک طرح طرح کے ظلم برپا کرتا رہے گا۔ آخر حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی قوم کو لیکر مصر سے نکلیں گے پس نکلتے وقت وہ میرے جنازے یا میرے تابوت کو دریائے نیل سے نکال کر اپنے ساتھ لے جائیں گے۔ کیونکہ اس پر اس وقت عذاب الٰہی نازل ہوگا۔ چنانچہ اس وصیت کے کئی روز بعد ایک دن حضرت جبرائیل علیہ السلام پیارے حضرت یوسف کے پاس آئے جن کے ہاتھ میں جنت کا ایک سیب تھا۔ آتے ہی حضرت یوسف کو دیا۔ آپ نے اسے سونگھا اور فرمایا سبحان اللہ کیا اچھی خوشبو ہے۔ سوال ہوا کیا آپ کو یہ خوشبو بہت اچھی معلوم ہوتی ہے۔ حضرت جبرائیل سے یہ باتیں ہو رہی تھیں کہ اتنے میں ملک الموت آ موجود ہوئے اور تمام خاندان یوسفی کے سامنے شہنشاہ حضرت یوسف پر ملک الموت نے اپنا ہاتھ دراز کیا اور آناً فاناً میں حضرت یوسف علیہ السلام کی جان نکال لی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ

آہ یوسف ہوگئے حق کی رضا — جن پہ جاری ہوگیا حکم خدا

موت نے ان کو بھی بس چھوڑا نہیں — اُن کو بھی پہنچا دیا زیرِ زمیں
بادشاہ مصر تھے اور تھے نبی — موت نے اس کی بھی کچھ پروا نہ کی
لے گئی ان کو بھی یاں سے توڑ کر — وہ بھی رخصت ہو گئے منہ موڑ کر
حیف دنیا بے ثباتی تیری حیف — ہے بتا کس قدر بودی تیری سیف!
شاہِ ہفت اقلیم کو پھر ہے فنا — ماسوا اللہ کے۔ کیسی بقا!
آخری گھر ہے یہ سب کے واسطے — آدمی کو چاہیئے، ڈرتا رہے
قبر کا پیٹ اک روز بھرنا ہے ضرور — ایک دن تربت میں رہنا ہے ضرور
زندگی میں یاد رکھیں وہ مکاں — بخش دے شاید کہ ربِّ دوجہاں

ذٰلِكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَیْبِ نُوْحِیْهِ اِلَیْكَ الخ

یعنی، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم یہ چند غیب کی باتیں نشانیاں ہیں۔ جن کو ہم وحی کے ذریعے سے تمہیں معلوم کراتے ہیں ورنہ جس وقت حضرت یوسفؑ کے بھائیوں نے پختہ ارادہ کرلیا تھا کہ وہ حضرت یوسفؑ کو کنویں میں ڈال دیں، نیز وہ حضرت یوسفؑ پر طرح طرح کے ظلم کر رہے تھے تو اس وقت تم ان کے پاس موجود نہ تھے۔ یہ سب کچھ ہم نے تم کو بتایا اور اے رسولؐ! باوجود ایسے ایسے حالات سننے کے بہت سے لوگ ایسے ہیں کہ وہ ایمان نہیں لاتے ہیں۔ اور ان باتوں کو معمولی قصے کہانیوں سے تعبیر کرتے ہیں۔ بس اگر وہ غور سے سُنیں تو اس میں سراسر ہی نصیحت ہے۔ نیز بہت سے لوگ ایسے بھی ہیں کہ خدا کو بھی مانتے ہیں اور ساتھ ہی اس کے شرک بھی کرتے جاتے ہیں۔ پس اے نبی! ان سے کہہ دو۔ کہ اگر عذابِ الٰہی تم پر چھا گیا ہو تو پھر تم کس طرح بچ سکو گے۔ ؎

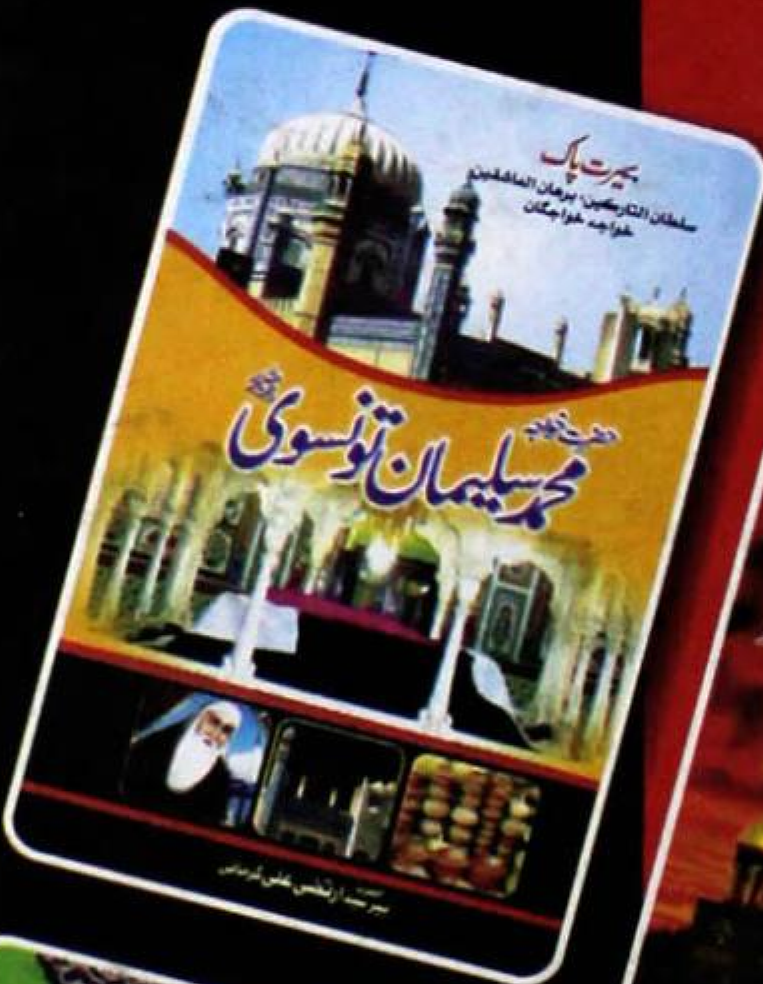
قصۂ یوسفؑ سے عبرت چاہیئے — بلکہ ہر شئے سے نصیحت چاہیئے
آج یہ دنیا ہے عبرت کی جگہ — جس کو ہم سمجھے ہیں نعمت کی جگہ

ہو گیا بس قصۂ یوسفؑ تمام
لیجیے اسحاق عاجز کا سلام

سُبْحٰنَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا یَصِفُوْنَ ۝ وَسَلٰمٌ عَلَى الْمُرْسَلِیْنَ ۝ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۝

تَمَّتْ بِالْخَیْرِ

عظیم اینڈ سنز کی
عظیم کتابیں









AZEEM & SONS PUBLISHERS

Al-Meraj Center 22-Urdu Bazar, Lahore. Tel: 042-37231806